# لسانیات

## ایک تعارف

ڈاکٹر طارق رحمٰن

ترجمہ: اصغر بشیر

لسانیات

ڈاکٹر طارق رحمٰن



یہ کتاب سب سے پہلے انگریزی زبان میں آکسفرڈ یونیورسٹی پریس کراچی سے 2010 میں شائع ہوئی۔ جس کے انگریزی کاپی رائٹ ابھی تک آکسفرڈ یونیورسٹی پریس کراچی کے پاس ہیں۔ اس کے علاوہ ملک سے باہر اس کی انگریزی اشاعت کے حقوق 2010 سے Orient Blackswan دہلی کے پاس ہیں۔ ہم اپنے ادارے کی طرف سے اُردو کی اس پہلی اشاعت کے لیے ڈاکٹر طارق رحمان صاحب اور ادارہ 'اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس' کے مشکور ہے۔ اس کتاب کے مترجم اصغر بشیر انگریزی اور اُردو ادبیات کے استاد ہیں۔ انھوں نے 2009 میں انگریزی میں ایم اے کیا اور 2013 میں اُردو میں ایم اے کے بعد آج کل ایم فل اُردو کے لیے تانیثی تھیوری پر مقالہ تحریر کر رہے ہیں۔ اصغر بشیر بلاگر بھی ہیں۔ ان کے سنجیدہ اور فکری موضوعات پر Analysis.pk اور Aikrozan.com پر مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

(ادارہ)

---

I am much indebted to Mr Asghar Bashir for his idea of translating this book in Urdu. He worked consistently hard for a number of years to produce the Urdu version. As there are very few books of an introductory nature on linguistics in Urdu, I hope this book fills a gap. The book is for beginners and it is meant to teach those who have no teacher to help them. I hope more people like Asghar Bashir take interest in such kind of translation since, without them, we cannot make Urdu a language of scholarship.

**Dr Tariq Rahman**
Ph.D D.Litt (Sheffield)
Pride of Performance; Sitara-i-Imtiaz
Humboldt Research Award; HEC Lifetime Achievement Award

# لسانیات: ایک تعارف

ڈاکٹر طارق رحمٰن

مترجم: اصغر بشیر

CITY BOOK POINT
Naveed Square. Urdu Bazzar, Karachi
Ph # 021-32762483
E-mail: citybookurdubazaar@gmail.com

باذوق لوگوں کے لیے خوب صورت معیاری کتاب

# بیاد

## HASSAN DEEN

ادارہ City Book Point کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ ہمارے ادارے کے پیش نظر صرف تحقیقی کتب کی اشاعت ہے۔




| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | لسانیات: ایک تعارف |
| مصنف | : | ڈاکٹر طارق رحمن |
| مترجم | : | اصغر بشیر |
| ناشر | : | سٹی بک پوائنٹ |
| تعداد | : | 500 |
| سن اشاعت | : | 2017ء |
| قیمت | : | 450 روپے |

# انتساب

دانیال اصغر اور یحیٰ رومی کے نام

# فہرست

# مترجم کی کہانی

انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں ایم اے اردو کے تیسرے سمسٹر میں مجھے جب لسانیات بطور یونیورسٹی کورس پڑھنے کا موقع ملا تو بہت ساری چیزوں کے ساتھ اس بات کا بھی احساس ہوا کہ اردو میں لسانیات کے موضوع پر ایک جامع مگر مختصر کتاب کی کمی محسوس ہو رہی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اردو لسانیات کا زیادہ تر حصہ تاریخی لسانیات پر مشتمل ہے جب کہ جدید لسانی و لسانیاتی مباحث کو چھوا تک نہیں گیا۔ اردو میں جدید لسانیاتی مباحث بہت بکھرے انداز میں پائی جاتی ہیں۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ خیال گزرا کہ ان مباحث کو اگر ایک جگہ اکٹھا کر کے سہل انداز میں بیان کر دیا جائے تو اردو اور دوسری علاقائی زبانوں میں ایم اے کرنے والوں کو بہت فائدہ ہو گا۔

انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی کی سینٹرل لائبریری میں سٹڈی میٹریل اکٹھا کرنے کے دوران ڈاکٹر طارق رحمٰن کی کتاب An Introduction to Linguistics (Vanguard, 1996) ہاتھ لگی۔ اس کتاب نے اپنے نہایت اعلیٰ اور سہل انداز کی وجہ سے مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیا۔ اپنے کورس کے دوران میں نے اس کے چند ایک ابواب کا اردو میں ترجمہ کیا اور اسے کورس میں استعمال کیا۔ میری اس کاوش کو اساتذہ کرام نے خصوصی طور پر سراہا۔ میں نے اس کتاب کے ترجمہ کا کام 15 اگست 2012 کو اپنے نکاح سے ایک دن پہلے مکمل کر لیا۔

ترجمہ کرنا بہ ذات خود ایک محنت طلب کام ہے لیکن جب انسان کو معاشی جدوجہد بھی ساتھ کرنی پڑے تو یہ محنت چوگنی ہو جاتی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے یونیورسٹی تعلیم کے دوران کتاب کا زیادہ تر حصہ بس میں سفر کرتے ہوئے ترجمہ کیا۔ وہ دن بھی کیا دن تھے۔ جب بھی فراغت

کے چند لمحے ملتے فوراً کاغذ قلم نکال کر لکھنے لگ جاتا۔ میں نے لفظ لفظ چن کر اس کتاب کو ایک شکل دی۔ اس کتاب کو میں نے بالکل ایسے ہی اپنے ذہن میں سینچا ہے جیسے ایک ماں کئی ماہ تک ایک بچے کو اپنی کوکھ میں سینچتی ہے۔

یونیورسٹی ڈگری مکمل کرنے کے بعد کاروبارِ زندگی میں ایسا مشغول ہوا کہ کتاب کا خیال ذہن سے اتر گیا۔ یہاں تک کہ 28 فروری 2014 کو ڈاکٹر طارق رحمٰن سے ملاقات ہوئی۔ یہ میری زندگی کے یادگار لمحات میں سے ایک لمحہ تھا۔ کھانے کے دوران ان سے گفتگو میں کئی جہانوں کی سیر کی۔ یہ ان کی شفقت تھی کہ انہوں نے اپنی دوسری کتابیں تحفتاً مجھے عنایت کیں۔ میں دل کی گہرائیوں سے ان کا شکر گزار ہوں کہ ان سے ملاقات کی وجہ سے اس کتاب کو ازسرنو ترتیب دے کر اس کی اشاعت کا جذبہ اجاگر ہوا۔ اب سکرپٹ کو دوبارہ سے دیکھنا شروع کیا۔ خود ہی اپنی غلطیوں کو درست کرنے لگا۔ اس وقت تک لسانیات کی کتاب کا اک نیا ایڈیشن آکسفرڈ پریس کی طرف سے آچکا تھا۔ سوچا کہ اب اس ترجمہ کو جدید ترین ایڈیشن کے مطابق ترجمہ کر کے شائع کیا جائے۔ اس کے لیے ایک دفعہ پھر پوری کتاب پر نظر ثانی کرنا پڑی۔ یہاں تک کہ کئی کئی ابواب دوبارہ لکھنے پڑے۔

ہمارے ہاں بہت سارے کام صرف اس وجہ سے منظر عام پر نہیں آتے کہ ان کو مناسب پبلشر نہیں مل پاتا۔ یہی صورت حال میرے ساتھ واقع ہوئی۔ ایک دو پبلشرز سے بات ہوئی مگر یہ بات چند دن کے بعد فون نہ اٹھائے جانے پر ختم ہوگئی۔

میں نے ترجمے کو دوہرے تخلیقی عمل کے طور پر جانا جس میں مترجم ایک طرف تو متن کے خیال و معنی کو سمجھنے کے لیے مخصوص ذہنی ساخت بناتا ہے تو دوسری طرف وہ دوسری زبان کے مطالب کو اپنی زبان کے سانچوں میں ڈھالتا ہے۔ اس دوران چیلنجز کا ایک جہان ہے جو عبور کرنا پڑتا ہے۔ اس کتاب کے ترجمہ میں میں نے درج ذیل اصول و ضوابط کا خیال رکھا۔

- اگر کسی انگریزی اصطلاح کے لیے پہلے سے کوئی اصطلاح رائج ہے تو اس کو ویسے ہی استعمال کر لیا گیا ہے تا کہ اس کتاب کو مروجہ لسانیاتی معیارات کے مطابق ڈھالا جا سکے۔
- جہاں کسی انگریزی اصطلاح کا رائج ترجمہ میسر نہ ہو سکا۔ میں نے کوشش کی کہ اس کو مختلف آن لائن ڈیٹا بیسز سے ڈھونڈا جا سکے۔ عدم دستیابی کی صورت میں مناسب ترین لفظ استعمال کیا۔
- چوں کہ بہت ساری اصطلاحات نئی ہوں گی اس لیے ان کے ساتھ ان کے انگریزی مترادف کو بھی پیش کر دیا گیا ہے تا کہ وضاحت میں آسانی ہو سکے۔
- میں نے جملوں کو مناسب حد تک سادہ رکھنے کی کوشش کی۔ اسی وجہ سے بعض مقامات پر ترجمہ کو تخلیقی نثر کا درجہ مل گیا۔ میں نے بعض جگہوں پر معانی کی وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے وضاحت و تلخیص کے اصول کو اپنائے رکھا۔
- کسی بھی مترجم کو دونوں زبانوں پر عبور ہونے کے ساتھ ساتھ اس موضوع پر عبور ہونا بھی ضروری ہے جس کا وہ ترجمہ کر رہا ہے۔ دوسری صورت میں بہت سارا مواد بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

میں نے اپنے طور پر پوری کوشش کی کہ تحریر کو اپنے اصل مفہوم کے ساتھ اردو میں پیش کیا جائے۔ جہاں جہاں کمی محسوس ہو میری پہلی کاوش سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ مزید براں ،اس سلسلہ میں ہر طرح کے مفید مشورے اور اصلاحات کو کھلے دل سے قبول کیا جائے گا۔
مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اس کتاب کی پبلی کیشن کا تمام تر کریڈٹ ڈاکٹر ارشد معراج، محترم قاسم یعقوب، اور ایک روزن ڈاٹ کام کو جاتا ہے۔ ان کی تکون نے مجھے وہ ماحول اور مواقع فراہم کیے جو کسی بھی تخلیق کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

میں نہایت شکر گزار ہوں ڈاکٹر ارشد معراج صاحب کا جنھوں نے یونیورسٹی میں ہمیں لسانیات پر کورس پڑھایا یہ ان کی حوصلہ افزائی تھی کہ میں یہ کام مکمل کر سکا۔ میں ڈاکٹر روش ندیم صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنھوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود مجھے خصوصی شفقت سے نوازا اور ہمیشہ علمی میدان میں آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا۔ یہ روشن ندیم صاحب تھے جنھوں نے ترجمے کے چند صفحات کو کتاب تک پہنچانے کا جذبہ دیا تھا۔

آخر میں کچھ ان کا ذکر کہ جن کا ذکر نہ بھی ہو تو وہ اپنی مہربانیاں مجھ پر نچھاور کرتے رہیں گے۔ میں اپنے والد صاحب کا بہت مشکور ہوں کہ آپ ہی وہ ذات ہے جن کی وجہ سے آج میں یہ کام مکمل کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ مجھے پتہ ہے میری ماں کو میرے لکھے لفظ پڑھنے نہیں آتے لیکن وہ میرے کاغذات کو مقدس سمجھ کر احترام واحتیاط سے میری غیر موجودگی میں سنبھالتی ہیں تو دل مضبوط ہو جاتا ہے اور ہر کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ میری بہنیں، بھائی، شریک حیات، اور محبوب بیٹے دانیال اصغر اور یحییٰ رومی میری حوصلہ افزائی کا ذریعہ ہیں۔ آپ لوگوں سے میری زندگی شروع ہوتی ہے اور آپ لوگوں پر ہی ختم ہوتی ہے۔

اصغر بشیر

ایم فل اردو، ایم اے انگریزی

کمالیہ

2017

# دیباچہ

یہ کتاب پاکستانی طلبہ کو لسانیات سے متعارف کروانے کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کو سلیس، واضح اور تفصیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے تاکہ لسانیات کے بنیادی تصورات کو بغیر کسی گزشتہ معلومات کے سمجھا جا سکے۔ دراصل یہ کتاب ان مبتدیوں کے لیے ہے جنھوں نے پہلے لسانیات نہیں پڑھی یا جن کو استاد میسر نہیں ہے۔ پس اس کتاب میں ایسی زبان استعمال کی گئی ہے جیسی ایک استاد اپنے ہائی سکول یا انڈر گریجویٹ طلباء کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یہ کتاب ایم اے کے طلباء کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں مخصوص لسانیاتی نقطہ نظر کو مد نظر رکھنے کے بجائے یونیورسٹی ضروریات کے مطابق نظریات کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بے شک مبتدیوں کو لسانیات کے کورس کے مختلف اہم پہلوؤں سے روشناس ہونے کے لیے متعدد عنوانات پر بہت کچھ جاننے کی ضرورت ہے جیسے آواز، منہ کے اندر آواز کی تخلیق، آواز کا بیان، الفاظ اور جملے کی ساخت اور ان ساختوں کو کنٹرول کرنے والے قوانین۔ یہ وہ علاقے ہیں جن کو جزوی لسانیات (Micro-linguistics) کہا جا سکتا ہے۔ اس کے دوسرے پہلو جیسے معاشرے میں کس طرح زبان استعمال کی جاتی ہے، ہم کس طرح معنی تخلیق کرتے ہیں، ہم کس طرح زبان کے ذریعہ حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسے کلی لسانیات(Macro-linguistics) کہا جاتا ہے۔ یہ تاریخ، سیاسیات، کمپیوٹر سائنس، بشریات، اور عمرانیات پڑھنے والوں کے لیے خاص دلچسپی کی حامل ہوتی ہے۔ یہ کتاب ان پہلوؤں سے بھی متعارف کرواتی ہے۔ لیکن زیادہ تر جگہ تصورات کو دی گئی ہے۔ جن کو جانے بغیر آپ ماہر لسانیات نہیں کہلا سکتے۔

لسانیات، زبان کا سائنسی مطالعہ، دنیا کی زیادہ تر یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ ہمیں سمجھنے میں مدد دیتی ہے کہ انسانی زبانیں کیا ہیں؟ اور یہ کس طرح معنی پیدا کرتی ہیں؟ معاشرے میں زبان استعمال ہونے کی وجہ سے زبان معاشرے کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتی

ہے۔ایک زبان کے جملوں کی تخلیق کے عمل کو سمجھنے کے ذریعہ ہم دماغ میں عمل کے کئی طریقوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ المختصر، لسانیات معاشرے کے مطالعہ میں تعاون کرتی ہے۔ رویے، سوچ، روبوٹ کے مطالعہ اور مصنوعی ذہانت میں کام کرنے والے لوگ لسانیات کو دماغ کے اندر زبان کے عمل درآمد (Process) سے متعلق بصیرتیں حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

انڈیا میں لسانیات کے اعلیٰ شعبے کام کر رہے ہیں اور بعض ماہرین لسانیات عالمی معیار رکھتے ہیں۔ نیپال اور سری لنکا میں لسانیات کے شعبے میں کام کر رہے ہیں۔ 1987 میں ڈاکٹر طارق رحمٰن نے پاکستان میں لسانیات کے شعبہ میں کورسز کا آغاز کیا اور آج کئی یونیورسٹیاں لسانیات میں ڈگری کورس مہیا کر رہی ہیں اگرچہ ان میں سے زیادہ تر کا سہرا تدریس زبانِ انگریزی (ELT) کے سر جاتا ہے۔ اس کے باوجود کثیر تعداد میں طلباء ایم اےٴ کے لیول پر پاکستان میں لسانیات پڑھتے ہیں۔ بد قسمتی سے ان طلباء کے لیے تعارفی نوعیت کی محض چند ایک کتابیں موجود ہیں۔

وہ کتاب جو میں نے خود کو1987 میں لسانیات سکھانے کے لیے استعمال کی اس کا نام 'زبان کا تعارف' تھا[1] (اس وقت تک میں انگریزی ادب میں پی ایچ ڈی کر چکا تھا اور فل پروفیسر تھا لیکن ادب میں میری دلچسپی تدریس و تحقیق دونوں لحاظ سے ختم ہوگئی تھی)۔1990ء میں جبکہ میں زبان اور دماغ پر کیمبرج یونیورسٹی میں ایک شارٹ کورس کر رہا تھا، میری ملاقات ایک خداداد صلاحیت (Competence) کے مالک لیکچرار ڈاکٹر جین ایچی سن سے ہوئی جس کی کتابیں اتنی واضح تھیں کہ میں اسے ہر لسانیات پڑھنے والے کے لیے تجویز کروں گا۔ کچھ مہینے بعد 1991ء میں، یونیورسٹی آف صنعاء میں ایک بھارت کی ہم کار سے ملاقات ہوئی جسے ہماری فیملی دیدی کہتی تھی لیکن اس کے نام کا ایک حصہ ڈاکٹر چندا کے نام سے میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ وہ تدریس زبانِ انگریزی کے طلباء کے لیے تعارفی کتاب لکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کتاب کبھی لکھی بھی گئی کہ نہیں لیکن اس تعارفی کتاب کا خیال کہ جو ابتدائی پڑھنے والوں کو اساتذہ کی رہنمائی کے بغیر لسانیات سکھا سکے میرے ذہن میں باقی رہا۔ کچھ برسوں بعد، جب میں پاکستان میں زبان اور سیاست[2] لکھ رہا تھا تو میں نے ایک چھوٹی کتاب "لسانیات کا تعارف" (Lahore: Vanguard, 1987) لکھی جو زیر نظر ثانی شدہ اور جدید ایڈیشن کی بنیاد ہے۔ یہ تاہم ایک نئی کتاب ہے کیونکہ اس کتاب میں موجود قریباً ہر چیز بدل دی گئی ہے، اگرچہ یہ پچھلے کام کے ساتھ کہیں کہیں متماثل ہے۔ میں نجم سیٹھی کا مشکور ہوں جو کہ پرانے دوست اور پبلشر ہیں کہ انھوں نے 'لسانیات کا تعارف' چھاپی۔ میں مس کیتاکی بوز (Ms Ketaki Bose) کا بھی

مشکور ہوں جنھوں نے اسے انڈین طلباء کے لیے دوبارہ لکھنے پر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں چاہتا تھا کہ یہ کتاب انڈیا کے ساتھ پاکستانی اور دوسرے جنوب ایشیائی طلباء کو بھی میسر ہو۔ میں اس خواہش کی عملی تعبیر کرنے پر آکسفرڈ یونیورسٹی پریس کا شکر گزار ہوں۔ میں بالخصوص مس آمینہ سعید، پاکستان میں آکسفرڈ یونیورسٹی پریس کی مینیجنگ ڈائریکٹر، کا مشکور ہوں۔ میں آکسفرڈ یونیورسٹی پریس میں سینئر ایڈیٹر مسٹر سیمول رائے بھی مشکور ہوں کہ ان کی کوششوں کی وجہ سے اس کتاب نے حقیقت کا روپ اختیار کیا۔

مجھے احساس ہے کہ مارکیٹ میں کئی ایک تعارفی کتب موجود ہیں جن میں کچھ حالیہ اضافے بھی شامل ہیں[3]۔ تاہم، میں اپنی خوشامد کرتے ہوئے کہوں گا کہ ان تعارفی کتب میں سے کوئی بھی کتاب اس کتاب جتنے لسانیات کے موضوعات کا اتنی سادہ زبان میں احاطہ نہیں کرتی۔[1]

میں نے جنوب ایشیائی نام اور حوالوں کو تمام سارک ممالک کے طلباء کی توجہ حاصل کرنے کے نظریہ کے تحت برقرار رکھا ہے۔ تاہم، پاکستان اور انڈیا کے کلچر اور پبلیکیشنز سے زیادہ واقف ہونے کی وجہ سے، مجھے افسوس ہے کہ زیادہ تر حوالہ جات ان ممالک سے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کو پاکستان انڈیا اور دوسرے جنوب ایشیائی ممالک کے طلباء کار آمد پائیں گے۔ جیسا کہ یہ کتاب واضح اور سادہ انگریزی میں لکھی گئی ہے اور لسانیات کی مخصوص اصطلاحات کا مناسب وضاحت کے ساتھ تعارف کروایا گیا ہے، اس لیے اسے ایک عام آدمی بھی پڑھ سکتا ہے۔ در حقیقت، اسے لکھنے کی دوسری وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عام قارئین کو لسانیات سے متعارف کروایا جائے۔

یہ کتاب درج ذیل ابواب میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلا باب لسانیات کے تعارف پر ہے کہ لسانیات کیا ہے۔ دوسرے باب اس کی ارتقائی تاریخ کا سراغ لگایا گیا ہے۔ تیسرا اور چوتھا باب آواز کے متعلق ہیں کہ آوازیں آپس میں مل کر زبان بناتی ہیں (علم الاصوات)۔ پانچواں باب الفاظ بنانے کے مختلف طریقوں کی وضاحت کرتا ہے (صوتیات)۔ چھٹا باب الفاظ کے معنی یا معنیات (Semantics) کے بارے میں ہے۔ اس کے بعد پانچ اہم ابواب ہیں ساتواں،

---

[1] فی الوقت اردو میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں ہے جو لسانیات کے جدید موضوعات کا احاطہ کرتی ہو۔ یہ کتاب اردو لسانیاتی مباحث میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مترجم

آٹھواں، نواں، دسواں اور گیارواں باب نوم چامسکی کے نظریات کے بارے میں ہیں یعنی تبادلی تخلیقی گرامر (Transformative Generative Grammar) اور دوسرے نظریات جو اس کے ارتقاء سے پیدا ہوئے جیسا کہ حاکمیت و بانڈنگ تھیوری (Government and Binding Theory) اور عقلی اندازِ فکر (Minimalist approach)۔ جیسا کہ ان نظریات کو سمجھنے کے لیے تعارفی درجہ پر فرض کیے جانے والے علم کے برعکس علم کا اعلیٰ معیار چاہیے اس لیے اس کا بیان سادہ بنا دیا گیا ہے اور حالیہ سالوں میں ہونے والی تشکیلات کو چھوا تک نہیں گیا۔

بارھواں اور تیرھواں باب زبان کے سماجی اور ثقافتی پہلوؤں کے بارے میں ہے جو علم بشریات اور علم سماجیات کے طلباء کے لیے مفید ہونگے خاص طور پر ان طلباء کے لیے جو زبان کی موت اور جنس کے بارے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ چودھواں باب لسانی سیاست پر ہے۔ یہ زبان، شناخت اور سیاست سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے مفید ہوگی خاص طور پر ان کے لیے جو زبانوں کے لیے گرامر اور لغات لکھتے ہیں یا لسانی پالیسیاں بناتے ہیں۔

زبان کی موت پر پندرھویں باب کا مقصد گلوبلائیزیشن اور جدیدیت کے اثرات کے بارے میں سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے کہ کس طرح یہ اعمال ہماری ثقافت اور شناخت کے مختلف پہلوؤں کے غائب ہونے پر منتج ہوتے ہیں۔ آج ہمارے احساسِ تعلق پر ایسے حملے ہو رہے ہیں جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

سولھواں باب تعلیمی لسانیات پر ہے یعنی زبانوں کی تدریس اور سیاسی، تعلیمی، نفسیاتی اور معاشی نقطہ نظر جن میں یہ تدریس وقوع پذیر ہوتی ہے۔ سترھواں باب جنوب ایشیاء میں تحریر پر ہے لیکن اس میں دنیا میں تحریر کی تاریخ کے حوالے سے کچھ تعارفی حصہ بھی ہے۔ یہ ابواب زبان کے مطالعہ کو گلوبلائزیشن، سیاست، لسانی پالیسی، پبلک پالیسی اور معاشیات کے مطالعہ سے جوڑتے ہیں۔ المختصر، یہ آگہی انسانی علم کے بارے میں گہری سمجھ لاسکتی ہے اور یہ نسل انسانی کو امن اور ہم آہنگی کے ساتھ رہنے میں مدد دے سکتی ہے۔

آٹھارویں باب میں، قارئین کو خدا حافظ کہتے ہوئے، کچھ مفید اشارے دیئے گئے ہیں کہ اگر کوئی لسانیات کو مطالعے کا میدان بنانا چاہتا ہے تو وہ کون کون سے راستے اختیار کر سکتا ہے۔ آخر میں کتابیات ان کتابوں کی تفصیل دیتی ہے جو کہ اس مختصر تعارفی گائیڈ کی تیاری میں استعمال ہوئی ہیں۔ مزید براں، کتابوں کی یہ فہرست مزید مطالعہ کی رہنمائی کے لیے بھی استعمال کی جا سکتی

ہے۔ یہ لسانیات کے ان پہلوؤں کے بارے میں تفصیلات دے گی جن کی طرف اس کتاب میں محض اشارہ کیا گیا ہے۔

طارق رحمٰن پی ایچ ڈی

اسلام آباد 2010

# حوالہ جات

[1] V. Fromkin and R. Rodman, "An Introduction to Language." New York: Holt Rinehart & Winston, 1974.

[2] T. Rahman, *Language and politics in Pakistan.* Oxford University Press, USA, 1996.

[3] P. H. Matthews, *Linguistics: a very short introduction*. OUP Oxford, 2003.

# تعارف

## لسانیات کیا ہے؟ (What is Linguistics?)

کیا آپ جانتے ہیں جنوبی ایشیاء میں کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں؟ اگر نہیں تو ethnologue.com وزٹ کریں جو سمر انسٹی ٹیوٹ آف لنگوسٹکس کی طرف سے جاری کردہ ایک ویب سائٹ ہے، اس کا جدید ترین آن لائن ایڈیشن درج ذیل معلومات فراہم کرتا ہے۔

| | |
|---|---|
| انڈیا | 454 |
| نیپال | 122 |
| پاکستان | 77 |
| بھوٹان | 36 |
| بنگلہ دیش | 44 |

دنیا میں اس وقت 7105 زبانیں پائی جاتی ہیں۔ یہ صرف تعداد ہی نہیں ہوتی جو زبان کے اہم ہونے کے بارے میں بتاتی ہے۔ زبان کے ذریعہ ہم انسان معنی کی ترسیل کرتے ہیں اور علامتوں کی مدد سے انہیں لکھتے ہیں۔ اگر اصطلاح کو سمجھیں تو یہ معلوم ہو کہ اس کے بغیر ہمارے پاس گفتگو، گیت، کہانی، لطیفے اور تہذیب کچھ نہ ہوتا۔ یقیناً ہم سمجھدار بندر ہوتے کیا ہم انسان بھی ہوتے؟ کوئی سوچ سکتا ہے کہ ہم ایسے ہوتے۔ زبان ہمیں جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اگر ہم اپنے رویے پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارا دوسرے تمام کاموں کی نسبت سب سے زیادہ کیا جانے والا کام گفتگو ہے۔ ہم عموماً سامع کی موجودگی میں گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات سامع کے بغیر بھی یہ عمل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ خواندہ معاشروں میں الفاظ بولے اور پڑھے جاتے ہیں۔ قریباً ہر سڑکوں، دکانوں اور ٹی وی کے اشارات پڑھتا ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے جاگتے وقت کا زیادہ تر حصہ پڑھنے لکھنے میں گزر جاتا ہے۔ یہ سب زبان کی عمل داری ہے۔ اتنی اہمیت کی حامل انسانی

زبان بذات خود دلچسپی کی حامل شے ہے۔ وہ لوگ جو زبان کے مطالعہ میں دلچسپی رکھتے ہیں، ماہرین لسانیات کہلاتے ہیں اور زبان کا سائنسی مطالعہ لسانیات کہلاتا ہے۔

تمام انسانی زبانیں آوازوں کی اس انداز کی ترتیب سے مل کر بنتی ہیں کہ وہ معنی کا ابلاغ یا احساسات یا رویہ کا اظہار کرتی ہیں۔ زبان نے سب سے پہلے آواز کا استعمال کیا۔ درحقیقت جب تحریر ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ آوازیں اس وقت بھی موجود تھیں۔ آوازوں کی تخلیق اور بیان و وضاحت کا مطالعہ صوتیات (Phonetics) کہلاتا ہے۔ ایسے طریقہ کار کا مطالعہ جس کے ذریعہ ایک زبان میں آوازیں منظم کی جاتی ہیں علم الاصوات (Phonology) کہلاتا ہے۔ آوازیں آپس میں مل کر معنی کی چھوٹی چھوٹی اکائیاں بناتی ہیں جنھیں صرفیہ (Morpheme) کہا جاتا ہے۔ یہ اپنا مطلب آزادانہ طور پر یا دوسروں کے ساتھ مل کر واضح کرتے ہیں۔ ایسا مطالعہ جو الفاظ کے بننے کے عمل سے بحث کرتا ہے علم صرف (Morphology) کہلاتا ہے۔

الفاظ ایک جملہ میں چند اصولوں کے تحت ترتیب میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہ نحو (Syntax) کے اصول ہیں۔ کسی زبان میں جملہ بننے کا عمل جاننے کے لیے اس کی نحو (Syntax) کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جملہ وجود میں لانے کے بعد اس کے مراد کو بھی جاننا چاہیے۔ معنی کا مطالعہ معنیات ()Semantics کہلاتا ہے۔ زبان کے مطالعہ کے درج ذیل چار پہلو ہیں۔

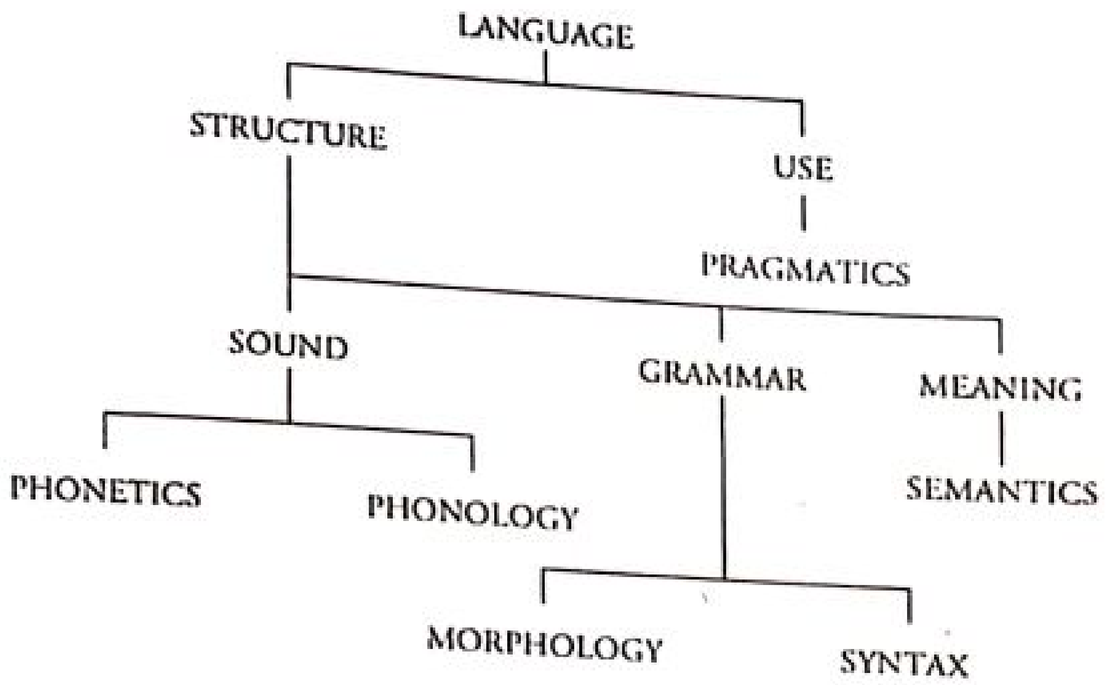
۱۔ صوتیات اور علم الاصوات (Phonetics and Phonology)

۲۔ علم الصرف (Morphology)

۳۔ نحو (Syntax)

۴۔ معنیات (Semantics)

کچھ لوگ حقیقی زندگی کی صورت حال میں زبان کے مطالعہ کو بھی زبان کا ایک پہلو گردانتے ہیں۔ اسے معنویات (Pragmatics) کہتے ہیں۔ یہ اس طریقہ کار کی وضاحت کرتا ہے جس کے تحت لوگ حقیقی بات چیت میں الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی وقت پوچھے اور اس کے جواب میں کہا جائے کہ ابھی خبرنامہ شروع نہیں ہوا ایسی صورت میں دوسرا آدمی وقت کے بارے میں تب ہی جان پائے گا جب اسے خبرنامہ شروع ہونے کا وقت معلوم ہوگا۔ معنویات کے دائرہ کار میں نتائج کا مطالعہ، القابات کا استعمال، شائستگی اور گستاخی کے الفاظ وغیرہ آتے ہیں۔ ذیل میں زبان کے مختلف پہلوؤں کو درجوں میں بیان کیا جارہا ہے۔




ڈیوڈ کرسٹل[1]

لسانیات کے بانیوں میں سے ایک لیونارڈ بلوم فیلڈ ان درجوں کو زبان کی ساخت(Structure) کہتا ہے۔ وہ تاکید کرتا ہے کہ صوتیات سے شروع کرتے ہوئے علم الاصوات (Phonology)، علم صرف (Morphology)، نحو (Syntax) اور معنیات (Semantics) کا ترتیب وار مطالعہ کرنا چاہیے۔اس طرز کا مطالعہ زبان کے بارے میں سیر حاصل معلومات دیتا ہے۔ زبان کے بارے میں ایسا نقطہ نظر یعنی زبان کو ایک ساخت کی صورت میں دیکھنا ہو ساختیات(Structuralism) کہلاتا ہے[2]۔

**زبان بطور نظام (Language as a System)**

ہر ساخت اپنے اندر ایک نظام ہوتی ہے۔ اگر آپ اس کا ایک حصہ بدل دیں تو دوسرے حصے اپنے آپ کو ترتیب و تناسب میں لانے کے لیے خود میں تبدیلی کر لیتے ہیں۔ فرینڈ ڈ سوسئیر(1857-1913) وہ پہلا ماہر لسانیات ہے جو اس نکتہ کو زیر بحث لایا۔ سوسئیر نے ایک زبان کے مکمل نظام کو لسان (La Langue) کا نام دیا۔ مکمل نظام کا علم لوگوں کے ذہن میں ہوتا ہے۔ اس کے بغیر نہ تو آواز تخلیق کی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہی اس کا معنی سمجھا جا سکتا ہے۔

سوسئیر کا دوسرا تصور، کلام(Parole)، ایسے اتصالات کو شامل کرتا ہے جن کے ذریعہ متکلم لسانیاتی نظام کے کوڈ استعمال کرتا ہے[3]۔ دوسرے لفظوں میں یہ اس طرف حوالہ دیتا ہے جو متکلم در حقیقت بولتا ہے۔ یعنی وہ آوازیں جو وہ تخلیق کرتا ہے اب، بے شک، آدمی کے عجلت یا

دباؤ میں ہونے کی وجہ سے الفاظ کا ٹٹولنا یا ہکلانا واقع ہو سکتا ہے۔ پس کلام اکثر اوقات، ناقص، غیر معقول اور ناکافی ہوتی ہے۔ جبکہ لسان نہیں ہوتی۔ یہ ایسا نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ علم ہے کہ کس طرح ایک زبان کا مکمل نظام عمل کرتا ہے۔ یہ ذہن میں محفوظ ہوتی ہے لیکن اس کا تمام حصہ ہر وقت مکمل طور پر استعمال نہیں کیا جاتا[4]۔

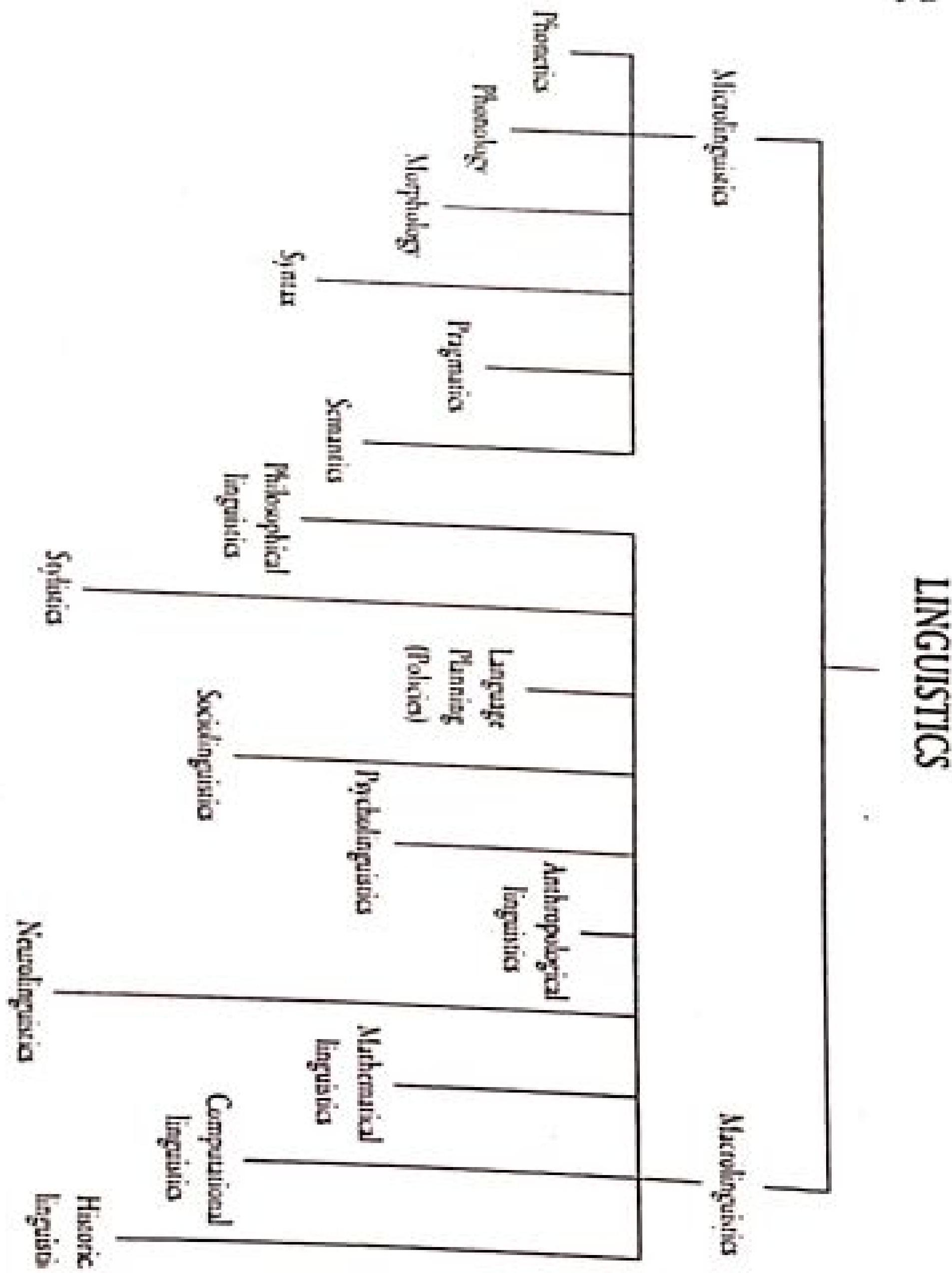
اگر ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ نظام کیسے کام کرتا ہے تو ہمیں افراد کی اصل کارکردگی (Performance) دیکھنے ضرورت کی نہیں۔ ہم وہ قوانین دیکھ سکتے ہیں جن کے تحت آوازیں آپس میں یکجا ہوتی ہیں۔(علم الاصوات) کس طرح معنی کی اکائیاں یکجا ہو کر الفاظ بناتی ہیں (علم الصرف) اور کس طرح الفاظ ایک دوسرے کے بعد رکھ کر فقرے تخلیق کیے جاتے ہیں (نحو (Syntax)) ایک زبان کے نظام کے مجرد اصولوں یا قوانین کے ایسے مطالعے، لسان La (Langue) کا مطالعہ ہونگے۔ اور یہ کام ماہرین نظری لسانیات (Theoretical Linguists) کرتے ہیں۔

سوسئیر کا کلام کا تصور افراد کی ادائیگیوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس کو ان افراد کی کارکردگی (Performance) بھی کہا جا سکتا ہے۔ نوم چامسکی نے کلام کے لیے کارکردگی (Performance) کی اصطلاح غیر سنجیدہ انداز میں استعمال کی۔ اس نے سوسئیر کے تصورِ لسان کے لیے صلاحیت (Competence) کی اصطلاح استعمال کی۔ صلاحیت (Competence) زبان کے نظام کے علم کا نام ہے۔ یہ اس زبان کے متکلم کے ذہن میں ہوتی ہے۔ ماہرین نظری لسانیات (Theoretical Linguistics) کے لیے دماغ میں موجود نظام باعثِ دلچسپی ہوتا ہے۔ یہ اس تعارفی گائیڈ کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

اب تک ہم نے لسانیاتی نظریہ کے بارے میں بات کی ہے جو کہ زبان کے سائنسی مطالعہ کا نقطہ ارتکاز ہے۔ کیونکہ یہ زبان کے صرف ایک پہلو یعنی زبان کا بیان، کو ہی زیر بحث لاتی ہے اس لیے بعض لوگ اسے جزوی لسانیات (Micro linguistics) کہتے ہیں۔ اس کے موضوع میں زبان سے متعلق چیزوں کا بیان نہیں ہے۔ زبان سے متعلق چیزیں معاشرہ، ثقافت، حیاتیات، ریاضی، ادب اور سیاست وغیرہ ہو سکتی ہیں۔ وہ موضوع جو زبان کا معاشرے کے ساتھ تعلق کا اظہار کرے، سماجی لسانیات (Sociolinguistics) کہلاتا ہے۔ اگر ثقافت، ورلڈ ویو (Worldview) اور قبل از خواندہ معاشروں کو خصوصی اہمیت دی جائے تو اسے بشریاتی لسانیات (Anthropological Linguistics) کہتے ہیں۔ وہ جو زبان سیکھنے میں اور دماغ میں

زبان کے پروسس ہونے میں دلچسپی رکھتے ہیں، نفسیاتی لسانیات (Psycholinguistics) اور عصبی لسانیات (Neurolinguistics) کا مطالعہ کرتے ہیں۔ موخر الذکر ماہرین حیاتیات اور میڈیکل سائنسدانوں کے لیے بہت دلچسپی کی حامل ہے۔ کیونکہ یہ نقص تکلم مثلاً فتورِ تلفظ اور زبان کی تخلیق، تفہیم، اور ذخیرہ میں دماغ کی شمولیت کا مطالعہ کرتی ہے۔ لینبرگ کی زبان کی حیاتیاتی بنیادوں کو تلاش کرنے والی اولین کتاب (1976) معاوضہ وصول مطالعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ دماغ کے کچھ ایسے حصے ہیں جو فقرے تخلیق کرنے والے الفاظ اور اصولوں کو ذخیرہ کرتے ہیں، ہم میں سے زیادہ تر لسانیاتی کام کے لیے دماغ کا بایاں حصہ استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے دماغ میں بارہ ارب نیورانز ہوتے ہیں اور یہ ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوتے ہیں کہ ان سے برقی رو گزرتی ہے۔ آج کل Positron Emission Tomography (PET) ہمیں بتا سکتی ہے کہ دماغ کا کونسا حصہ کام کر رہا ہے۔ اصول سادہ ہے۔ اگر ایک آدمی کو تابکاری ذرے چینی کی صورت میں دیئے جائیں اور آدمی لسانیاتی کام کرے تو دماغ کا وہ حصہ جو زیادہ انرجی استعمال کرتا ہے زیادہ ذرے خارج کرے گا۔ اس طرح ہم جان سکتے ہیں کہ دماغ کا کونسا حصہ کس طرح کا کام کرتا ہے۔ بد قسمتی سے اس موضوع پر کیا گیا زیادہ تر کام فطری طور پر تکنیکی ہے۔ تاہم پیٹر رسل کی کتاب برین بک (1979) نو آموزوں کے لیے تجویز کی جا سکتی ہے، اس حقیقت کے باوجود کہ نئی ریسرچ نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ دماغ، ذہن اور زبان کے پہلوؤں پر ایک جدید کتاب، In Search of a Language for the Mind-Brain) جس کو میں اس لیے تجویز کرتا ہوں کہ اس کو دوسروں کے ساتھ ایک پاکستانی ماہر لسانیات انجم سلیمی نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب قاری کو فلسفہ کے ساتھ ساتھ عصبی لسانیات اور دماغی سائنس کی دلچسپ سلطنت میں لے جاتی ہے[5]۔ ماہرین حیاتیات کے علاوہ کمپیوٹر ماہرین اور ریاضی دان بھی لسانیات میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے لسانیات کی دو شاخیں شماریاتی / حسابی (Occupational) لسانیات اور ریاضیاتی (Mathematical) لسانیات ہیں۔ ماہرین شماریاتی لسانیات نے ہمیں اپنی جنوب ایشیائی تحاریر کو کمپیوٹر سکرین پر دیکھنے کا تحفہ دیا ہے۔ اب ہمارے پاس اردو نستعلیق رسم الخط میں ساتھ ہی ساتھ پشتو اور سندھی رسم الخط میں ہر جگہ بشمول ای میل پاکستان میں موجود ہے۔ انڈیا میں ہمارے پاس کئی رسم الخط بشمول دیوناگری موجود ہیں۔ یہاں لاگو کئے جانے والے قوانین کو بنانا کمپیوٹر سائنس اور لسانیاتی علم کا پیچیدہ نقطہ نظر ہیں۔ لسانیات سے حاصل ہونے والی حالیہ بصیرتوں کو عمومی طور پر دماغ کے مطالعہ کے لیے جبکہ خصوصی طور پر مصنوعی ذہانت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ ایک

طرف نئی دانشورانہ مشکلات ہیں اور دوسری طرف فلسفیانہ لسانیات جو کہ قدیم یونانی فلاسفہ ارسطو اور افلاطون کے اس موضوع پر کاموں سے بھی قدیم دور کی ہے، کا از سر جائزہ لیا جارہا ہے۔ زبان کے لوگوں کو حقیقت وضع کرنے میں مدد دینے کے بارے میں پیچیدہ سوالات پر مباحثہ ہو رہے ہیں۔ اسلوب، بشمول ادب میں اسلوب کے استعمال کا اسلوبیات میں جائزہ لیا جارہا ہے۔ یہ تمام موضوعات کلی لسانیات (Macro-linguistics) کہلا سکتے ہیں یعنی زبان کا دوسرے موضوعات کے ساتھ تعلق کا مطالعہ۔ اس کتاب میں درجہ بالا تمام مضامین کا احاطہ نہیں کیا جائے گا۔ تاہم آپ کو جزوی لسانیات اور زبان کے چند پہلوؤں کے معاشرے اور ثقافت سے تعلق سے متعارف کروایا جائے گا۔



# حوالہ جات

[1] D. Crystal, "The English Encyclopaedia of Language." Cambridge: Cambridge University Press, 1987.

[2] L. Bloomfield, "Language, Holt," *New York*, 1933.

[3] F. de Saussure, "Course in general linguistics." McGraw±Hill, New York, 1916.

[4] J. D. Culler, *Saussure*, vol. 3743. Harvester Press, 1976.

[5] A. P. Saleemi, O.-S. Bohn, and A. Gjedde, "In Search of a Language for the Mind-brain: Can the Multiple Perspectives be Unified?," 2005.

# لسانیات کی مختصر تاریخ

قریباً ہر فرداور ہر معاشرے کے پاس زبان کے متعلق اپنی فرضی داستانیں ہوتی ہیں۔ یہ فرضی داستانیں عموماً زبان کے آغاز کے بارے میں ہوتی ہیں کہ فلاں اور فلاں زبانیں خدا یا دیوتاؤں نے اتاریں۔ چونکہ یہ فرضی داستانیں ناقابلِ تصدیق ہوتی ہیں اور سب ایک فرضی داستان پر یقین نہیں رکھتے، اس لیے وہ اپنے مخصوص مذہبی یا ثقافتی بنیاد والے عقیدہ میں محدود رہتے ہیں۔ سائنسی لسانیات (Scientific Linguistics) کو پانے کے لیے ہمیں اپنا ہدف یونیورسلت (Universality) اور معروضیت (Objectivity) کو بنانا چاہیے۔ (یونیورسلت سے مراد یہ کہ ہمارے نتائج پوری دنیا کے لیے قابلِ قبول ہوں۔ معروضیت سے مراد یہ کہ ہر کوئی معقولیت کی بناء پر ہمارے نتائج کو قبول کرے۔ ) زبان کے ارتقاء پر گے ڈشر (Guy Deutscher) کی ایک کتاب اس طرح کی ذمہ داری قبول کرنے کی قبول کرنے کی ایک مثال ہے[1]۔ لسانیات کا معمولی علم رکھنے والا اس کتاب کو سمجھ سکتا ہے۔ کتاب میں دیئے گئے دلائل کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

ڈشر دلیل دیتا ہے کہ انسانی زبانیں پیچیدہ ساخت کی مالک ہیں لیکن اس ساخت کو کسی جینئس یا دانشوروں کے گروہ نے مختصر وقت میں نہیں بنایا بلکہ یہ ہر لحظہ بدلنے والی فطری قوتوں کے ذریعہ ابھری۔ بے شک لوگ ہی اسے بولتے اور بدلتے ہیں۔ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کی دوسری وجوہات کے ساتھ ایک یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ لوگ دوسری تہذیبوں سے وہ چیزیں مستعار لیتے ہیں جن کے لیے ان کی پاس الفاظ نہیں ہوتے۔ اس کی حالیہ مثال اردو زبان میں انگریزی سے مستعار لیے گئے الفاظ ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری زبانوں سے بھی الفاظ ادھار لیے گئے ہیں جیسے پرتگالی الفاظ پیپئ، الماری اور اچار وغیرہ۔ عربی اور فارسی سے مستعار لیے گئے الفاظ کی تعداد بیان سے باہر ہے۔ صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ بعض آوازوں کو مختصر کر کے یا بعض الفاظ کو طاقت ور اثر دینے کے لیے تلفظ بھی بدلتا ہے۔ الفاظ کو طاقت ور اثر دینے کے لیے ہم الفاظ کو جوڑ کر نئے الفاظ

بناتے ہیں۔ ہمارے ذہن ترتیب کے آرزومند ہونے کی وجہ سے نئے سانچے (pattern) تخلیق کرتے رہتے ہیں اور زبان بدلتی رہتی ہے۔ مصنف اپنا تھیس ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"ٹارزن کے دور میں صرف مادی اشیاء اور اعمال کو ظاہر کرنے والے الفاظ کے ساتھ ان کو ترتیب دینے والے چند فطری قوانین کی ہی ضرورت تھی، ان خام مالوں سے تبدیلی کی فطری قوتوں نے زبانوں کی ساخت کی وضع نکالی ہوگی[1]۔"

بے شک کوئی قطعی طور پر نہیں جانتا کہ ایسا دور کبھی رہا ہے کہ جس میں لوگ ٹارزن کارٹون کی طرح صرف چند ایک الفاظ استعمال کرتے تھے۔ یہ ایک مفروضہ (Hypothesis) ہے جب تک ہمارے پاس اس سے بہتر وضاحت نہیں آجاتی اسے وقتی طور پر سچ قبول کر لینا چاہیے۔ ایسے ہی تحقیق آگے بڑھتی ہے۔ سائنس میں کچھ بھی مقدس اور حتمی نہیں ہوتا لیکن جو بھی نظریہ قبول کیا جائے تو اس کے لیے چیزوں کی وضاحت کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔ واقعاتی طور پر یہ نظریہ انسانوں، جانوروں اور پودوں میں جینز کے ارتقاء کے نظریہ سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ رچرڈ ڈاکنز اپنی کتاب دی سیلفش جین (1978) میں کہتا ہے کہ زندگی کی پیچیدہ حالتیں اسی وقت قائم ہوئیں جب جینز نے اپنی بقاء کے لیے اپنے جیسے جینز تخلیق کرنا سیکھ لیا[2]۔ اب زبان کی طرف لوٹتے ہیں۔

## پہلی زبان (First Language)

اگر زبان بندر نما انسانوں (Homo Sapiens) میں سے ابھری ہے تو یہ غالباً افریقہ میں 150,00 سال پہلے پیدا ہوئی۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ انسان نما گروہ پہلی بار سے چند سال کے وقفے کے بعد مختلف جگہوں پر نمودار ہوئے ہونگے، موجودہ دور میں اس کی پیائش مونٹ لائن میں موجود ڈی این اے کی حالت میں تبدیلی کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ اس سے جین میں تبدیلی کا تناسب معلوم کیا جاسکتا ہے اور خاص عدد نکالا جاسکتا ہے۔ لیکن ہم اب تک یہ نہیں جانتے کہ یہ پہلے انسان نما حیوان کیا بولتے تھے، مائیکل کبالس نے دلائل کے ساتھ ایک نظریہ پیش کیا ہے جس کے تحت ابلاغ کی سب پہلی حالت اشارات (gestures) تھے[3]۔

دوسرا سوال جو اکثر پوچھا جاتا ہے کہ کیا نسل انسانی کی کوئی فطری یا اصلی زبان ہے؟ اس کا مختصر یہ ہے کہ ہم قطعی طور نہیں جانتے کہ ایسی کوئی زبان ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کونسی ہے یا تھی۔ لوگوں نے زبان کی اصلیت جاننے کے لیے کئی ایک ظالمانہ تجربات بھی کیے۔ مثال کے طور

پر مغل بادشاہ اکبر نے چند بچوں کو ایک ایسے گھر پالا جہاں صرف گونگے بہرے ان کی خدمت کرتے تھے، اور کسی انسانی آواز کو ان تک نہ پہنچنے دیا گیا۔ جب یہ بچے جوان ہوئے تو بولنے کے قابل نہ تھے۔ بھیڑیے یا دوسرے جانور کے درمیان جو بچے پروان چڑھتے ہیں وہ کسی انسانی زبان بولنے کے قابل نہیں ہوتے، بلکہ جانوروں جیسی آوازیں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، المختصر، شائد انسانوں کے پاس کوئی فطری یا اصلی زبان نہیں ہے۔ وہ محض اپنے اردگرد بولی جانے والی زبان کو سن کر سیکھ لیتے ہیں۔

## کیا تمام زبانیں برابر ہیں؟ (Are Languages Equal?)

دوسری فرضی داستان کے مطابق بعض زبانیں دوسری زبانوں کی نسبت زیادہ شیریں اور منطقی ہوتی ہیں۔ جدید ماہرین لسانیات (Linguists) کے نزدیک سب زبانیں برابر ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ بعض زبانیں ایک قسم کے کام کے لیے دوسری زبانوں کی نسبت زیادہ مناسب نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر انگریزی خلائی تحقیق یا دوسرے ایسے کاموں کے لیے اس زبان کی نسبت زیادہ اہم ہے جس میں ایسی سائنسی اصطلاحات موجود نہیں۔ اس کو ساختی (Structural) برتری کی بجائے عملی (Functional) تناسب کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ جہاں تک ساخت یعنی صوتیہ (Phoneme) اور صرفیہ (Morpheme) وغیرہ کا تعلق ہے تو اس کے لیے برتری کا کوئی خاص معیار طے کرنا اور اس معیار کے مطابق زبانوں کی پیائش کرنا خاصا مشکل امر ہے۔

ممکن ہے کہ مخصوص آوازیں یا نمونہ ارتکاز میوزیکل اور خوشگوار محسوس ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا کسی سائنسی ریسرچ سے ثابت نہیں ہوا کہ کوئی زبان معروضی طور پر تمام نسل انسانی کے لیے خوشگوار یا خوبصورت ہو۔ اسی طرح یہ کہنا سائنسی طور پر بے بنیاد ہے کہ کوئی زبان ساخت کے لحاظ سے کسی دوسری زبان سے کمتر یا برتر ہے۔ جہاں تک عملی مناسبت کا تعلق ہے تو کوئی بھی زبان فعل کی مناسبت سے تبدیل کی جا سکتی ہے۔ مثلاً اگر ہم پنجابی زبان پیچیدہ سائنسی ریسرچ کے لیے استعمال کرنا چاہیں تو ہم نئے مطالب کے اظہار کے لیے نئے الفاظ یا تو وضع کریں گے یا پھر دوسری زبانوں سے مستعار لیں گے۔ یہی انگریزی کے متکلمین نے کیا اور یہی ہر زبان کے ماہرین کرتے

ہیں جب وہ اپنی زبان سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلقہ مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ زبان کے بارے میں لوگ کیوں اتنی مضبوط فرضی داستانوں (Myths) پر یقین رکھتے ہیں۔ عمومی طور پر یہ فرضی داستانیں ان لوگوں کے دنیا کے بارے میں نظریات کا ایک اظہار ہے۔ اگر وہ کسی خاص شخص یا اس کا کلچر ناپسند کرتے ہیں تو اس کی زبان کے بارے میں بھی وہ یہی رائے رکھتے ہیں۔ اکثر ممالک میں شہری لوگ دیہاتی لوگوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ انہیں کم تر تصور کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ ان کی زبان کی کوئی گرامر نہیں ہے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں اگر متکلم کے ذہن میں گرامر کے اصول موجود نہ ہوں تو اس کے لیے کوئی زبان بولنا ناممکن ہے۔ دیہاتی لوگوں کی زبان کے گرامر ان کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں۔ ممکن ہے وہ تحریری شکل میں موجود نہ ہو۔ گرامر کے تحریری شکل میں نہ ہونے کی ایک وجہ طاقت اور زر کی کمی بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے بغیر یہ تو زبان کی تشہیر کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس میں کتابیں چھاپی جاسکتی ہیں۔

فرضی داستانوں پر اصرار اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زبان کے سائنسی مطالعہ کے دوران اپنے عقائد اور تعصبات پس پشت ڈال دینے چاہیں۔ اگر لسانیات کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کو حال ہی میں سائنسی بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے کے دور میں اچھے ماہرین لسانیات موجود نہیں تھے بلکہ اس دور نے کئی ایک عظیم ماہرین دیئے جن کے خیالات و نظریات اس باب میں پیش کیے جائیں گے۔

## قدیم دور میں لسانیات (Linguistics in Antiquity)

لسانیات کی تاریخ پر مغربی تحریروں کا آغاز افلاطون (427-347BC) سے ہوتا ہے۔ جبکہ پاکستان کے ایک قدیم شہر ٹیکسلا میں سنسکرتی گرامر دان پانینیپانچویں تا ساتویں صدی قبل از مسیح کے دور میں گزرا۔ یعنی اس کا دور افلاطون کے دور سے پہلے کا ہے۔ پانینی سے پہلے بھی شائد دوسرے ماہرین لسانیات گزرے ہوں۔ مگر ہمارے پاس ان کا تحریری ثبوت موجود نہیں ہے۔

پانینی نے اپنے پیچھے سنسکرت پر چار ہزار اشعار چھوڑے ہیں۔ اس کی آٹھ کتابیں سنسکرت گرامر کے بیان پر مشتمل ہیں۔ اسے صوتیات کا جد امجد کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس نے میں آوازوں کی تخلیق کے لیے منہ میں زبان کی حرکت کی وضاحت کی۔

افلاطون صوتیات کی نسبت معنیات (Semantics) میں زیادہ دلچسپی رکھتا تھا۔ اس کی کتاب کریٹیلس میں کردار زبان کی نوعیت و فطرت پر بحث کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کردار ہرموجینس دلیل دیتا ہے کہ زبان معاشرتی وضع کا نتیجہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ لفظ کتا ایک قسم کے چار ٹانگوں والے جانور کے لیے سمعی وضع کی وجہ سے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہم اسے کتا، سگ، کلب، کتوں، سپائی یا چیٔین بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہم اسے جو بھی نام دیں، وہ آواز جو ہم تخلیق کرتے ہیں اس جانور کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ پس شے اور آواز کے درمیان کوئی لازمی تعلق موجود نہیں ہے۔ اسے نظریہ سماعی زبان یا وضع پسند رائے کہتے ہیں۔

اس کا مخالف نقطہ نظر کریٹیلس نے دیا۔ اس نے کہا کہ الفاظ اور اشیاء کے درمیان ایک اندرونی تعلق ہوتا ہے اور وہ آوازیں جو ہم تخلیق کرتے ہیں ان میں معنی کی کوئی پیچیدہ تہہ ضرور موجود ہوگی۔ یہ صرف اس چیز کے متعلق ہوگی جس کے لیے وہ بولا جاتا ہے۔

سقراط اسی نظریے کی طرف جھکاؤ زیادہ رکھتا تھا۔ اگرچہ اس حوالے سے کوئی حتمی نتیجہ نہ نکالا جاسکا۔ بعد میں یونانی فلسفی ارسطو نے اسی رائے کی تائید اپنے مضمون (De Interpretatione) میں کی۔ اسے لزومی (Essentialist) یا فطری (Naturalistic) نقطہ نظر بھی کہا جاتا ہے۔ روایت پسند (Conventionalist) اور فطری نقطہ نظر (Naturalistic Views) کے درمیان بحث پورا زمانہ وسطی جاری رہی۔ سوسئیر نے بھی اس میں حصہ ڈالا جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

## قرون وسطی میں لسانیات (Linguistics in the Middle Ages)

رومیوں کے دور میں ماہرین لسانیات کے لیے گرامر سب سے زیادہ اہم چیز بن گئی۔ قانون دان مارکس ٹیرینٹس وارو نے لاطینی گرامر پر ایک کتاب "لاطینی زبان" لکھی۔ اس دور میں رومن موثر انداز میں بولنے کے شوقین تھے اور گرامر اس کا ایک حصہ تھا۔

قرون وسطیٰ میں بھی لکھنے اور بولنے پر زور جاری رہا۔ اس دور کی یونیورسٹیوں مثلاً پیرس، پیڈوا، آکسفرڈ، کیمبرج وغیرہ میں گرامر، فن خطابت اور بولیات (Dialectics) سکھائی جاتی تھیں۔ لاطینی زبان چونکہ سکالرز کی زبان تھی اس لیے اسے دوسری زبانوں پر افضل خیال کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جب یورپی زبانوں کے گرامر لکھنے کی باری آئی تو ان گرامر کو بھی لاطینی گرامر کے اصولوں پر لکھا گیا۔

جنوبی ایشیاء میں بھی گرامر ایک ایسے مصنوعی موضوع کے طور پر سامنے آئے جو کہ پیچیدہ اصولوں اور خاص اصطلاحات سے بھرپور تھا۔ جدید اردو گرامر آج بھی فارسی اور عربی اصطلاحات سے بھرے ہوئے ہیں جنھیں صرف یاد کیا جا سکتا ہے۔ ایسے گرامر متکلم کو کچھ نہیں بتاتے۔ اسی طرح ہندی میں بھی سنسکرت سے مستعار لی گئی اصطلاحات ہیں۔ یہ گرامر صرف یہ کرو وہ نہ کرو قسم کے اصول بیان کرتی ہے۔ اسے تقعید کہتے ہیں۔ ایسے گرامر تقعیدی گرامر (Prescriptive Grammar) کہلاتے ہیں۔ یہ روایتی اندازِ تعلیم جنوب ایشیائی نظامِ تعلیم میں مختلف مضامین بشمول انگریزی کے لیے لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے۔

## تقابلی لسانیات (Comparative Linguistics)

انیسویں صدی میں لسانیات نے وسطی یورپ میں ترقی کی۔ یورپی یونیورسٹیوں میں بالخصوص جرمنی کی یونیورسٹیاں تحقیق کو بنیادی اہمیت دیتی تھیں۔ ان کی تحقیق کا بنیادی مقصد ایک زبان کے الفاظ کا دوسری زبان کے الفاظ سے تقابلی جائزہ لینا ہوتا تھا۔ اسے علم اللسان (Philology) کہا جاتا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ philology ہے۔ philo سے مراد محبت جبکہ logos سے مراد الفاظ ہیں یعنی الفاظ کی محبت۔ جیسے جیسے الفاظ کے مطالب بدلے ماہرین کو الفاظ کے آغاز اور ارتقاء کا مطالعہ کرنا پڑا جسے علم الاشتقاق (Etymology) کہا جاتا ہے۔ اس دور کے گرامر دانوں کو ماہرین تقابلی لسانیات (Comparative Linguists) اور ماہرین تاریخی لسانیات (Historical Linguists) کہا جاتا ہے۔

ماہرین علم اللسان (Philologists) کی سب سے بڑی خدمت یہ دریافت تھی کہ زبانوں کی خاندانوں کی صورت میں گروہ بندی کی جا سکتی ہے۔ یورپ اور جنوبی ایشیاء کی زبانیں، زبانوں کے ہندیورپی خاندان (Indo-European Family) سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ تاثر الفاظ

کے تقابل سے قائم ہوا جو ایک دوسرے سے اتنے مشابہ تھے کہ اس بات کا قوی امکان محسوس ہوا کہ یہ الفاظ ایک لفظ سے نکلے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک جد زبان نے دوسری دختری زبانوں کو اس وقت جنم دیا جب اس کے متکلمین آبائی جگہ چھوڑ کر دور دراز علاقوں میں مقیم ہو گئے۔

زبانوں کی گروپ بندی میں ایک اہم نام سر ولیم جونز ہے۔ وہ انڈیا میں جج تھا اس نے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال بھی بنائی۔ اس نے کہا کہ سنسکرت، لاطینی اور یونانی زبانوں کے درمیان مماثلت اتفاقیہ نہیں ہے۔ اس نے دلائل دیئے کہ تینوں زبانیں لازمی طور پر کسی ایک جدِ امجد سے ماخوذ ہیں۔

ماہرین تقابلی لسانیات کے نقطہ نظر کو درج ذیل ٹیبل کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے۔

| Table 1 | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| Concept | Languages | | | | | | | |
| | Pashto | Latin | Greek | Sanskrit | French | English | Persian | Punjabi |
| father | plar | pater | pater | pita | pere | father | pidar | peo |
| three | drae | tres | treis | tri | trios | three | sae | tin |

| Table 2 | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| Languages | | | | | | | |
| S.No. | Persian | Urdu/Hindi | Punjabi | Sindhi | Pashto | French | Arabic |
| 1. | yak | ek | ik | hik | yau | un | vahid |
| 2. | du | do | do | ba | dwa | deux | athnan |
| 3. | sae | teen | tin | tre | drae | trois | salasa |
| 4. | chahar | char | char | char | salor | quatre | arba |
| 5. | punj | panch | punj | punj | pinzao | cinq | khamsa |
| 6. | shish | che | che | cha | shpug | six | sitta |
| 7. | haft | saat | sut | sut | owo | sept | saba |
| 8. | husht | aath | uth | uth | ato | huit | samania |
| 9. | noh | nao | no | nava | nava | neuf | tisa |
| 10 | dach | das | dah | dah | las | dix | ashara |

ایک جرمن سکالر اگست شلیچر (August Schleicher) نے نظریہ شجرہ نسب دیا۔ اس کے مطابق ایک خاندان سے تعلق رکھنے والی زبانیں ایک مشترک جد سے نکلتی ہیں۔ یہ شجرہ یک دم وجود میں نہیں آیا بلکہ سکالرز نے سالہا سال محنت وجفاکشی سے ریسرچ کر کے ایسے ثبوت فراہم کیے جن سے شجرہ کی تعمیر ممکن ہو سکی۔ درج ذیل خاکہ میں ہندیورپی زبانوں کا شجرہ نسب پیش کیا جارہا ہے یعنی یہ (Proto Indo European) PIE کے آغاز کے بارے میں ہمارے تصور کا اظہار ہے۔

- PRIMITIVE INDO-EUROPEAN
  - Germanic
    - Anglo-Frisian: English, Frisian
    - Dutch-German: Dutch, Afrikaans, German, Yiddish
    - Scandinavian: Danish, Swedish, Bokmal, Nynorsk, Icelandic, Faroese
  - Celtic: Breton, Welsh, Irish and Scottish Gaelic
  - Italic
    - Oscan and Umbrian (dead languages)
    - Latin: Portuguese and creoles, Castilian and creoles, Catalan, Occitan, French and creoles, Italian, Sardinian, Rhaeto-Romanic, Romanian
  - Hellenic: Demotic, Katharevusa
  - Albanian
  - Armenian
  - Tocharian
  - Indo-Iranian
    - Iranian: Old forms: old Persian, Avestan and Pahlavi; Kurdish, Persian, Pashto, Baluchi, Tadzhik
    - Indic: Old forms: Sanskrit and Pali; Hindi, Urdu, Bengali, Assamese, Oriya, Marathi, Nepali, Rajasthani, Bihari, Gujarati, Sindhi, Punjabi, Dardic, Sinhalese, Bhili, Pahari etc.
  - Balto-Slavonic
    - Baltic: Lithuanian, Latvian
    - Slavonic
      - (West Slavonic): Polish, Czech, Slovak
      - (South Slavonic): Serbo-Croatian, Slovene, Bulgarian and Macedonia
      - (East Slavonic): Russian, Ukrainian, Byelorussian

PIE کے علاوہ دوسرے بہت سارے لسانی خاندان ہیں۔

Table 3

| Language Family | Languages |
|---|---|
| Semitic | Arabic, Hebrew, Amharic |
| Altaic | Turkish, Mongol |
| Sino-Tibetan | Mandarin Chinese, Wu Chinese of Shanghai, Languages of Tibet and Southeast Asia |
| Dravidian | Tamil, Telugu, Kannada, Malayalam |
| Bantu | African languages |

بعض زبانوں کو کسی خاندان میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی زبانوں کو تنہا زبان (language isolate) کہا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال ہنزہ، یاسن اور گلگت میں بولی جانے والی بروشسکی زبان ہے۔ اس طرح کی ایک ہزار زبانوں کا ذکر کرسٹل نے اپنی کتاب میں کیا ہے [4]۔

## بیسویں صدی میں لسانیات (Twentieth Century Linguistics)

جدید لسانیات کی پیدائش سوسئیر کے کام سے ہوئی۔ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ دوسروں کی طرح سوسئیر نے بھی اپنے کام کا آغاز فلسفیانہ روایت میں تاریخی تقابلی لسانیات کے ساتھ کیا۔ وہ اپنی 1879 میں چھپنے والی کتاب "ہندیورپی زبانوں میں مصوتہ (Vowel) کے قدیم نظام پر ایک تذکرہ" سے مطمئن نہ تھا وہ روایتی بنیادوں پر لکھی گئی تھی اس نے ایک خط میں لکھا۔

"موجودہ اصطلاحات کی کمیابی، ان کی اصلاح کی ضرورت، اور یہ کرنے کے لیے، یعنی ان کے اظہار کے لیے کہ زبان کس قسم کی چیز ہے، علم اللسان کے اندر میری دلچسپی میں مسلسل خلل کا باعث ہے۔" [5]

اس نے کچھ اصطلاحات خود تخلیق کی۔ جنھیں اس نے اپنی زندگی میں نہ چھپوایا 1891ء میں اسے جنیوا یونیورسٹی کی جانب سے ہندیورپی لسانیات کے ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر شپ کی آفر ہوئی اور یہاں اس کے کچھ طلباء نے اس کے لیکچرز کو نوٹس کی صورت میں ترتیب دیا۔ 1913ء میں اس کی وفات کے بعد اس کے دو شاگردوں نے اس کے نوٹس کو اکٹھا کیا اور 1916ء میں "عمومی لسانیات میں ایک کورس" (A Course in General Linguistics) کے نام سے کتاب چھاپی۔ اس کتاب نے درج ذیل نظریات پیش کر کے جدید لسانیات کی بنیاد رکھی۔

## ا۔ لسانیاتی رمزیں سماعی ہیں۔ (Linguistic Signs are Arbitrary)

(سماعی سے مراد وہ جو قاعدے یا اصول کی بجائے اہل زبان سے سننے پر مبنی ہو)

فطری / تواضعی بحث کا ذکر افلاطون کی کریٹلس کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اگر آپ اس بحث کو سمجھ چکے ہیں تو آپ کو سوسئیر کے نظریات سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ المختصر سوسئیر نے تواضعی رائے سے اتفاق کیا۔ اس نے کہا کہ زبان محض ایک سماعی نظام ہے۔ جس میں آوازوں کے کسی مجموعے کا آزادانہ طور پر کچھ بھی مطلب ہو سکتا ہے۔

لسانیاتی رمز یا رمز سے مراد ایسی آواز جو کسی شے یا چیز کے ساتھ منسوب ہو۔ مثال کے طور پر "کتا" آوازوں کا مجموعہ ہے۔ یہ لسانیاتی رمز ہے۔ اردو میں ان آوازوں سے مراد چار ٹانگوں والا جانور ہے جو کہ کینائن (Canine) خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس طرح یہ ایک جانور پر دلالت کرتا ہے۔ اس جانور کے لیے مختلف زبانوں میں مختلف نام ہیں۔ مثلاً ڈاگ (انگریزی)، چیئین (فرانسیسی)، کلب (عربی)، کتا (اردو، ہندی)، سگ (فارسی)، سپائی (پشتو)۔

پس ثابت ہوا کہ دلالت کرنے والی آوازیں مختلف ہیں۔ لیکن جس کی طرف دلالت کی جاتی ہے وہ ایک ہی ہے۔ سوسئیر نے دلیل دی کہ لسانیاتی علامتوں اور چیزوں کے درمیان تعلق سماعی ہیں۔ ہم کسی بھی چیز پر دلالت کے لیے کوئی بھی آوازوں کے مجموعے چن سکتے ہیں۔ آوازوں کی فطرت میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں جو انہیں خاص چیز کے لیے مخصوص کرتی ہو۔

اگر جانوروں کے شور کی بات کریں تو ایسا غلط محسوس ہوتا ہے یہ آوازیں اگرچہ مستثنیٰ ہیں۔ اس کے باوجود مختلف زبانوں میں جانوروں کے شور کے لیے مختلف آوازیں ہیں۔ ان کو (onomatopoeic words) کہا جاتا ہے۔

ان جزئیات کے علاوہ سوسئیر کا نظریہ درست ہے یہ ایک اہم نظریہ ہے کیونکہ اس نے لسانیاتی رمزوں کی دوسری چیزوں کے ساتھ تعلق کے حوالہ سے مطالعہ کی طرف رہنمائی کی اور نتیجہ کے طور پر ان تعلقات کا مطالعہ کیا گیا۔ ان تعلقات کو ریاضیاتی زبان میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ جو جدید لسانیات کو سائنسی اور جامع بنا دیتے ہیں۔

## یک زمانی بمقابلہ دوزمانی(Synchrony Versus Diachrony)

سوسئیر نے زبان کے یک زمانی اور دو زمانی مطالعہ میں تفریق کی۔ اسے انگریزی میں synchrony and diachrony کہا جاتا ہے۔ chronos لاطینی میں وقت، syn کا مطلب اسی وقت پر، اور dia کا مطلب وقت کا گزرنا ہے۔ اس طرح یک زمانی لسانیات کا مطلب موجودہ وقت میں لسانی نظام کا مطالعہ جبکہ دوزمانی لسانیات کا مطلب تاریخی حوالے سے لسانی نظام کا مطالعہ ہے۔

سوسئیر کے دور میں دوزمانی(Diachronic)لسانیات پر زور دیا جاتا تھا۔ آج کل یک زمانی (Synchronic) لسانیات کو اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ اگر ہم لسانی نظام کے اصل طریقہ کار اور دماغ میں اس کے محفوظ ہونے کے عمل کو جاننا چاہتے ہیں تو اس نظام کا معروضی مطالعہ ضروری ہے۔ اس بات نے لوگوں کو موجودہ حالت پر لسانی نظاموں کی وضاحتوں کی طرف دوبارہ راغب کر دیا ہے[5]۔

## ۲۔افقی بمقابلہ عمودی (Syntagmatic Versus Paradigmatic)

درج ذیل فقرے پر غور کریں۔ میں کتابوں کا شوقین ہوں۔ یہاں الفاظ ایک دوسرے کے پیچھے افقی سمت میں واقع ہوئے ہیں۔ جیسے "میں -کتابوں -کا-شوقین-ہوں" الفاظ کے درمیان ایسا تعلق افقی(Syntagmatic) تعلق کہلاتا ہے۔

اب نیچے دیئے گئے فقروں پر غور کریں اور دیکھیں کون کون سے الفاظ کی جگہ پر دوسرے الفاظ رکھے جاسکتے ہیں۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| میں | کتابوں کا | شوقین | ہوں۔ |
| تم | گھڑیوں کے | ماہر | ہو۔ |
| وہ | علم کا | طالب | تھا۔ |
| ہمیں | غلطی پر | افسوس | ہو گا۔ |

ہم نے دیکھا کہ لفظ "میں" کو اسی قسم کے دوسرے الفاظ سے بدلا جاسکتا ہے۔ اسی طرح فعل "ہونا" کی مختلف حالتیں ( ہوں، ہے، ہیں، تھا، تھی، تھے، گا، گی،

گے) ہی فعل کی جگہ پر استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اور کوئی لفظ نہیں رکھ سکتے۔ اسی طرح
دوسرے الفاظ کے خانہ میں اسی قسم کے الفاظ کی ہی مختلف حالتیں رکھی جا سکتی ہیں۔
خانہ ایسی جگہ کو بیان کرتا ہے جس میں صرف اسی قسم کے الفاظ واقع ہو سکتے
ہیں۔ ایسا تعلق عمودی (Paradigmatic) تعلق کہلاتا ہے۔ پس اسم ضمیر کی گردان
سے ہم کوئی اسم ضمیر اس خانہ کے لیے چن سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے خانوں کے
لیے دوسرے الفاظ ہیں۔

## لسان بمقابلہ کلام (Langue Versus Parole)

لسان (Langue) وہ مکمل اور جامع گرامر کا نظام جو ایک خاص معاشرتی
گروہ استعمال کرتا ہے۔ کلام (Parole) کسی زبان کے بولنے والے کسی فردِ واحد کا
ذاتی ادائیگی کا نظام ہے۔

## ساختیات (Structuralism)

سوسئیر کے کام نے ساختیات کے ارتقاء کو متاثر کیا۔ مختصر طور پر زبان ایک
نظام ہے یہ ایک ساخت ہے جس کے مختلف حصے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے
ہیں۔ یورپ میں لسانیات کا مشہور سکول پراگ سکول کے نام سے جانا جاتا ہے۔
Nikolay Sergeyvich Trubetskoy (d.1965) اس کی نمائندگی کرتے
تھے اور اس نے لسانیات میں ساختی روایت جاری رکھی۔ اس نے فرانس میں بھی لیکچر
دیئے اور اس طرح فرانسیسی ماہرین لسانیات کو بلٹ کی طرح متاثر کیا۔
امریکہ میں ماہرین بشریاتی لسانیات فرینز باس (d.1942)، ایڈورڈ
ساپر (d.1939) اور بنجامن لی ورف ساختیات کے ماننے والے تھے۔ ان کا تفصیلی
بیان بشریاتی لسانیات (Anthropological Linguistics) کے ذیل میں
ہو گا۔ واحد امریکی ماہر ساختیاتی لسانیات جس کا یہاں ذکر کرنا ضروری ہے وہ بلوم
فیلڈ (d. 1949) ہے۔ 1929 میں بلوم فیلڈ نے سوسئیر کی امریکہ میں لسانیات کے

ارتقاء کو متاثر کرنے والی کتاب پر تبصرہ کیا۔ چامسکی کے صلاحیت (Competence) اور کارکردگی (Performance) کے تصورات سوسئیر کے لسان اور کلام کے امتیاز کے بہت قریب ہے۔ سوسئیر کے خیالات کو Cahiers De Saussure فروغ دے رہے ہیں اور سوسئیر کے نام پر ایک ادارہ بھی کام کر رہا ہے۔ سوسئیر کے نام پر ایک ادارہ بھی کام کر رہا ہے۔ سوسئیر کا نیا مواد بھی شائع ہو رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے کام میں دلچسپی دوبارہ اجاگر ہو گئی ہے [6]۔

ساختیات نے یہ صرف لسانیات پر بلکہ عمرانیات، بشریات اور فلسفہ پر بھی غلبہ کیا۔ بشریات میں اس کا اطلاق کلاڈ لیوی سٹراس نے کیا۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ مشہور ماہرین عمرانیات ایمیلی درخیم اور مارسل ماس نے ساختیات کو معاشرے کے مطالعہ کے لیے استعمال کیا۔ جیسے زبان بطور نظام ثنائی تخالف (Binary Opposition) پر قائم ہے ایسے ہی معاشرے کی ثنائی تخالفوں کی بنیاد پر درجہ بندی کی گئی۔ پس ایک خاندان اگر ایک موقع پر لڑکی کو بیاہنے والا ہے تو دوسرے موقع پر وہ کسی اور خاندان کی لڑکی کو دلہن بنا کر لانے والا بن جاتا ہے۔ المختصر ایک ثقافت کے مختلف پہلو ایک دوسرے سے اس طرح منسلک ہوتے ہیں کہ انہیں الگ کر کے سمجھا نہیں جا سکتا۔ سوسئیر اور ہمبولڈ کے نظریات نے اسی طرح کی بصیرتوں کے مختلف پہلوؤں سے سماجی علوم کو متاثر کیا۔

بلوم فیلڈ ایک ماہر نفسیات واندت (Wandt) کے کام سے بھی بہت متاثر تھا۔ واندت کرداریت (Behaviourism) یعنی رویے کا مطالعہ پر یقین رکھتا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ذہنی زمرہ (Class) کی طرف حوالہ یا تو نکال دیا گیا یا بہت کم رہ گیا۔ جیسا کہ دماغ کا مشاہدہ کرنا ممکن نہ تھا پس دماغ کے اندرونی عمل کے بارے میں بات کرنا غیر سائنسی ٹھہرا۔ اس کے برعکس رویے کا مشاہدہ ممکن تھا۔ پس ماہرین نفسیات کے مطالعہ کا مرکز انسانی رویہ تھا۔ لسانیات میں اس سے مراد کلام کا اس لحاظ

سے مطالعہ کرنا کہ یہ کسی خاص محرک کا رد عمل ہے۔ محرک (Stimulus) سے
مراد وہ جو ہم دیتے ہیں۔ اور رد عمل سے مراد وہ جو جواب میں وقوع پذیر ہوتا ہے یا جو
نتیجہ نکلتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم حرارت کا محرک کسی جانور پر منطبق کریں تو
رد عمل کے طور پر وہ اپنا جسم دور کرے گا تاکہ درد سے بچ سکے۔ بلوم فیلڈ نے محسوس
کیا کہ مطالب کو بھی کسی خاص محرک کے رد عمل کے طور پر لیا جا سکتا ہے۔ بلوم فیلڈ کی
کتاب "زبان" (1933) امریکی لسانیات پر چومسکی کے وقت تک حاوی رہی۔ زیر
نظر کتاب میں زیادہ تر گفتگو چومسکی لسانیات پر ہوگی۔ پہلے نظری لسانیات کے بنیادی
تصورات سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے صوتیات کی بات کرتے ہیں۔

# حوالہ جات

[1] G. Deutscher, *The Unfolding of Language*. Random House, 2001.

[2] R. Dawkin, "The selfish gene," *Oxford Univ. Press*, vol. 1, p. 976, 1976.

[3] M. Corballis, *From hand to mouth: the origins of language*. Princeton University Press, 2002.

[4] D. Crystal, "The English Encyclopaedia of Language." Cambridge: Cambridge University Press, 1987.

[5] J. D. Culler, *Saussure*, vol. 3743. Harvester Press, 1976.

[6] C. Sanders, "Introduction□: Saussure today," *Online*, vol. 1, no. 1, p. 297, 2006.

# آوازوں کا مطالعہ

انسانی گفتگو (Human Speech) میں آواز کا مطالعہ صوتیات (Phonetics) کہلاتا ہے۔ اس کی درج ذیل شاخیں ہیں۔

۱۔ تلفظی صوتیات (Articulatory Phonetics)

۲۔ سمعیاتی صوتیات(Acoustic Phonetics)

۳۔ سمعی صوتیات (Auditory Phonetics)

تلفظ(Articulation) سے مراد منہ سے آواز کی تخلیق ہے پس صوتیات کی یہ شاخ آواز کی تخلیق، بیان اور ترسیم (Transcription) کو (علامات کی مدد سے ان کی تحریر) بیان کرتی ہے۔

سمعیاتی صوتیات (Acoustic Phonetics) آوازوں کی طبعی خصوصیات کا مطالعہ ہے۔ ایسے آلات موجود ہیں جو آوازوں کا تعدد(Frequency) بتاتی ہیں۔ اسی طرح دوسری خصوصیات کا مطالعہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

سمعی صوتیات (Acoustic Phonetics) کان کے ذریعہ آواز کے حصول اور دماغ میں اس کی پروسیسنگ کا نام ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم مطالعہ کرتے ہیں کہ:

۱۔ آواز کیسے پیدا ہوتی ہے۔

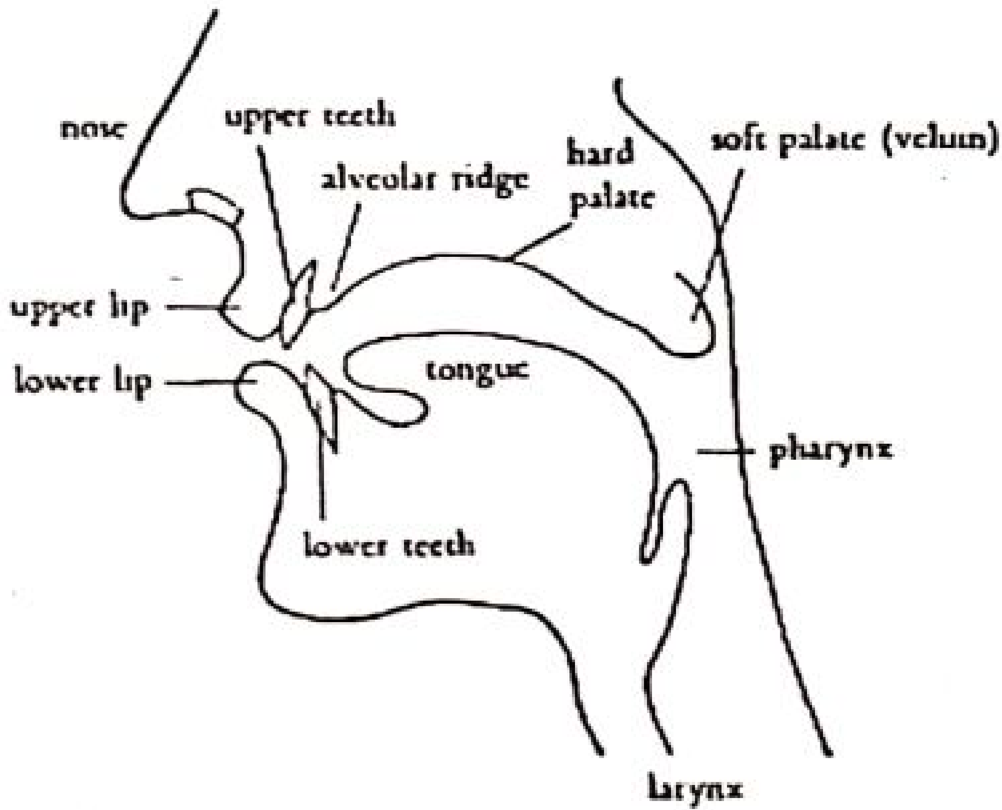
۲۔ یہ منہ سے کان تک کا سفر کیسے طے کرتی ہے۔

۳۔ کان اور دماغ کس طرح اس کا ادراک حاصل کرتے ہیں۔

اس کتاب میں ہم صرف تلفظی لسانیات (Articulatory Phonetics) کا مطالعہ کریں گے۔

## آوازِ کلام کی تخلیق

ہم سب سے پہلے منہ کا جائزہ لیں گے جہاں آوازِ کلام تخلیق ہوتی ہے۔ شکل ا میں بنیادی اعضائے تلفظ پہچاننے میں مدد ملے گی۔ اعضائے تلفظ (Articulators) سے مراد وہ اعضاء جو آواز کی تخلیق میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔




ہوا کے اعضائے تلفظ کے ساتھ ٹکرانے سے آواز تخلیق ہوتی ہے۔ ہوا پھیپھڑوں سے ایک لہر کی صورت میں آتی ہے۔ جسے پلمونری سٹریم (Pulmonary Stream) کہتے ہیں۔ یہ دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اخراجی لہر جب ہوا کی لہر منہ سے باہر جاتی ہے دوسری داخلی لہر جب ہوا منہ کے اندر جاتی ہے۔ سندھی اور سرائیکی داخلی لہر والی زبانیں ہیں۔ اب اعضائے تلفظ (Articulators) کا جائزہ لیتے ہیں۔

### ا۔ حنجرہ (Larynx)

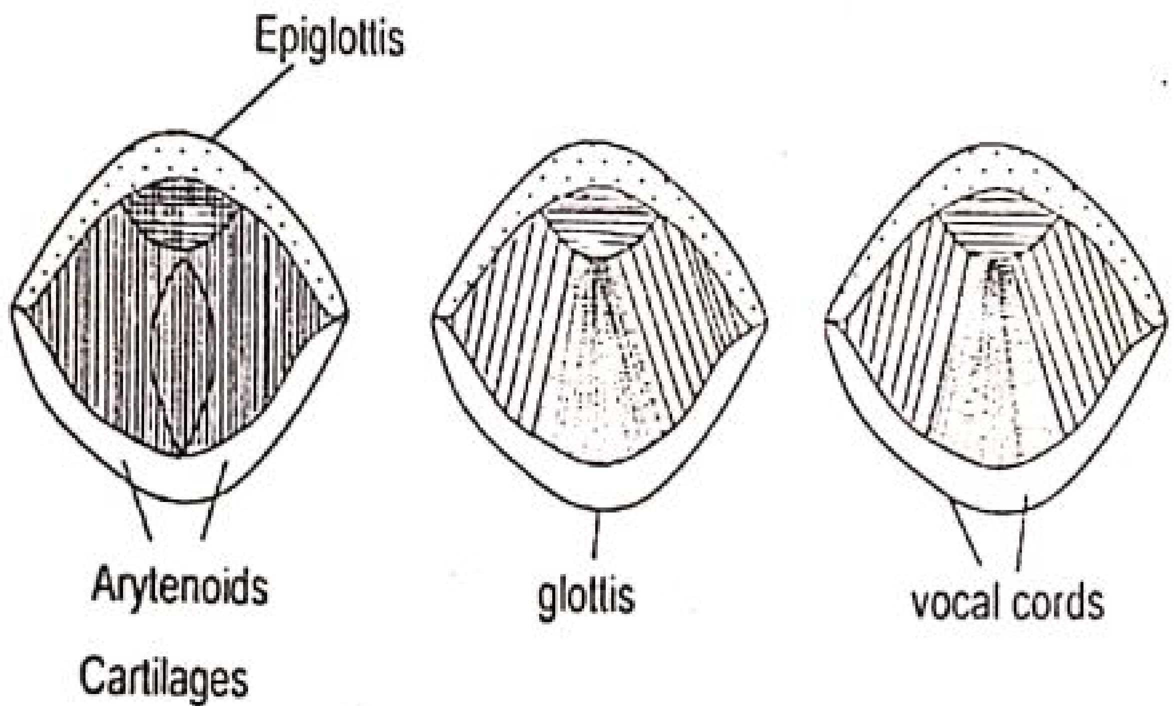
حنجرہ ایک بکس کی مانند خالی جگہ / خلاء ہے جو پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا کو گزرنے کا رستہ فراہم کرتی ہے۔

۲۔ صوتی اوتار (Vocal Cords)

حنجرہ کے شروع میں صوتی اوتار ہوتے ہیں یہ سلنسر کا ایک جوڑا ہے جو ایک دوسرے کے مخالف سمت میں موجود ہوتے ہیں۔

۳۔ حلقوم (Pharynx)

یہ ایک ٹیوب ہے جو حنجرہ کے اوپر سے شروع ہوتی ہے (یعنی وہ راستہ ہے جو پھیپھڑوں تک جاتا ہے) یہ عورتوں میں سات سم اور مردوں میں آٹھ سم اندازاً ہوتا ہے۔ اوپری سرے پر یہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک ناک میں چلا جاتا ہے اور دوسرا منہ کے پچھلے حصے میں کھلتا ہے۔




a. Closed as for (?)

b. Open as for a voiceless sound

c. Vibrating as for a voiced sound

جب ہوا گزرتی ہے تو صوتی اوتار بڑی تیزی سے کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ اسے ارتعاش (Vibration) کہتے ہیں۔ یہ ایک سیکنڈ میں 70 سے 100 تک ہو سکتی ہے۔ ارتعاش کو مصمتیت (Voicing) کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر آپ /ز/ کی آواز نکالنے کی حالت میں زبان کو رکھیں اور یہ آواز نکالتے رہیں تو آپ ایک بھنبھناہٹ کی آواز (Buzzing Sound) سنیں گے یہ صوتی

او تار کا ارتعاش ہے۔ آپ اپنی انگلیوں کو گردن پر رکھ کر اس ارتعاش کو محسوس کر سکتے ہیں۔ اسی طرح /س/ کی آواز نکالیں تو ارتعاش ختم ہو جائے گا۔ /ز/ والی آواز کو مسموع (Voiced) جبکہ /س/ والی آواز کو غیر مسموع ( (Unvoiced) (Unvoiced کہتے ہیں۔ آواز کی دوسری خصوصیات میں بھی اسی طرح تفریق کی جاسکتی ہے۔

۴۔ انفی جوف(Nasal Cavity)

ناک میں موجود خالی جگہ انفی جوف (Nasal Cavity) کہلاتی ہے۔ اس کے اندر موجود ہوا شور پیدا کر سکتی ہے۔ جسے گونج (Resonance) کہتے ہیں۔ اگر نرم تالو نیچا کر دیا جائے تو انفی جوف جسامت میں بڑھ جاتی ہے۔ نرم تالو متحرک گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے جو کہ منہ کی نالی میں سانس کی نالی کو ملا اور جدا کر سکتا ہے۔ اگر اس کو نیچا کر دیا جائے تو ہوا کا حجم جو کہ ارتعاش دے گا زیادہ ہو گا۔ اب اگر منہ کا راستہ روک دیا جائے اور ساری ہوا ناک کے ذریعہ گزرے تو انفی اثر حاصل ہو گا۔ اسے انفیت (Nasalization) کہتے ہیں۔ اگر ناک انفی جوف کے پیچھے سے بلاک کر دیا جائے تو آواز انفی نہیں کی جاسکتی تاہم اگر نرم تالو کو مستقل طور پر نیچے کر دیا جائے تو انفیت (Nasalization) ہو گی۔

۵۔ دہنی جوف(The Oral Cavity)

زیادہ تر اعضائے تلفظ (Articulators) دہنی جوف میں موجود ہیں۔ اب ان کا باری باری ذکر ہو گا۔

ا۔ لب (The Lips)

دونوں لب مل کر ہوا کا راستہ روک سکتے ہیں یہ عمل ایسی آواز پیدا کرتا ہے جسے بندشہ (Stops) یا انفجاریہ (Plosive) کہتے ہیں۔ اسے انفجاریہ (Plosives) اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ہوا کا راستہ بہت کم وقت کے لیے روکتا ہے۔ اس کے بعد ہوا اندر (درانفجاریہ Implodes) یا باہر (Explodes برانفجاریہ) چلی جاتی ہے۔ /پ/ اور /ب/ ایسی دو آوازیں ہیں جنھیں دہرانے سے محسوس کیا جاسکتا ہے کہ کس طرح لب ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔ لبوں کو

گول کیا جا سکتا ہے، ایک دوسرے سے ملائے بغیر ایک دوسرے کے قریب لایا جا سکتا ہے۔ یہ عمل مختلف آوازیں پیدا کرتے ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ب۔ دانت(The Teeth)

مختلف آوازوں کے لیے زبان دانتوں کے درمیان یا پیچھے ہو سکتی ہے۔ اگر ہم /ف/ یا /و/ کی آوازیں پیدا کرنے کی کوشش کریں تو زیریں ہونٹ، بالائی ہونٹ سے ملتا ہے۔

د۔ پس لثوی دندانی ابھار(Alveolar Ridge)

بالائی دانتوں کے بالکل پیچھے ابھرے وسیع حصے کو پس لثوی دندانی ابھار کہتے ہیں۔ بعض آوازیں زبان کو دندانی ابھار کے قریب لانے یا ساتھ ملانے سے تخلیق ہوتی ہیں۔

ج۔ سخت تالو(Hard Palate)

یہ پس لثوی دندانی ابھار کے پیچھے سخت ڈھلوان والی جگہ ہے اگر زبان کو پس لثوی دندانی ابھار سے پیچھے لے کر جائیں تو اس جگہ کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔

چ۔ نرم تالو(Soft Palate)

یہ سخت تالو کے پیچھے نرم گوشت سے بھرپور جگہ ہے اسے غشا (Velum) بھی کہتے ہیں۔ وہ آوازیں جو زبان کے اس حصے کو چھونے یا اس کے قریب آنے سے پیدا ہوتی ہیں غشائی آوازیں (Velar Sounds) کہلاتی ہیں۔

د۔ لہوا(Uvula)

یہ گوشت کا تکونی ٹکڑا ہے جو کہ منہ کی چھت سے لٹک رہا ہے۔ آپ اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اگر آپ اپنی زبان کو نیچے رکھتے ہوئے اپنے منہ کو شیشے میں کھول کر دیکھیں۔ چند آوازیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب یہ زبان سے جڑتا ہے۔

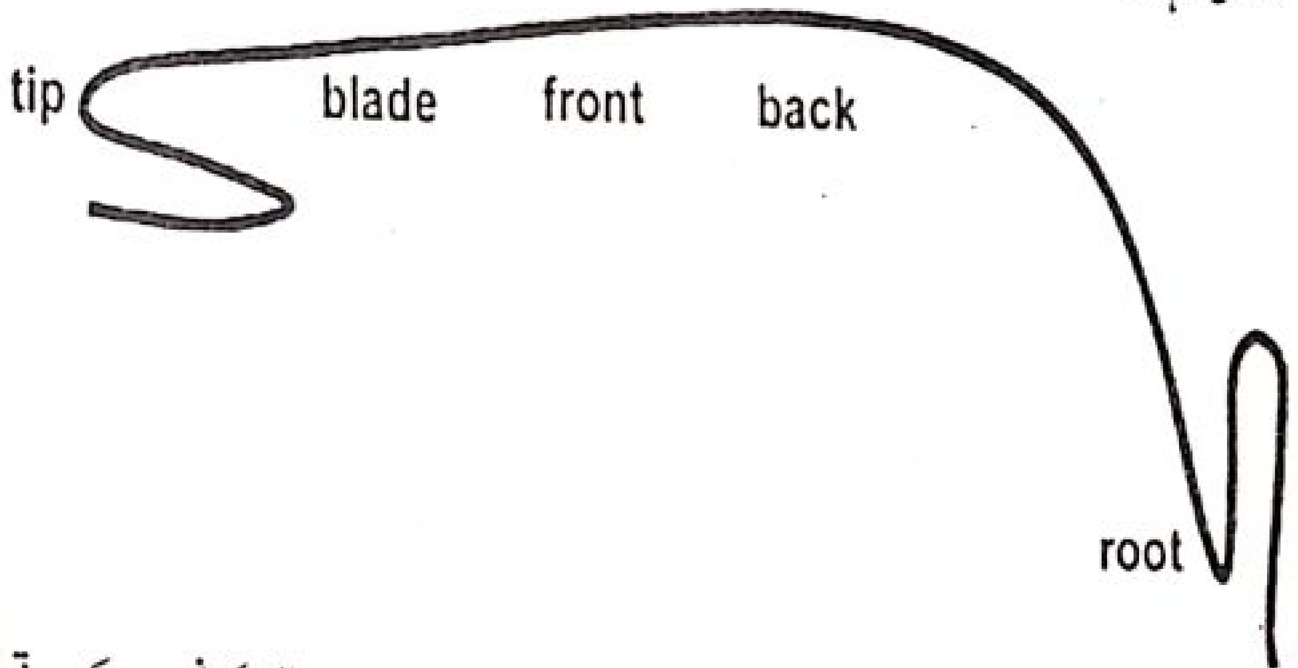
## ز۔زبان(The Tongue)

زبان منہ کے اندر اوپر نیچے حرکت کر سکتی ہے اور مڑ سکتی ہے ایسا کرنے سے یہ منہ کے دوسرے حصوں سے تعلق پیدا کرتی ہے۔اور آواز کی تخلیق کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔زبان کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔نوک Tip    ۲۔تیغہ Blade    ۳۔ پیش زبان Front

۴۔وسط Middle    ۵۔عقب Back    ۶۔جڑ Root

یاد رکھیے کہ زبان کی نوک اس کا پیش نہیں ہے۔نوک زبان کے پیچھے تیغہ ہے اور پیش زبان اس کے پیچھے ہے۔در حقیقت پیش زبان زبان کے درمیان کے قریب ہے۔جب زبان حالتِ سکون میں ہوتی ہے۔تو نوک دانتوں کو چھوتی ہے۔اور تیغہ پس لثوی دندانی ابھار ہوتا ہے۔پیش زبان سخت تالو کے نیچے جبکہ عقب نرم تالو کے نیچے ہوتا ہے۔جڑ زبان کو منہ کے پچھلے حصے سے جوڑتی ہے۔




لسانیات میں اصطلاحات کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے۔طلباء کو نصیحت کی جاتی ہے کہ جب بھی غیر مانوس اصطلاح سے سامنا ہو لغت کا استعمال کریں۔

## حلقوم(The Glottis)

یہ صوتی اوتار کے درمیان جگہ ہے۔ تمام حنجری آوازیں گلے سے نکلتی محسوس ہوتی ہیں۔

## آوازوں کی درجہ بندی:

آوازوں کو تخلیق کے مقام اور طریق کے لحاظ سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے کو مقام تلفظ(Place of Articulation) اور دوسرے کو طریق تلفظ (Manner of Articulation) کہا جاتا ہے۔ ہونٹ، ہونٹ اور دانت اور اسی طرح مختلف مقام تلفظ ہو سکتے ہیں۔ طریق تلفظ کا مطلب ہے کس طرح ہوا منہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس کو روکا جاسکتا ہے اس کو رہا کیا جاسکتا ہے۔ اس کو رگڑ کے ساتھ رہا کیا جاسکتا ہے۔ ہونٹوں کو گول یا کھلا کیا جاسکتا ہے۔ صوتی اوتار کو ارتعاش دیا جاسکتا ہے۔ اس طرح دوسری مختلف صورتیں وقوع پذیر ہو سکتی ہیں۔

اس باب میں پہلے مختلف زبانوں میں عام طور پر استعمال ہونے والی آوازوں کے ذکر کے ساتھ آغاز کیا جائے گا۔ ان آوازوں میں ہونٹوں سے پیدا ہونے والی آوازوں سے حنجری آوازوں تک جائیں گے پھر ان آوازوں کو بین الاقوامی صوتیاتی انجمن (IPA) کی علامتوں سے لکھا جائے گا۔

آغاز سے قبل چند ضروری اصطلاحات کی تعریفات کو بیان کیا جانا ضروری ہے۔ ایک آواز کو لاطینی زبان میں فون (PHONE) کہا جاتا ہے۔ اس سے اصطلاح فونیم (Phoneme) / صوتیہ (Phoneme) آتی ہے۔ جس کا مطلب ہے آواز کا یونٹ۔ یہ ایک مجرد تصور ہے کیونکہ ہم خالص صوتیہ (Phoneme) ادا نہیں کر سکتے۔ اگر ہم ایک خالص مصمتہ (Consonant) ادا کرنا چاہیں تو ہم ادا نہیں کر سکتے۔ ہم ایک مصوتہ (Vowel) اس کے شروع میں یا اس کے آخر میں لگانا پڑے گا۔ تاہم ہمیں صوتیہ (Phoneme) یعنی آواز کے یونٹ کا ذکر کرنا پڑتا ہے تاکہ ان کو بیان کیا جاسکے۔

اب آوازوں کی اقسام بیان کرتے ہیں۔ مصمتہ (Consonant) وہ ہے جو ہوائی بہاو میں کسی قسم کی رکاوٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ مصوتہ (Vowel) وہ ہے صوتی گزرگاہ میں کسی

قسم کی رکاوٹ کے بغیر پیدا ہوتا ہے۔اب مختلف زبانوں کے لحاظ سے مصمتہ(Consonant) کی جماعت بندی کرتے ہیں۔

## دولبی(Bilabial)

دولبی بندشہ(Bilabial Stops):لب سے مراد ہونٹ ہے۔ /پ/ اور /ب/ وہ آوازیں ہیں جو ہونٹوں سے تخلیق ہوتی ہیں۔ان کے مقام تلفظ ہونٹ ہیں۔ان کا طریق تلفظ یہ ہے کہ ہونٹوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا جاتا ہے۔ ہوا کو روکا جاتا ہے اور پھر انفجار (Explosion) کے ساتھ رہا کردیا جاتا ہے۔ پس /پ/ اور /ب/ کو بندشہ یا انفجاریہ کہتے ہیں۔

صوتی اوتار /پ/ کی ادائیگی میں ارتعاش نہیں ہوتا جبکہ /ب/ کی ادائیگی میں ارتعاش ہوتا ہے۔ پس /پ/ غیر مسموع (Unvoiced) دولبی بندشہ جبکہ /ب/ مسموع (Voiced) دولبی بندشہ ہے۔اگر ہوائی بہاو کو اندر لیا جائے تو اسے داخلی بندشہ (Ingressive Stops) کہتے ہیں۔

## دولبی انفی(Bilabial Nasal):

/م/ اس طرح ادا کیا جاتا ہے کہ دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں اور نرم تالو نیچے ہوجاتا ہے اور ہوا ناک سے خارج ہوتی ہے۔ طریق تلفظ انفی ہے اور /م/ دولبی انفی ہے۔

## نیم مصوتہ(Semi-Vowel)

/و/ دونوں ہونٹوں کو ملا کر گول کرنے سے ادا ہوتا ہے جس انداز سے اسے ملفوظ کیا جاتا ہے وہ مصوتہ (Vowel) سے بہت مماثلت رکھتا ہے۔ ہوا پھیپھڑوں سے آتی ہے اور بغیر کسی خاص رکاوٹ کے خارج ہوجاتی ہے۔انہیں تھوڑی سی رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ہونٹوں کو گول کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آواز کو نیم مصوتہ (semi-Vowel) کہا جاتا ہے۔

لب دندانی(Labio-dental)

لب دندانی صفیریہ (Labio-dental fricatives):

/ف / اور /و/ اس وقت ادا ہوتے ہیں جب اوپر والا دانت نیچے والے ہونٹ سے ملتا ہے ان کا طریق تلفظ یہ ہے کہ ہوا رگڑ کے ساتھ خارج ہوتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے ان کو صفیریہ کہتے ہیں /ف / غیر مسموع(Unvoiced) جبکہ /و/ مسموع(Voiced) ہے۔

دندان(Dental)

بین الدندانی (Inter Dental):

ان کو اس طرح لکھا جاتا ہے۔ /θ/اور /ð/ یہ صفیریہ ہیں ان کی ادائیگی زبان کی نوک دانتوں کے درمیان لانے سے ہوتی ہے۔ یہ صفیریہ ہیں پس ہوا کا اخراج رگڑ کے ساتھ ہوتا ہے۔ /θ/ غیر مسموع (Unvoiced) جبکہ /ð/ مسموع (Voiced) ہے۔ یہ صوتیہ(Phoneme) انگریزی میں پائے جاتے ہیں جبکہ اردو، ہندی، پنجابی، سندھی، پشتو، بنگالی، بنگالی، گجراتی اور عربی میں ان کا وجود نہیں ہے۔

تاہم ان کا وجود مشرقی بلوچی میں پایا جاتا ہے۔ اسی لیے زیادہ تر جنوب ایشیائی باشندے /θ/ کی جگہ پر /تھ / اور /ð/ کی جگہ پر /ڈ/ بولتے ہیں۔

دندانی بندشہ(Dental Stops):

جب زبان کا تیغہ اوپری دانت کے پچھلے حصے کو چھوتا ہے تو دندانی صوتیہ(Phoneme) پیدا ہوتا ہے۔ ہوا روک کر، رہا کی جاتی ہے۔ اس طرح یہ دندانی بندشہ یا انفجاریہ ہے۔ ان کو ظاہر کرنے کے لیے دندانی اعراب کا نشان / ̪/ ان کے نیچے لگا دیا جاتا ہے۔ مثلاً /t̪/ غیر مسموع (Unvoiced) جبکہ /d̪/ مسموع (Voiced) ہے۔ جیسے اردو میں /ت / اور / د / ہیں۔

یہ انگریزی میں نہیں پائے جاتے جبکہ فرانسیسی ہسپانوی اور اٹالین میں پائے جاتے ہیں۔ یہ جنوب ایشیائی زبانوں میں عام ہیں۔ مثلاً تین /t̪e:n/ اور دین /d̪i:n/

## لثوی (Alveolar)

### لثوی بندشہ (Alveolar Stops):

/ٹ/ اور /ڈ/ اس وقت ادا ہوتے ہیں جب زبان کا تیغہ پس لثوی دندانی ابھار سے ملتا ہے۔ جیسا کہ یہ بندشہ ہے یعنی ہوائی بہاو چھوڑنے سے پہلے ایک دفعہ روک لیا جاتا ہے۔ /ٹ/ غیر مسموع (Unvoiced) جبکہ /ڈ/ مسموع (Voiced) ہے۔

## معکوس (Retroflex)

ان میں مقام تلفظ وہی رہتی ہے مگر طریق تلفظ مختلف ہے۔ معکوس آوازوں کے لیے، زبان کی نوک اوپر جاتی ہے اور پیچھے مڑ جاتی ہے۔ یہ آوازیں جنوب ایشیائی ممالک میں عام ہیں۔ اور یہ پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال کے لوگوں کو دوسرے ممالک کے لوگوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ بین الاقوامی صوتیاتی انجمن میں ان کو /ʈ/ اور /ɖ/ لکھا جاتا ہے۔ لیکن آسانی کے لیے ہم ان کے نیچے نقطے کے ذریعہ ان کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً /ṭ/ اور /ḍ/

یہ مشاہدہ قابلِ ذکر ہے کہ برطانوی انگریزی میں معکوصوتیہ (Phoneme) ہے۔ پس ان کے لثوی /t/ اور /d/ ہمارے معکوس کے قائم مقام نہیں ہیں۔ ہم /ten/ اور /den/ معکوس بندشہ کے ساتھ ادا کرتے ہیں جبکہ وہ ان کو اپنے انداز سے بولتے ہیں یعنی لثوی کے ساتھ۔

فرق صاف واضح ہو جاتا ہے جب انگریز، عرب یا ایرانی ایسا لفظ بولنے کی کوشش کرتا ہے جس میں /ɽ/ معکوس ہوتا ہے وہ /ɽ/ کی جگہ /r/ بولتے ہیں۔ پس پہاڑ بولتے وقت وہ لوگ پہارڈ بولیں گے۔

اوپر صرف بندشہ کا ذکر ہوا جبکہ اس کے علاوہ بھی معکوس ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ /r/ کا ذکر ہوا۔

لثوی صفیریہ: (Alveolar Fricative)

ان کو /س/ اور /ز/ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ ان کو ادا کرنے کے لیے زبان کی نوک کو پس لثوی دندانی ابھار کے قریب لایا جاتا ہے۔ صفیریہ ہونے کی وجہ سے ہوا رگڑ کے ساتھ باہر نکلتی ہے۔ /s/ غیر مسموع (Unvoiced) جبکہ /z/ مسموع (Voiced) ہے۔

لثوی انفی: (Alveolar Nasal)

اس کو /n/ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اسے زبان کے نوک کو پس لثوی دندانی ابھار کے قریب لانے سے ادا کیا جاتا ہے جیسا کہ منہ بند کر لیا جاتا ہے اور نرم تالو کو نیچا کر دیا جاتا ہے۔ ہوا کو ناک سے بزور گزارا جاتا ہے۔ یہ انفی آواز بنا دیتی ہے اور مسموع (Voiced) ہوتی ہے۔

طرفی: Lateral

اسے /l/ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اسے زبان کی نوک کو پس لثوی دندانی ابھار پر رکھنے سے ادا کیا جاتا ہے۔ اسے پہلو یکہا جاتا ہے کیونکہ زبان کو ایک طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔ یعنی منہ کی بائیں سمت۔ اس کو اس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے کہ آپ LLL کہیں اور اس کے بعد ہوا کو اندر کھینچیں۔ صرف زبان کی بائیں طرف ہوا کے اندر آنے سے ٹھنڈی ہوگی۔ اس سے ثابت ہوگا کہ دائیں طرف منہ کے قریب ہے۔

طالو لثوی: Plato-Alveolar

صفیریہ (Fricative)

زبان کا درمیانی حصہ کوہان بناتا ہے جو کہ پس لثوی دندانی ابھار کے بالکل پیچھے سخت تالو کے قریب آتا ہے۔ ہوا بہت زیادہ رگڑ کے ساتھ گزرتی ہے۔ اور /شا/ آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس کی دو حالتیں ہیں پہلی حالت غیر مسموع (Unvoiced) ہے جس کو /ʃ/ لکھا جاتا ہے جیسا کہ SHE شی، دوسری حالت مسموع (Voiced) ہے جس کو /ʒ/ لکھا جاتا ہے جیسے ویژن

طالو (Palatal)

پس لثوی دندانی ابھار کے پیچھے سخت تالو ہوتا ہے۔ کئی ایک آوازیں اس کے اور زبان کے ملنے سے تخلیق ہوتی ہیں۔ تاہم ان میں سے ایک اہم آواز جو کہ انگریزی اور دوسری جنوب ایشیائی زبانوں میں مشترک استعمال ہوتی ہے /j/ ہے۔

طالو نیم مصوتہ یا مشابہ: (Palatal Semi Vowel or Approximant)

اس کو بین الاقوامی صوتیاتی انجمن میں /j/ لکھا جاتا ہے۔ یہ صوتیہ (Phoneme)yes کے شروع میں آتا ہے۔

غشائی (Velar)

غشائی بندشہ یا انفجاریہ (Velar Stops or Plosives)

سخت تالو کے پیچھے نرم تالو ہوتا ہے جسے غشائی کہتے ہیں۔ جو آواز زبان کے اس کے ساتھ ملنے یا قریب آنے سے پیدا ہو غشائی آواز کہلاتی ہے۔ دو اہم آوازیں /k/ اور /g/ ہیں ۔زبان غشاء سے مل جاتی ہے ہوا کو خارج کرنے سے پہلے روک لی جاتی ہے۔ /k/ غیر مسموع (Unvoiced) جبکہ /g/ مسموع(Voiced) ہے۔

غشائی انفی(Velar Nasal)

انگ جس کو /ŋ/ کے طور پر لکھا جاتا ہے واحد غشائی انفی ہے۔ یہ انگریزی اور جنوب مشرقی زبانوں میں الفاظ کے درمیان یا آخر میں پائی جاتی ہے۔ بعض زبانوں میں یہ الفاظ کے شروع میں بھی پائی جاتی ہے۔

غشائی صفیریہ: (Velar Fricative)

زبان غشاء کے قریب آجاتی ہے اور ہوا بغیر رگڑ کے گزرتی رہتی ہے۔ یہ آوازیں جدید انگریزی میں نہیں پائی جاتیں البتہ اردو، پشتو، فارسی، عربی اور دوسری بہت ساری زبانوں میں یہ استعمال ہوتی ہیں۔

غیر مسموع (Unvoiced) غشائی صفیریہ /x/ سے لکھا جاتا ہے یہ لفظ خان کا پہلا صوتیہ (Phoneme) ہے۔ مسموع (Voiced) صوتیہ (Phoneme) غشائی صفیریہ /ɣ/ سے لکھا جاتا ہے جیسا کہ افغان۔

لہوی (Uvulars)

یہ آوازیں زبان کی پشت کے لہوی سے اتصال سے پیدا ہوتی ہے۔ انگریزی میں یہ آوازیں موجود نہیں ہیں۔ البتہ عربی اور فارسی میں پائی جاتی ہیں۔

لہوی بندشہ (Uvular Stops)

یہ آواز زبان کی پشت سے ہوا کو روک کر چھوڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ زبان لہوی سے اتصال میں ہو۔ اسے لہوی بندشہ کہتے ہیں۔ /ک، ق/ غیر مسموع (Unvoiced) جبکہ /گ/ مسموع (Voiced) ہے۔

/ق/ فارسی آمیز اردو میں بولا جاتا ہے جو کہ زیادہ تر یوپی، لکھنو اور دہلی میں بولی جاتی ہے۔ پاکستان میں اس کی جگہ /ک/ استعمال ہوتا ہے۔

حلقوی (Pharyngeal)

صفیریہ: (Fricatives)

یہ آوازیں حلقوم سے پیدا ہوتی ہیں اس کی سب واضح مثال /ح/ ہے۔ مسموع (Voiced) حلقوی صفیریہ /h/ اس طرح لکھا جاتا ہے۔ عربی آواز ع /ع/ اس سے ظاہر کی جاتی ہے۔ گلے کی گہرائی سے ہوا کو رگڑ کے ساتھ خارج کیا جاتا ہے اور صوتی او تار ارتعاش کرتے ہیں وہ جنوب ایشیائی زبانیں جن کا یہ اصل لفظ نہیں ہے وہ اس کی جگہ مصمتہ (Consonant) استعمال کرتی ہیں۔

## حلقوی (Glottal)

عام طور پر استعمال ہونے والا حنجری صفیریہ /H/ ہے اس کو غیر مسموع (Unvoiced) حنجری مرکزی صفیریہ کہا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت ایک غیر مسموع (Unvoiced) مصوتہ (Vowel) ہے جس کے دوران حنجرہ میں رگڑ ہوتی ہے۔ اس کی ایک مسموع (Voiced) حالت بھی ہے جسے /ɦ/ لکھا جاتا ہے۔ اس کو حنجری بندشہ /ʔ/ ہے۔ جب یہ ادا کیا جاتا ہے تو ہوا حنجرہ میں روک لی جاتی ہے۔ اور انفجار کے ساتھ خارج کی جاتی ہے۔ اوپر بیان کئے گئے مصمتہ (Consonant) کا خلاصہ مصمتہ (Consonant) کے چارٹ درج ذیل میں کیا گیا ہے۔

CONSONANTS (PULMONIC)

| | Bilabial | Labiodental | Dental | Alveolar | Postalveolar | Retroflex | Palatal | Velar | Uvular | Pharyngeal | Glottal |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| Plosive | p b | | | t d | | ʈ ɖ | c ɟ | k g | q ɢ | | ʔ |
| Nasal | m | ɱ | | n | | ɳ | ɲ | ŋ | ɴ | | |
| Trill | ʙ | | | r | | | | | ʀ | | |
| Tap or Flap | | | | ɾ | | ɽ | | | | | |
| Fricative | ɸ β | f v | θ ð | s z | ʃ ʒ | ʂ ʐ | ç ʝ | x ɣ | χ ʁ | ħ ʕ | h ɦ |
| Lateral fricative | | | | ɬ ɮ | | | | | | | |
| Approximant | | ʋ | | ɹ | | ɻ | j | ɰ | | | |
| Lateral approximant | | | | l | | ɭ | ʎ | ʟ | | | |

Where symbols appear in pairs, the one to the right represents a voiced consonant. Shaded areas denote articulations judged impossible.

مصمتہ (Consonant) وہ آوازیں جن میں ہوا کو منہ میں روکا نہیں جاتا۔ پس یہ رکتی نہیں اور نہ ہی پھٹتی ہیں۔ (جیسا کہ انفجاریہ اور بندشہ میں) اور نہ ہی یہ رگڑ پیدا کرتی ہے۔ (جیسا کہ صفیریہ کی صورت میں)

مصوتہ (Vowel) کی ادائیگی کے دوران زبان منہ کے اندر حرکت کرتی ہے اور ہونٹ پھیلتے اور سکڑتے ہیں۔ درج ذیل میں تین عروض مصوتہ (Vowel) کی گروپ بندی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

### ۱۔ بالائی پن HEIGHT

زبان کو منہ میں اوپر نیچے حرکت دی جاسکتی ہے اور اگر یہ اوپر ہے یعنی منہ کی چھت کے قریب، مصمتہ (Consonant) بالائی مصوتہ (Vowel) کہلائے گا۔ اگر یہ نیچے ہے یعنی جبڑے کے قریب تو نچلا مصوتہ (Vowel) کہلائے گا۔ اگر یہ درمیان میں ہے تو وسطی مصوتہ (Vowel) کہلائے گا۔ اسے قربت بھی کہتے ہیں۔ جب مصوتہ (Vowel) منہ کی چھت کے قریب ہوتا ہے تو اسے بند مصوتہ (Vowel) کہتے ہیں۔

### ۲۔ پیش پن FRONTNESS

جب مصوتہ (Vowel) کو تلفظ کیا جاتا ہے تو پیش پن زبان ایک محراب یا کوہان کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اگر یہ محراب منہ کے سامنے والے حصے میں بنے تو اسے پیش مصوتہ (Vowel) کہتے ہیں اگر درمیان میں بنے تو مرکزی مصوتہ (Vowel) کہتے ہیں۔ اگر آخر والے حصے میں بنے تو اسے عقبی مصوتہ (Vowel) کہتے ہیں۔

### ۳۔ مدور پن ROUNDNESS

اگر ہونٹوں کو گولائی میں لایا جائے، تو مصوتہ (Vowel) مدور مصوتہ (Vowel) کہا جاتا ہے۔ اگر یہ غیر جانب دار حالت میں ہوں تو یہ معتدل مصوتہ (Vowel) ہونگے اور اگر یہ پھیلے ہوئے ہوں تو اسے پھیلا مصوتہ (Vowel) کہتے ہیں۔

پس ایک مصوتہ (Vowel) کا مقام تلفظ زبان کی محراب پر اونچے سے اونچا مقام ہے۔ بلندی پر واقع نقطہ کی حالت اور پیش پن کا عروض مل کر ہمیں مصوتہ (Vowel) کا بیان دیتے ہیں اس کے ساتھ ہم ہونٹوں کی گولائی کا بیان بھی دیتے ہیں۔ تا کہ مصوتہ (Vowel) کے بیان کو مکمل کیا جاسکے۔ اوپر دی گئی معلومات کو درج ذیل چارٹ میں خلاصہ کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔

| | | FRONTNESS | | |
|---|---|---|---|---|
| | | FRONT | CENTRAL | BACK |
| HEIGHT | HIGH (or close) | Space in the mouth | | |
| | MID | | | |
| | LOW (or open) | | | |

زبان منہ کے اندر موجود خلا میں آزادانہ حرکت کرتے ہوئے منہ کے پیش، وسط یا آخری حصے میں محراب بنا سکتی ہے۔ یہ نچلا، درمیانہ یا اونچا ہو سکتا ہے۔ اب چند مصوتوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔ اور ان کے مقام محراب کی بنیاد پر حلقہ بندی کرتے ہیں۔

/i/ اس وقت ادا ہوتا ہے جب ee کہا جائے جیسے beet یا seat (اسے /i/ لکھا جاتا ہے۔) زبان منہ کی چھت کے قریب ہوتی ہے۔ محراب منہ کے شروع والے حصے میں بنتا ہے۔ پس یہ بالائی پیش مصوتہ (Vowel) ہے۔

/u/ جب آپ oo کہتے ہیں مثلاً boot یا suit اس کو /u/ لکھا جاتا ہے۔ زبان اونچی ہے لیکن محراب منہ کے پچھلے حصے میں بنتا ہے۔ پس یہ بالائی عقبی منصوتہ ہے۔ /a/ جب آپ /a/ جیسا کہ father کہتے ہیں تب بھی محراب منہ کے پچھلے حصے میں بنتا ہے۔ لیکن اب زبان منہ کی نچلی طرف ہے۔ یہ زیریں عقبی داول ہے۔

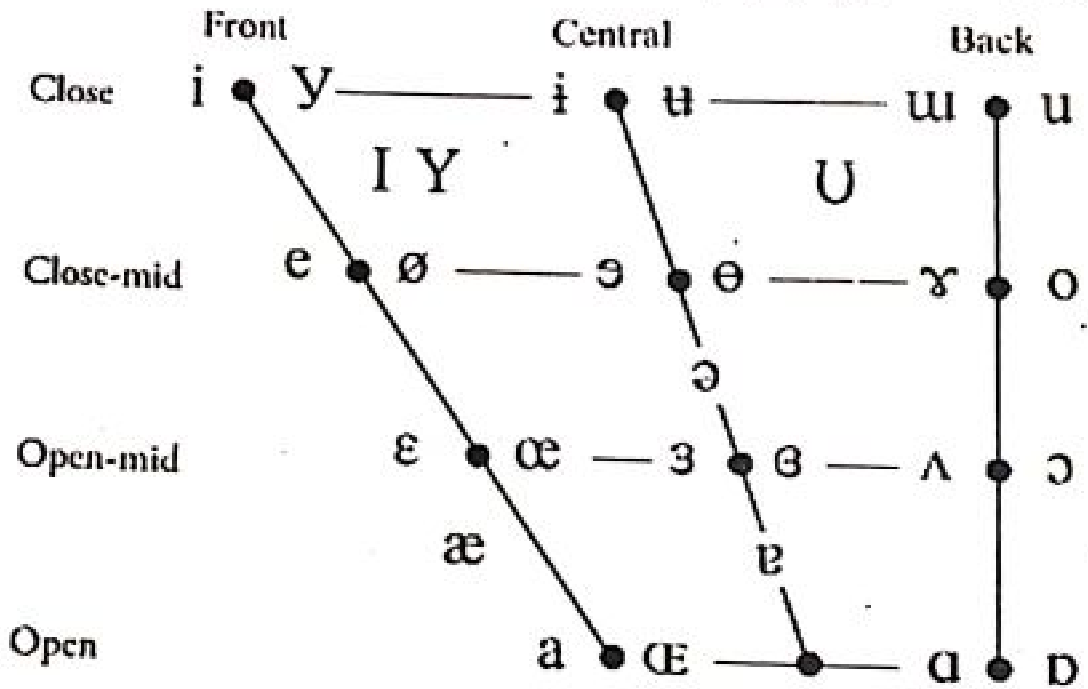
ہو سکتا ہے شروع میں آپ کو زبان کی حرکت محسوس نہ ہو لیکن اگر آپ /i/ کہیں اور اس کے بعد /ae/ تو اس وقت آپ کو اپنا نچلا جبڑا نیچا ہوتا محسوس ہوگا اس کا مطلب ہے کہ آپ کی زبان منہ میں نیچے جا رہی ہے۔

/u/ یا /a/ کہتے ہوئے آپ زبان کو سکڑنا محسوس کریں گے۔ یہ اس لیے ہے کہ محراب منہ کے آخری حصے میں بنتا ہے۔

اگر آپ اپنی زبان اور اس کی حرکت کا نوٹس لیتے ہوئے اس آوازوں کو ادا کریں تو آپ بلندی اور پیش پن کا مطلب سمجھ جائیں گے۔

## اساسی مصوتہ (CARDINAL VOWELS)

منہ کے اندر خلا بے قاعدہ شکل کا ہے۔ لیکن سادگی کے لیے ہم اس کو مستطیل تصور کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ نیچے دیا گیا ہے۔




چلیں فرض کریں وہ حالت جو زبان اختیار کر سکتی ہے اور کس جگہ محراب بن سکتا ہے۔ اس کی کئی ایک حالتیں ہیں مگر انتہائی حالتیں درج ذیل ہیں ہم انہیں اساسی حالتیں کہتے ہیں اور ان کو اساسی مصوتہ (Vowel) کہتے ہیں۔ پہلے آٹھ اساسی مصوتہ (Vowel) جن سے ہمارا عام طور پر سامنا ہوتا ہے۔ درج ذیل میں دیے گئے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| ١۔ /i/ | بالائی پیش مصوتہ (Vowel) | ee as in beet seat keep |
| ٢۔ /e/ | نیم بالائی پیش | پیٹ |
| ٣۔ /ɛ/ | نیم زیریں پیش | ایک، |
| ٤۔ /ə/ | زیریں پیش | غیر گول دار واول /æ/ جیسا کہ man میں |
| ٥۔ /a/ | زیریں عقبی | غیر گول دار واول جیسا کہ arms میں |
| ٦۔ /ɔ/ | نیم زیریں عقبی | جیسا کہ برطانوی انگریزی میں saw |
| ٧۔ /o/ | نیم بالائی عقبی | لوگ |

۸۔ /u/ بالائی عقبی مصوتہ (Vowel) oo as in boot, loot, root

یہ آٹھ اساسی مصوتے ہیں۔ دوسرے آٹھ ہونٹوں کی ساخت تبدیل کرنے سے بنتے ہیں جبکہ دوسرے اعضا پہلی حالت میں رہتے ہیں۔ پس اگر ہم پہلے چار اساسی مصوتوں کے لیے ہونٹ گول کریں تو ہمارے پاس /ø/، /ÿ/، /æ/ اور /Œ/ حاصل ہوتے ہیں۔ اگر ہم پانچویں اساسی مصوتے /a/ کے لیے ہونٹ کھولیں تو ہمارے پاس تیرھواں اساسی مصوتہ (Vowel) حاصل ہوتا ہے۔ جو کہ /ɒ/ ہے۔ جیسا کہ dog میں۔ اگر ہم بقیہ اساسی مصوتوں کے لیے اپنے ہونٹ کھول دیں تو ہمارے پاس /ʌ/، /ɤ/ اور /ɯ/ چودھواں پندرھواں اور سولہواں مصوتہ (Vowel) حاصل ہوتا ہے۔

اساسی مصوتے انتہائی حالتیں ہیں۔ ان سے دوسرے مصوتوں کی پیمائش کی جاتی ہے۔ ان کا وجود نہیں ہے۔ یا کم از کم ان میں بعض کا خالص حالت میں وجود اکثر زبانوں میں نہیں ہے۔ البتہ وہ مصوتہ (Vowel) جو ان جیسے ہیں ان کو ان کی علامتیں دے دی گئی ہیں۔ قوسین میں موجود صوتی آوازیں اساسی مصوتوں کی طرح ہوتی ہیں۔ تاہم یہ ان آوازوں سے کافی حد تک مختلف ہوتی ہیں جن کو ہم استعمال کرتے ہیں۔

انگریزی اور پاکستان میں بولی جانے والی دوسری زبانوں میں استعمال ہونے والے مصوتے نیچے دیئے گئے ہیں۔ آپ محسوس کریں گے کہ یہ اساسی مصوتوں یا ان کے قریب بھی نہیں ہیں۔ پس ان کے لیے نئی علامات کی ضرورت ہے۔ تاہم ماہر لسانیات ان کے لیے عام طور پر ان کے لیے وہی علامات استعمال کرتے ہیں چونکہ اس سے گڑبڑ کا خدشہ ہے اس لیے آپ کو ان میں مماثلت اور فرق ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

/I/ پیش بالائی مصوتہ (Vowel) لیکن اساسی مصوتہ (Vowel) نمبر ۱ سے نیچے ہوتا ہے۔ جیسا کہ did, hit, bid نوٹ کریں کہ /I/ کے اوپر نقطہ نہیں ہے۔

/e/ جیسا کہ bed نوٹ کریں کہ یہ علامت ہم اساسی مصوتہ (Vowel) نمبر ۲ کے لیے استعمال کرتے ہیں اگرچہ یہ مصوتہ (Vowel) نمبر ۲ اور ۳ کے درمیان ہے۔ بعض لوگ اس کے لیے /ɛ/ کی علامت استعمال کرتے ہیں۔

/æ/ پیش زیریں غیر گولدار مصوتہ (Vowel) ۔ یہ اساسی مصوتہ (Vowel) نمبر ۴ سے تھوڑا سا اوپر ہے۔ جیسا کہ bad, sad

/ʌ/ وسطی عقبی ہموار مصوتہ (Vowel) یہ اساسی واول ۱۴ کے قریب ہے جیسا کہ but, cup

/ɒ/ مختصر زیریں عقبی گول مصوتہ (Vowel) جیسا کہ dog, hot

/ʊ/ مختصر بالائی عقبی گول مصوتہ (Vowel) یہ اساسی مصوتہ (Vowel) ۷ اور ۸ کے درمیان ہے۔ جیسا کہ took, put

/ə/ وسطی ہموار مصوتہ (Vowel) جیسا کہ انگریزی میں again۔ بولنے میں اس کو /ʌ/ سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اسے شواغ کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے مزید معلومات کے لیے پلم اور لڈوسا کی کتاب "A Phonetic Symbol Guide" پڑھیں[1]۔

## دو مصوتہ (DIPHTHONGS)

دو مصوتہ (Vowel) کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے۔ دو مصوتوں کا ملاپ۔ ان کی ادائیگی میں زبان ایک مصوتہ (Vowel) سے دوسرے مصوتہ (Vowel) کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ ان کو بیان کرنے کے لیے ہم دونوں مصوتوں کی علامت کو ملا دیتے ہیں۔ درج ذیل دو مصوتے انگریزی میں استعمال ہوتے ہیں۔

Iə as in beard

eə as in aired scarce

ʊə as in tour

eI as in pain, paid

aI as in tide, time

əʊ as in home, road

aʊ as in gown, house

یہ نوٹ کر لینا چاہیے کہ جنوب ایشیائی زبانوں میں عام طور پر /Iə/ کی جگہ پر اساسی مصوتہ (Vowel) نمبر ۲ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اردو میں پن /pe:n/ کہا جاتا ہے۔ اور pain کے لیے /pein/ نہیں کہا جاتا۔ یاد رہے /e/ کو لمبا کیا جاتا ہے۔ یہ IPA اساسی مصوتہ (Vowel) ہے انگریزی مصوتہ (Vowel) نہیں ہے۔

اسی طرح ہم /o/ کو /əʊ/ کی جگہ پر استعمال کرتے ہیں۔ پس ہم انگریزی الفاظ /həʊm/ اور /ləʊd/ کی جگہ /hom/ اور /lod/ کہتے ہیں۔

## ترسیم (TRANSCRIPTION)

اب جبکہ ہم مصوتہ (Vowel) اور مصمتہ (Consonant) کی علامتیں سیکھ چکے ہیں ہم کسی بھی زبان کی آوازیں لکھ سکتے ہیں۔ اسے ترسیم کہتے ہیں۔ یہ دو قسموں کی ہے۔

۱۔ عریض یا تلفظی ترسیم

۲۔ تحدیدی یا صوتیاتی ترسیم

عریض ترسیم میں ہم عام طور پر وہ صوتیہ (Phoneme) لکھتے ہیں جو ناطق استعمال کرتے ہیں۔ ہم تنوعات اور بولتے وقت ادائیگیوں چھوٹی موٹی تبدیلیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس طرح ترسیم کو / / خط فاصل میں لکھا جاتا ہے۔

تحدیدی ترسیم میں بالکل صحیح آوازوں کو لکھا جاتا ہے۔ اس طرح کی ترسیم کو قوسین وحدانی میں لکھا جاتا ہے۔ ذیل میں pen, ten اور car کی دونوں طرح سے ترسیم دی گئی ہے۔

عریض

/pen/ /ten/ /kar/

اس ترسیم میں الفاظ اس طرح نہیں گئے جس طرح برطانوی، پاکستانی یا بھارتی ناطق ان الفاظ کی ادائیگی کرتے ہیں۔ اس میں صرف ان الفاظ کے تلفظوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

تحدیدی

| برطانوی | جنوب ایشیائی زبانیں |
|---|---|
| [$p^h$en] | [pen] |
| [$t^h$en] | [ten] |
| [$k^h$a] | [kar] |

قابل غور بات یہ ہے کہ جنوب ایشیائی ناطق معکوس /ṭ/ جبکہ برطانوی لثوی /t/ استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح /t/, /k/ , /p/ جنوب ایشیائی زبانوں میں ہائیہ نہیں کئے جاتے جبکہ برطانوی انگریزی میں ان کو ہائیہ کیا جاتا ہے۔

تحدیدی ترسیم، عریض ترسیم سے مشکل ہے کیونکہ چھوٹے چھوٹے فرق جو کہ ایک ناطق تلفظ کے دوران صوتیہ (Phoneme) کو دیتا ہے ان کو جاننا اور بیان کرنا آسان کام نہیں ہے۔ تاہم آپ میں سے جو ماہر بشریاتی لسانیات یا ماہر سماجی لسانیات بننا چاہتے ہو انہیں چاہیے کہ آوازوں کو اس انداز سے ترسیم کرنا سیکھیں جس انداز سے وہ بولی جاتی ہیں۔

# حوالہ جات

G. K. Pullum and W. A. Ladusaw, *Phonetic symbol guide*. University of Chicago press, 1996.

# صوتی نمونوں کا مطالعہ

علم الاصوات (Phonology) ایک زبان میں آوازوں کی ترتیب یا ملاپ کے مطالعہ کا نام ہے۔ اس طرح کی ترتیب کو نمونہ / پیٹرن کہا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح علم الاصوات (Phonology) کی تعریف ایک زبان کے صوتی نمونوں کے مطالعہ کے طور پر کی جا سکتی ہے۔

## نمایاں خصوصیات (Distinctive Features)

علم الاصوات (Phonology) کے مطالعہ کے لیے ہمیں آوازوں کو مزید تفصیل کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت ہو گی۔ ہم نے پہلے صوتیہ (Phoneme) کی تعریف آواز کی اکائی کے طور پر کی لیکن صوتیہ (Phoneme) کو بھی مخصوص تخالف کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ مسموع (Voiced) ہو سکتے ہیں (صوتی اوتار ارتعاش کرتے ہیں) یا غیر مسموع (Unvoiced) (صوتی اوتار ارتعاش نہیں کرتے) وہ مصمتہ (Consonant) (ہوا رکاوٹ سے گزرتی ہے) ہو سکتے ہیں یا مصوتی (ہوا رکاوٹ کے بغیر گزرتی ہے)۔ اسی طرح دوسروں کی مثالیں ہیں۔ ان کو ثنائی تخالف (Binary Opposition) کہا جا سکتا ہے۔ ایک خصوصیت یا تو موجود ہو گی یا نہیں۔ جب یہ موجود ہوتی ہے تو ہم + کی علامت استعمال کرتے ہیں اگر یہ موجود نہیں تو اس کے لیے منفی (-) کی علامت استعمال کرتے ہیں۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک صوتیہ (Phoneme) یا + مسموع (Voiced) ہوتا ہے یا - مسموع (Voiced)

صوتیہ (Phoneme) کی یہ خاصیتیں انہیں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں یہی ان کی امتیازی خصوصیات کہلاتی ہیں۔ دو عظیم ماہرین لسانیات رومن جیکب سن اور مورس ہال کے مطابق کل بارہ بنیادی تخالف ہوتے ہیں جب میں سے ہر ایک زبان اپنے لیے چناؤ کرتی ہے [1]۔ آیئے اہم ثنائی تخالفین پر نظر ڈالتے ہیں۔

۱۔ مصمتی / غیر مصمتی (Consonantal/Non-Consonantal) [+CONS]

مصمتہ (Consonant) اور مصمتی صوتیہ (Phoneme) اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب ہوا منہ سے رکاوٹ سے گزرتی ہے۔

۲۔ مصوتی / غیر مصوتی (Vocalic/Non-Vocalic) [+VOC]

مصوتی آواز اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ہوا منہ میں رکاوٹ کے بغیر گزرتی ہے۔ تاہم بعض ایسی آوازیں ہیں جو خالص مصوتی تو نہیں ہیں مگر ان میں مصوتہ (Vowel) کی بعض خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

۳۔ مسموع (Voiced) / غیر مسموع (Unvoiced) [+VOICE]

مسموع (Voiced) آوازوں میں صوتی اوتار ارتعاش کرتے ہیں اور غیر مسموع (Unvoiced) میں صوتی اوتار ارتعاش نہیں کرتے۔

۴۔ مقدم / موخر (Anterior/Posterior) [+ANT]

مقدم آوازیں منہ کے شروع والے حصے سے پیدا ہوتی ہیں یعنی پس لثوی دندانی ابھار کے اگلے حصے سے۔ موخر آوازیں منہ کے آخری حصے سے پیدا ہوتی ہیں۔

۵۔ پیش زبانی / غیر پیش زبانی [+COR] (Coronal/Non-coronal)

پیش زبانی آوازیں زبان کے تیغہ کو سخت تالو یا دانتوں کی طرف اوپر اٹھانے سے پیدا ہوتی ہیں جبکہ غیر پیش زبانی آوازیں اس عمل کے بغیر پیدا ہوتی ہیں۔

۶۔ انفی / دہنی (Nasal/Oral) [+NAS]

انفی آوازیں ناک سے ہوا کے گزرنے سے پیدا ہوتی ہیں جبکہ ہونٹ اس وقت بند ہوتے ہیں۔ دہنی آوازوں میں ہوا منہ سے گزرتی ہے۔

۷۔ متماد / بندشہ [CONT+] (Continuant/Stop)

وہ آوازیں جن میں ہوا کی لہر بغیر رکاوٹ کے گزرتی رہتی ہے متماد کہلاتی ہیں۔ بندشہ / انفجاریہ میں ہوا رکتی ہے۔ اور پھر انفجار کے ساتھ نکلتی ہے۔ متماد جیسے /v/ , /f/ میں ہوا کا رگڑ کے ساتھ گزرنا جاری رہتا ہے۔ اس صورت حال میں ہوا کو تاخیر دی جاسکتی ہے۔ لیکن /b/ , /p/ جیسی صورت میں روکا نہیں جاتا۔

۸۔ تند / غیر تند (Strident/Non-strident)[+STRID]

تند آوازوں میں ہوا دو سطحوں سے ٹکراتی ہے اور بہت زیادہ شور پیدا ہوتا ہے۔ غیر تند آوازوں میں شور کم ہوتا ہے۔ /v/ , /b/, /z/ , /s/ چند تند آوازیں ہیں جب میں شدت سے شور اور صفیریہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۔ زیریں / غیر زیریں [LOW+] (Low/Non-low)

زیریں آوازوں میں زبان منہ کے پیندے کے عین اوپر زیریں ہوتی ہے۔ تمام زیریں مصوتوں اور حلقوی آوازوں میں زبان اس حالت میں ہوتی ہے۔ دوسری تمام آوازیں غیر زیریں آوازیں ہیں۔

۱۰۔ کشیدہ / نیم کش (Tense/Lax) [+TENSE]

صرف مصوتہ (Vowel) کی کشیدہ یا نیم کش کے طور پر حلقہ بندی کی جاتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کشیدہ مصوتوں میں زبان کے اعصاب زیادہ تناؤ کا شکار ہوتے ہیں زبان کی جسامت یا اس کی جڑ نیم کش مصوتوں کے مقابلے میں ہوا کو گزرنے کی کم جگہ فراہم کرتی ہے۔ زبان کی جڑ کو آگے لایا جاسکتا ہے۔ اور اس کی جسامت کو اوپر کیا جاسکتا ہے۔ اسے پیش رفتہ اساس زبان کہتے ہیں۔
[+ATR]

کچھ ماہر لسانیات [ATR+] کو [TENSE+] کی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کشیدہ مصوتہ (Vowel)، نیم کش مصوتوں سے لمبے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر /i/ لمبا ہوتا ہے۔ جبکہ /I/ چھوٹا ہے۔ پس tense+ /i/ جبکہ tense- /I/ ہے۔

۱۱۔ بالائی/غیر بالائی (High/non-High) [+HIGH]

زبان کی جسامت منہ کے اندر بالائی آوازوں کے لیے اونچی ہوتی ہے۔ (یعنی حنکہ کی طرف) جبکہ اس کے برعکس غیر بالائی آوازوں میں اونچی نہیں ہوتی۔

۱۲۔ عقبی/غیر عقبی (Back/non-back) [+BACK]

جب زبان کے ذریعہ بنا محراب منہ کے پچھلے حصے میں ہو تو اسے back+ آواز کہتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو ہم back- آوازیں پیدا کرتے ہیں۔

اب ہمارے پاس وہ ذرائع ہیں جب کے ذریعہ ہم مختلف زبانوں کی آوزوں کی ان مخصوص خصوصیات کی بنا پر گروہ بندی کرسکتے ہیں۔ +- یا ثنائی تخالف ( Binary Opposition) ہمیں وہ خصوصیات مہیا کرتے ہیں جن کے ذریعہ ہم مختلف زبانوں میں آوازوں کے آپس میں ملنے کے اصول جان سکتے ہیں۔ آیئے پہلے انگریزی آوازوں کی گروہ بندی کرتے ہیں یہ گروہ بندی جیک سن اور ہال سے مختلف ہے۔

| | p | b | f | v | m | t | d | θ | ð | s | z | n | tʃ | dʒ | ʃ | ʒ | k |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| Cons | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + |
| Voc | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – |
| Cont | – | – | + | + | – | – | – | + | + | + | + | – | – | – | + | + | – |
| Cor | – | – | – | – | – | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + | + | – |
| Voice | – | + | – | + | + | – | + | – | + | – | + | + | – | + | – | + | – |
| Nasal | – | – | – | – | + | – | – | – | – | – | – | + | – | – | – | – | – |
| Strid | – | – | + | + | – | – | – | – | – | + | + | – | + | + | + | + | – |
| Ant | + | + | + | + | + | – | – | + | + | + | + | + | – | – | – | – | – |

| | g | l | r | w | j | h | ŋ | x | ɣ | q | ʕ | ħ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| Cons | + | + | + | – | – | – | + | + | + | + | – | – |
| Voc | – | + | + | – | – | – | – | – | – | – | – | – |
| Cont | – | + | + | + | + | + | – | + | + | – | + | + |
| Cor | – | + | + | – | – | – | – | – | – | – | – | – |
| Voice | + | + | + | + | + | – | + | – | + | – | + | – |
| Nasal | – | – | – | – | – | – | + | – | – | – | – | – |
| Strid | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – |
| Ant | – | + | + | + | – | – | – | – | – | – | – | – |
| Lat | – | + | – | – | – | – | – | – | – | – | – | – |

ان نمایاں خصوصیات کی مدد سے ہم آوازوں کو IPA علامتوں کے بغیر بھی بیان کرسکتے ہیں۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہم ایک زبان میں آوازوں کو ملانے کے بارے میں اصول اور قوانین یا اس کے صوتی نمونے تک لکھ سکتے ہیں۔ ان قوانین اور اصولوں کو صوتی اصول (Phonological Rules) کہتے ہیں۔

| | p | b | m | t | d | n | k | g | ŋ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| stop | + | + | + | + | + | + | + | + | + |
| nasal | – | – | + | – | – | + | – | – | + |
| fortis | + | – | O | + | – | O | + | – | O |
| lenis | – | + | O | – | + | O | – | + | O |
| labial | + | + | + | – | – | – | – | – | – |
| apical | – | – | – | + | + | + | – | – | – |
| dorsal | – | – | – | – | – | – | + | + | + |

*Source:* O' Connor 1973: 204

[2]

## صوتی اصول (Phonological Rules)

آیئے اب کچھ صوتی اصول (Phonological Rules) لکھتے ہیں۔ ان کو ریاضیاتی علامتوں جیسی روایتی علامتوں کی شکل میں لکھتے ہیں۔ آپ کو درج ذیل علامتیں یاد کر لینی چاہیے۔

| | |
|---|---|
| ہو جاتا ہے | ---------> |
| کچھ نہیں (صفر) | Ø |
| لفظ کی حد بند | # |
| لفظ کا ابتدائیہ | #- |
| لفظ کا آخر | -# |
| کے ماحول میں | / |
| قوسین چہار گوشہ کسی صوتیہ (Phoneme) کی نمایاں خصوصیات کا احاطہ کرتی ہے۔ | [ ] |

زیادہ تر علامتیں اپنی وضاحت خود کر رہی ہیں مگر " لفظ کی حد بند" اور " کے ماحول میں" وضاحت طلب ہیں۔

لفظ کی ابتدا اور اختتام صوتیہ (Phoneme) کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ دونوں صوتیہ (Phoneme) حد بند ہیں۔ جب ہم لفظ کا ابتدائیہ کہتے ہیں تو اس سے مراد وہ ہوتا ہے جو لفظ کے پہلے صوتیہ (Phoneme) سے پہلے آتا ہے۔ جب ہم لفظ کا آخر کہتے ہیں تو اس سے مراد وہ ہوتا ہے جو لفظ کے آخری صوتیہ (Phoneme) کے بعد آتا ہے۔ درج ذیل پر غور کریں۔

/dig/ Dig

/d/ صوتیہ (Phoneme) لفظ کا ابتدائیہ کی جگہ پر ہے۔ اور /g/ لفظ کے آخر کی جگہ پر ہے۔ وہ جو /d/ سے پہلے آتا ہے۔ لفظ کا ابتدائیہ ہے۔ اسے -# کہتے ہیں۔ وہ جو /g/ کے بعد آتا ہے یعنی لفظ کا آخر اسے #- لکھا جاتا ہے۔ یعنی آخری صوتیہ (Phoneme) کے ختم ہونے کے بعد حد بندی پر۔

#- dig -#　　　　# dig #

اب کے ماحول میں کی علامت کو دیکھیں جو کہ / ہے اس کا مطلب ایسے اور ایسے حالات میں ہے جبکہ مخصوص شرائط موجود ہونگی۔ جب یہ آوازیں مخصوص نمونہ میں موجود ہونگی یا اس طرز سے وقوع پذیر ہونگی۔

آئیں اب اصول لکھتے ہیں پہلے ایک مشاہدہ قائم کرتے ہیں (ایک واقعہ یا قدرتی مظہر) جس کو اصول بیان کرے گا۔

مشاہدہ: اردو یا ہندی کا بولنے والا مختلف الفاظ مثلاً اسکول، اسٹول، اسپیک، اسٹریٹ کے ساتھ شروع میں /I/ لگا دیتا ہے۔

| اردو یا ہندی | برطانوی انگریزی |
|---|---|
| /iskul/ | /skul/ |
| /istul/ | /stul/ |
| /ispul/ | /spul/ |
| /ispik/ | /spik/ |
| /istrit/ | /strit/ |

مقصد: درجہ بالا کو بیان کرنے کے لیے صوتی اصول (Phonological Rules) بنانا یعنی اس اصول کا پتہ لگانا جو کہ اردو ہندی بولنے والے کے ذہن میں ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ /I/ درجہ بالا الفاظ کے شروع میں لگا دیتا ہے۔

طریقہ کار: یہ نوٹس لیں کہ تمام الفاظ میں پہلا صوتیہ (Phoneme) ایک جیسا ہے۔ یعنی /s/ دوسرا مختلف ہے یعنی /p/ ,/t/ ,/k/ وغیرہ آیئے اب سب کی امتیازی خوبیاں لکھتے ہیں۔

| | s | k | t | p |
|---|---|---|---|---|
| Cons | + | + | + | + |
| Voc | – | – | – | – |
| Voice | – | – | – | – |
| Ant | + | – | + | + |
| Cor | + | – | + | – |
| Cont | + | – | – | – |
| Nasal | – | – | – | – |
| Strid | + | – | – | – |

اب ہمیں اسی قسم کے صوتیہ (Phoneme) کی دوسری مثالیں زیر غور لانی چاہیں اور انہیں اپنی لسٹ لکھ لیناچاہیے۔

آپ مشاہدہ کریں گے کہ متعلقہ فرق یہ ہے کہ پہلا صوتیہ (Phoneme) ہمیشہ CONT+ جبکہ دوسرا CONT- یعنی بندشہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اردو ہندی بولنے والے ان الفاظ میں /I/ کا اضافہ کرتے ہیں۔ جہاں مصمتی خوشہ CONT+ سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرا صوتیہ (Phoneme) CONT- ہے۔

آیئے اب اسے روایتی علامتوں سے لکھتے ہیں۔

Ø ⟶ /ɪ/

اس کا مطلب ہے کہ /I/ سے کچھ نہیں بنتا۔ دوسرے لفظوں میں بولنے والا /I/ نہیں تھا۔ لیکن بولنے والا اسے بغیر کہیں سے جمع کیے ادا کرتا ہے۔

اس کے بعد اب ماحول بیان کرتے ہیں۔ ماحول وہ ہے جو -# کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس میں CONT + کے بعد CONT - آواز آتی ہے۔ ان حالات میں بولنے والا لفظ شروع کرنے سے پہلے /I/ ادا کرتا ہے۔ وہ مخصوص جگہ جہاں پر /I/ ظاہر ہوتا ہے۔(-) سے ظاہر کی گئی ہے۔ اصول نیچے دیا گیا ہے۔

ø ⟶ /ɪ/ / # -[+cont][- cont]

انہی الفاظ کے مصمتی خوشے کے پہلے اور دوسرے تلفظے کے درمیان پنجابی بولنے والے /ə/ لگاتے ہیں۔

## ذیلی صوتیہ (Phoneme)

چارٹ میں دی گئی آوازوں کے علاوہ زیادہ تر جنوب ایشیائی زبانوں میں ہائیہ پائے جاتے ہیں۔ یہ بھ، پھ، ڈھ، تھ، دھ، ٹھ، کھ، گھ ہیں۔ یہ اردو الفاظ مثلاً بھالو اور پھول وغیرہ میں استعمال ہوتے ہیں۔

انگریزی میں بعض صوتیہ (Phoneme) مثلاً /t/,/k/,/p/ سے شروع ہونے والے الفاظ ہائیہ کیے جاتے ہیں۔ لیکن یہ ہائیہ اردو کی نسبت بہت کم ہوتی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ انگریزی میں اگر ہائیہ نہ بھی کریں تو الفاظ کے معنی یکساں رہتے ہیں۔ مثلاً king کے معنی ایک سے رہتے ہیں چاہے اسے /kɪŋ/ سے تلفظ کریں یا /kʰɪŋ/ سے۔ لیکن اردو ہندی، پنجابی اور سندھی مطلب ہائیہ کے ساتھ بدلتا ہے۔ مثلاً پل اور پھل کے معنی میں ایک ہائیہ کی وجہ سے فرق پڑ جاتا ہے۔

انگریزی میں /k/، /kʰ/، اور /p/، /pʰ/ ذیلی صوتیہ (Phoneme) ہیں۔ جبکہ اردو میں پ، پھ، اور ب، بھ مختلف صوتیہ (Phoneme) ہیں۔ الفاظ جو وہ بناتے ہیں چھوٹے چھوٹے جوڑے ہیں۔ اگر وہ مختلف معنی نہیں تو وہ ذیلی صوتیہ (Phoneme) ہیں۔

علم الاصوات (Phonology) وہ اصول ہیں جن کے ذریعہ ایک زبان میں آوازوں کو منظم کیا جاتا ہے اور آپ اسے نہایت دلچسپی کا باعث پائیں گے۔ یہ مختصر باب جتنا آپ کو بتا سکتا ہے علم الاصوات (Phonology) اس سے بہت زیادہ تکنیکی ہے۔ اس میں مہارت حاصل کرنے کے لیے سنجیدگی سے توجہ دینا ضروری ہے۔

# حوالہ جات

[1] R. Jakobson and M. Halle, "Phonology and phonetics," *Fundam. Lang.*, pp. 1–51, 1956.
[2] J. D. O'Connor, *Phonetics*. Penguin Books, 1973.

# الفاظ کس طرح بنتے ہیں

وہ علم جس میں الفاظ کے بننے کا مطالعہ کیا جاتا ہے صرفیات (Morphology) کہلاتا ہے۔ Morphe یونانی زبان میں شکل و صورت کو کہتے ہیں۔ اور logos علم، کسی چیز کا مطالعہ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ پس morphology الفاظ کی اشکال کے مطالعہ کا نام ہے۔ زبان کو ایک اگر ایک گھر سے تشبیہ دی جائے تو الفاظ اس میں استعمال ہونے والی اینٹوں کا کردار ادا کریں گے۔ ایک چھوٹا سا گھر بنانے کے لیے 13000، بڑا گھر بنانے کے لیے 60000 جبکہ محل بنانے کے لیے 120000 اینٹوں کی ضرورت ہو گی [1]۔ لغت کے علم کا مطالعہ، الفاظ کی اشکال کے مطالعہ سے مختلف ہے۔ صرفیات (Morphology) میں یہ مطالعہ کیا جاتا ہے کہ کس طرح ایک زبان میں الفاظ بنتے ہیں۔ الفاظ کی ضرورت زبان کی ضرورت کے ساتھ بدلتی ہے۔ ایک پروفیسر کو ایک عام آدمی کی نسبت کہیں زیادہ الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جو کلاسیکی ادب پڑھنے کے لیے مشکل الفاظ کے معنی سیکھنا یا ہجوں سے لفظ بنانے والا کھیل کھیلنے کے لیے مشکل الفاظ یاد کرنا، الفاظ بننے کے عمل سے قطعاً مختلف ہے۔

صرفیہ (Morpheme)

صرفیہ (Morpheme) معنی کی اکائی کو کہتے ہیں جو الفاظ بناتا ہے۔ جس طرح صوتیہ (Phoneme) زبان میں آواز کی اکائی ہے۔ بالکل اسی طرح ہم لفظ کے اس حصے کے لیے

صرفیہ (Morpheme) کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جس کا بذات خود کوئی معنی ہوتا ہے اور دوسرے صرفیوں کے ساتھ مل کر نئے الفاظ بناتا ہے۔ درج ذیل مثالوں کو دیکھیں۔

| لفظ | صرفیے جو الفاظ بناتے ہیں۔ |
| --- | --- |
| لڑکا | لڑکا |
| انسان | انسان |
| غیر انسان | غیر-انسان |
| غیر انسانی | غیر-انسان-ی |
| انسانیت | انسان-یت |
| لڑکپن | لڑک-پن |

صرفیے مثلاً لڑکا، آدمی جن کا اپنا معنی ہوتا ہے آزاد صرفیے (Free Morpheme) کہلاتے ہیں۔ وہ کسی سے ملے بغیر تنہا بھی رہ سکتے ہیں اور معنی واضح کر سکتے ہیں۔

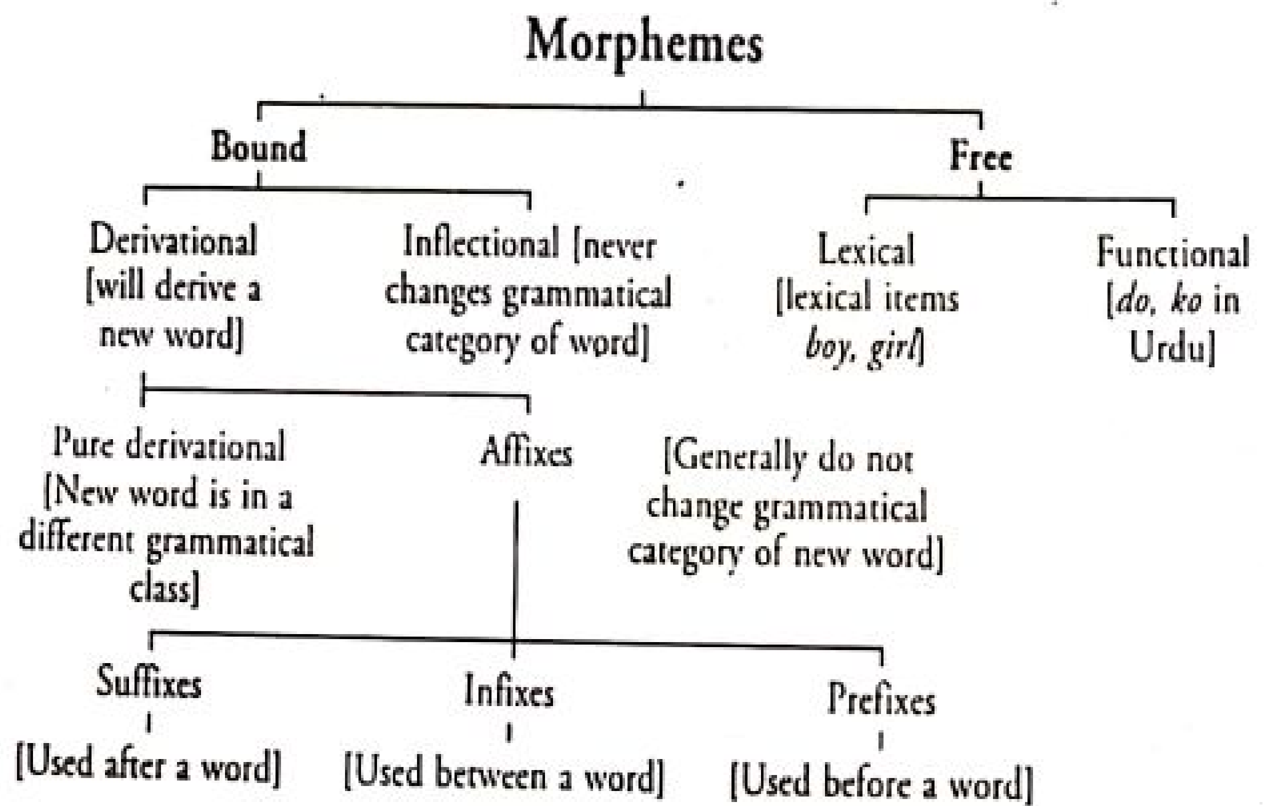
صرفیہ (Morpheme) مثلاً پن، غیر، یت وغیرہ کا اپنا کوئی معنی نہیں ہوتا۔ یہ کسی خاص تصور کی طرف اشارہ کرتے ہیں مگر یہ تنہا استعمال نہیں کیے جاتے۔ انہیں پابند صرفیہ (Bound Morpheme) کہا جاتا ہے۔ کیونکہ انہیں دوسرے صرفیہ (Morpheme) کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ صرفیہ (Morpheme) دوسرے صرفیے کے ساتھ مل کر معنی دینے کے پابند ہیں۔

جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بڑے لفظ آزاد اور پابند صرفیوں کے ملنے سے بنتے ہیں۔ صرفیے کے متعلق ایک بڑا مشہور کھیل ہے۔ جس میں بڑے الفاظ صرفیے ملانے سے بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً hyperpolysyllabicsesquipedalianism اس لفظ کے اندر استعمال ہونے والے صرفیے کچھ اس طرح ہیں۔ poly کا مطلب ہے کئی، hyper کا مطلب بڑا یا عظیم،

sesquipedal کا مطلب ہے ڈیڑھ فٹ لمبا ہونا، یہ صرفیہ (Morpheme) بذات خود کئی صرفیوں سے مل کر بنا ہے۔ مثلاً ped کا مطلب پاؤں، دوسرے صرفیوں کے معنی لغت میں تلاش کیے جا سکتے ہیں، نتیجہ کے طور پر اس لفظ کا معنی یہ بنے گا: ڈیڑھ فٹ لمبے الفاظ استعمال کرنے کی عادت

صرفیوں کی حد بندی:

آیئے دیکھتے ہیں کس طرح ماہر لسانیات صرفیوں کی حد بندی کرتے ہیں۔ آزاد اور پابند صرفیوں کی بڑی حد بندی کے علاوہ ماہر لسانیات درج ذیل حد بندی استعمال کرتے ہیں۔




آزاد صرفیے (Free Morpheme)

پہلے آزاد صرفیے (Free Morpheme) کو لیتے ہیں۔ لغوی ٹکڑا یا عام طور پر استعمال ہونے والے الفاظ مثلاً لڑکا، لڑکی، گھر وغیرہ ان کا اپنا ایک خاص معنی ہوتا ہے۔۔ لیکن ان کو اس سے چھوٹے معنی کے یونٹ میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

عملیاآزاد صرفیے (Functional Free Morpheme) کو آزادانہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ خاص فعل سرانجام دیتے ہیں۔ وہ ایک رابطہ کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ یا کوئی چیز کی طرف حوالہ دے سکتا ہے۔ یا پرکنندہ کا کام کر سکتے ہیں۔ آیئے درج ذیل فقروں کو زیر بحث لاتے ہیں۔

دروازہ گھر میں ہے۔

Open the door.

دروازے کو کھولو۔

بوا کھولو۔

دروازہ کھولو۔

Do open the door.

پہلے فقرے میں "میں" خاص جگہ کی نشان دہی کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ دوسرے فقرے میں the ایک خاص دروازے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ تیسرے فقرے میں "کو" ایک پرکنندہ ہے۔ اس کا انگریزی میں متبادل نہیں ہے۔ پنجابی فقرہ نمبر 4 اور اردو فقرہ نمبر 5 ایک ہی بات "کو" کے استعمال کے بغیر بیان کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح فقرہ نمبر 6 میں do پرکنندہ ہے اگر do کو نکال دیا جائے تو فقرہ اپنا مفہوم بیان کرے گا۔ لیکن ضروری پن اور تاکید اس میں موجود نہیں ہو گی۔ پس پرکنندہ ہمیشہ ہی معنی سے خالی نہیں ہوتے۔ وہ جذبات اور رویہ بیان کر سکتے ہیں۔ یہ تمام صرفیے تفاعلی آزاد صرفیے (Functional Free Morpheme) کہلاتے ہیں۔

## پابند صرفیے (Bound Morpheme)

اشتقاقی صرفیے نئے الفاظ یا تو بناتے ہیں یا اخذ کرتے ہیں۔ خالص اشتقاقی صرفیے جو نیا الفاظ اخذ کرتے ہیں۔ وہ پرانے گرامری زمرے سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ آیئے عام صرفیہ

(Morpheme)able اور ish لیتے ہیں۔ اور ان کو الفاظ کے ساتھ جمع کرتے ہیں۔ eat ایک فعل ہے جبکہ eatable ایک اسم یا صفت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح boy ایک اسم ہے لیکن boyish ایک صفت ہے۔ پس نئے الفاظ حاصل ہونے والے الفاظ اصل الفاظ سے مختلف گرامری زمرے سے تعلق رکھتے ہیں۔

تعلیقیہ بھی نئے الفاظ بناتے ہیں مگر یہ اصل لفظ کا گرامری زمرہ (Class) نہیں بدلتے۔ تعلیقیہ کا انگریزی میں affix کہتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے جوڑنا یا منسلک کرنا۔ اگر affix کو لفظ سے پہلے جوڑا جائے تو اسے سابقہ کہتے ہیں لیکن اگر اسے لفظ کے آخر میں جوڑا جائے تو اسے لاحقہ کہتے ہیں۔ اگر اسے لفظ کے درمیان میں جوڑا جائے اسے وسطیہ کہتے ہیں۔ انگریزی اور اکثر یتی پاکستانی زبانوں میں وسطیہ نہیں پائے جاتے۔ تاہم براہوی زبان میں یہ پائے جاتے ہیں۔ تعلیقہ، سابقہ، اور لاحقہ کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

Here are some suffixes, prefixes, and infixes:

a-, auto-, re-

| | | |
|---|---|---|
| a + moral | = amoral | [not concerned with morality. Both are adjectives] |
| auto + biography | = autobiography | [both are nouns] |
| re + print | = reprint | [both are verbs] |

/pə/ in Brahvi is an infix meaning *not*. Its use is as follows:

/xəlniŋ/ to beat

/xəlpəniŋ/ not to beat.

ان حالتوں میں نئے الفاظ کا گرامری زمرہ (Class) وہی رہتا ہے۔ تصریفی صرفیے کبھی بھی الفاظ کا گرامری زمرہ (Cstegory) نہیں بدلتے جن کے ساتھ انہیں جوڑا جاتا ہے۔

ان کو زبان کی گرامر کے اصولوں کے مطابق جوڑا جاتا ہے۔ اور یہ زیادہ تر تصریفی زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔( یہ وہ زبانیں ہوتی ہیں ان میں الفاظ کی اصل مادہ کے ساتھ صرفیہ (Morpheme) بدل کر معنی کو ظاہر کیا جاتا ہے)۔

زمانہ ماضی صرفیہ (ed(Morpheme– انگریزی میں بہت سارے افعال کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً jump+ed= jumped، dance+ed= danced، save+ed= saved تاہم انگریزی میں ماضی ظاہر کرنے کے لیے دوسرے بہت سارے طریقے ہیں۔ لیکن لاطینی زبان انگریزی کی نسبت بہت زیادہ تصریفی (Inflectional) ہے۔

صرفیہ (s'(Morpheme' بطور تصریفیہ اور اشتقاقی (Derivational) دونوں طرح کا رویہ رکھتا ہے۔ پس گروپ بندی میں بہت سارے مسائل ہیں۔ جن کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

## نوالفاظ سازی (Neologism)

نئے لفظ بنانے کا عمل نوالفاظ سازی کہلاتا ہے۔ یہ بعض اوقات اس لحاظ سے ایک سیاسی عمل ہوتا ہے کہ صرفیے یا الفاظ سمجھ کو بڑھاوا دینے کے بجائے شناخت پر زور دینے کے لیے چنے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جدید ہندی میں سنسکرت سے ادھار لیے گئے الفاظ پائے جاتے ہیں اور جدید اردو میں فارسی اور عربی سے ادھار لیے گئے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کا مقصد شناخت پر زور دینا ہوتا ہے۔ سنسکرت زدہ الفاظ ہندی شناخت پر زور دیتے ہیں جبکہ فارسی زدہ الفاظ مسلم شناخت کی علامت ہے۔ ایک زبان کے اٹھارویں صدی میں دو سٹائل میں بٹ جانے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ سیاسی طور پر نوالفاظ سازی کا عمل جاری ہوا۔ اس بارے میں مزید جاننے کے لیے امرت رائے کی زبردست کتاب (A house divided (1994 دیکھیں۔

لیکن تمام نو الفاظ سازی سیاست سے متاثر نہیں ہوتی۔ امریکہ میں نو عمر بچے اپنی علاقائی زبان میں دانشور کو 'geek' کہتے ہیں۔ یہ لفظ ایک دن زبان میں قبول کر لیا جائے گا جیسا کہ نئے الفاظ اکثر قبول کر لیے جاتے ہیں۔ دوسری حالتوں میں، نئی چیزیں تخلیق ہوتی ہیں اور ہمیں ان کے لیے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات پرانے الفاظ کو نئے معنی دے دیے جاتے ہیں اور بعض اوقات نئے الفاظ تخلیق کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر

| | |
|---|---|
| RADAR | Radio Detecting and Ranging |
| LASER | Light Amplification by Stimulated Emission of Radiation |
| URL | Uniform Resource Locator |
| DOS | Disc Operating System |
| HTML | Hypertext Markup Language |

الفاظ پرانے الفاظ کو ملانے سے بھی بنائے جاتے ہیں۔ جیسے

Brunch: Breakfast + Lunch

Motel: Motor + Hotel

Edutainment: Education + Entertainment

یا پھر یہ الفاظ دوسری زبانوں سے ادھار لے لیے جاتے ہیں جیسے کنڈرگارٹن، جرمن زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے بچوں کا باغ۔ بے شک ہندی اردو میں بھی فارسی، عربی، ترکی، پرتگالی اور انگریزی سے بہت سے الفاظ ادھار لیے گئے ہیں۔

## • ذیلی صرفیہ (Allomorph)

صرفیہ (Morpheme) ایک طے شدہ طریقے سے لکھا جاتا ہے مگر اس کا تلفظ تمام صورتوں میں ایک سا نہیں ہوتا۔ صرفیہ (Morpheme) کی مختلف حالتیں ذیلی صرفیہ (Allomorph) کہلاتی ہیں۔

آیئے انگریزی کا جمع کا صرفیہ (Morpheme) 's' لیتے ہیں۔ اس کو لکھا 's' ہی جاتا ہے مگر مختلف سیاق و سباق کے تحت اور اس سے پہلے آنے والی آوازوں کے تحت اس کا تلفظ /iz/ ,/z/,/s/ کیا جاسکتا ہے۔ کیٹس cats یا ڈاگز Dogs

| | Words | Plural morpheme | Actual Pronunciation |
|---|---|---|---|
| (1) | cat | -s | /kæts/ |
| (2) | dog | -s | /dɒgz/ |
| (3) | bus | -s | /bʌsɪz/ |
| (4) | sheep | -s | /ʃip/ |

جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ صرفیہ (Morpheme) کو روایتی طور پر تمام حالتوں میں s- لکھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے تین ذیلی صرفیے ہیں۔ /iz/, /z/, /s/ وہ ہمارے دماغ میں موجود تلفظ کے اصولوں یا صوتی اصولوں کے مطابق ہم استعمال کرتے ہیں۔ جب لفظ غیر مسموع (Unvoiced) صوتیہ (Phoneme) پر ختم ہوتا ہے۔ مثلاً /t/ تو ذیلی صرفیہ (Allomorph) جو کہ غیر مسموع (Unvoiced) ہے ساتھ لگایا جاتا ہے جب لفظ مسموع (Voiced) صوتیہ (Phoneme) پر اختتام صفیریہ ہو (یعنی صفیریہ کی قسم جس میں ناک میں حس کی آواز بہت تیز ہوتی ہے) تو iz استعمال کیا جاتا ہے۔ جب واحد اور جمع ایک جیسے ہوں جیسے sheep ہم کہہ سکتے ہیں کہ زیرو ذیلی صرفیہ (Allomorph) استعمال ہوا ہے۔ یعنی اس کا کوئی تلفظ نہیں کیا جاتا۔

یہ اصول نظام زبان کا حصہ ہیں اور ناطق ان سے شعوری طور پر واقف نہیں ہوتے۔
چونکہ ہم زبان کو ایک نظام کے تحت مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم ایک ہی طرح سے تحریر کیے گئے لفظ کے اختتام کو مختلف انداز سے تلفظ کرنے کے لیے مختلف نام رکھ لیتے ہیں۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم ایک جیسے اصول بنانا چاہتے ہیں اس لیے ہم زیرو مارف کا نظریہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ محض یہ کہنے کا دوسرا طریقہ ہے کہ ایک ذیلی صرفیہ (Allomorph) ایسا بھی ہے جس کا کوئی تلفظ نہیں ہے پس یہ ہمیں لفظ انگریزی کے ہر لفظ کے ساتھ s صرفیہ (Morpheme) لگانے کی اجازت دیتا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ اس کا تلفظ کیسے ادا کیا جاتا ہے۔

جمع کے لیے ایک روایتی علامت استعمال کرنے کی خواہش پیچیدگیاں پیدا کر سکتی ہے۔ مثال کے طور پر mouse-mice, child-children, ox-oxen, man-men, foot-feet ہم کہہ سکتے ہیں:

Child+s = children

Mouse+s = mice

Ox + s= oxen

Man +s = men

Foot + s = feet

جہاں تک ہمارے صرفیے s کے لیے روایتی علامت استعمال کرنے کا تعلق ہے تو یہ باقاعدگی پیدا کرتا ہے لیکن تلفظ اتنا مختلف ہے کہ ہمیں یہ بیان کرنے کے لیے کہ ذیلی صرفیہ (Allomorph) کس طرح اخذ کیے گئے خاص اصول وضع کرنے پڑیں گے صرفیہ (Morpheme) کی آواز کا مطالعہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، صوتی اور صرفی دونوں طرح

کے اصولوں کو شامل کرتا ہے۔ اس لیے اس کو صرف تلفظیات یا علم الاصوات (Phonology) کہتے ہیں۔ اس طرح کی حالتوں میں لفظوں کے اخذ کو ظاہر کرنے کے لیے پیچیدہ صرف تلفظیائی اصول (Morphophonemic) استعمال کیے جاتے ہیں۔

## صرف صوتیہ (Phoneme)

بعض ماہر لسانیات کے نزدیک ایک صرفیہ (Morpheme) کا تلفظ میں آنے والے مختلف تلفظ کو صرف صوتیہ (Phoneme) کے طور پر لینا قابل استعمال ہو سکتا ہے۔ انگریزی سے صرفیہ (Morpheme) کی جمع کی مثال لیتے ہوئے:

| Morpheme | Allomorphs | Morphophoneme |
|---|---|---|
| | /s/ | |
| | /z/ | |
| -s | /ɪz/ | /z/ |
| | /ø/ | |

صرف صوتیہ (Phoneme) صرفیہ (Morpheme) کی طرح ایک مجرد تصور ہے اصل صرفیہ (Morpheme) جو جمع کی آوازیں بھی دیتے ہیں وہ ذیلی صرفیہ (Allomorph) ہیں۔ تاہم صرف صوتیہ (Phoneme) ایک علامت کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کو تمام ذیلی صرفیوں کی جماعت کو ظاہر کرنے کے لیے لکھا جا سکتا ہے۔ پھر ہم اصول لکھ سکتے ہیں۔ جو اس کی اصل صوتیاتی ارزش مختلف حالات کے تحت دیں گے (یعنی اس کو کس طرح غیر مسموع (Unvoiced) کے بعد مسموع (Voiced) کے بعد تلفظ کیا جاتا ہے)

ہم نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ صرفیات (Morphology) زبان کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس کو ایک عمل یا ترتیب کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر اسے عمل کے طور پر لیں تو ایک حالت اصل یا بنیادی حالت کے طور پر لی جاتی ہے۔ اور باقی تمام حالتیں اس اصل سے مختلف اعمال کے

ذریعہ ماخوذ مانی جاتی ہیں۔ اگر اس کو ایک ترتیب کے طور پر لیا جائے تو اس ترتیب کے اصولوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ آج کل ماہرین لسانیات دونوں نظریات کو مختلف زبانوں کے الفاظ کی شکل و صورت کے مطالعہ کے لیے استعمال کرتے ہیں[2]۔

# حوالہ جات

[1] A. Akmajian, *Linguistics: An introduction to language and communication*. OUP Oxford, 2001.

[2] P. H. Matthews, *Linguistics: a very short introduction*. OUP Oxford, 2003.

# معنی کا مطالعہ

معنیات (Semantics) انگریزی زبان کا لفظ ہے جسے یونانی لفظ (Semaino) سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب To mean, to signify ہے۔ پس معنیات (Semantics) معنی کا مطالعہ ہے۔ چونکہ معنی بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس لیے نہ صرف ماہرین لسانیات بلکہ فلسفی حضرات بھی اس میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ در حقیقت ماضی میں فلسفی اس سے ماہرین لسانیات کی نسبت زیادہ دلچسپی رکھتے رہے ہیں۔

اس تعارفی کتاب میں ہمارا مقصد صرف وہ طریقہ کار بتانا ہے جس کے تحت ماہرین لسانیات معنی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہ ایک پیچیدہ مضمون ہے۔ اس لیے اس کتاب میں ہم اس مضمون میں ہم صرف استعمال ہونے والی اصطلاحات بیان کریں گے۔ اس کے بعد ہم اس کے کچھ اہم پہلوؤں کا جائزہ لیں گے جو کہ مزید مطالعہ کے لیے کارآمد ہونگے۔

## چند بنیادی اصطلاحات (Some Basic Terms)

اکثر لوگ الفاظ کے معنی کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ تاہم "لفظ" کی اصطلاح غیر مناسب ہے۔ آئیں to die تصور کا تجربہ کریں۔ اس کو درج ذیل طریقوں سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| .1 | Die | He died. |
| .2 | To lose life | He lost his life. |
| .3 | To pass away | He passed away. |
| .4 | To kick the bucket | he kicked the bucket. |

درجہ بالا امثال میں نمبر ۲ اور ۳ میں ایک ایک کی بجائے دو دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ pass and away, lose and life مثال نمبر ۴ میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

kick, the, bucket مزید براں, die اور died ایک ہی تصور ہیں۔ لیکن دو مختلف تغیرہ حالتوں میں بیان کیا گیا۔

المختصر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنیادی خیال ایک ہے۔ مگر ایک سے زیادہ الفاظ ساتھ ہی ساتھ الفاظ کی مختلف حالتیں اس کو بیان کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ اگر ہم اس بنیادی تصور یا خیال کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کے لیے لفظ کے علاوہ کوئی اور اصطلاح کرنی چاہیے۔ ماہرین لسانیات اس کے لیے لغویہ (Lexeme) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے معنی کا یونٹ، اس تصور کے لیے بعض لوگ لغوی شے کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ یہاں معنی کی اکائی کے لیے لغویہ (Lexeme) کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ صرفیہ (Morpheme) اور لغویہ (Lexeme) ایک ہی تصور نہیں ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جو الفاظ بناتا ہے۔ پس محاورہ pass away کئی صرفیوں سے مل کر بنا ہے۔ مگر یہ واحد تصور to die کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسری درج ذیل اصطلاحات سے ہمارا سامنا ہوگا۔

۱۔ ترادف (Synonymy)
۲۔ تضاد (Antonymy)
۳۔ ہم اسمیت (Hyponymy)
۴۔ کثیر المعنویت (Polysemy)
۵۔ تجنیس (Homonymy)

## ترادف (Synonymy):

(Synonymy) معنی کی یکسانیت کو ظاہر کرتی ہے۔ ایک لغت عام طور پر مترادف دیتی ہے۔ (Synonym) مثال کے طور پر لفظ beautiful کے درج ذیل مترادفات (Synonymy) ملتے ہیں۔ pretty, handsome, good looking, personable, beauteous, comely, pulchritudinous,

اگر ہم ان کو حوالہ کے بغیر استعمال کریں تو اس سے ابہام پیدا ہو سکتا ہے۔ درج ذیل فقروں کو دیکھیں۔

| A | B |
|---|---|
| My horse is beautiful. | My horse is personable. |
| This man is handsome. | This man is pretty. |
| The heroine is pretty. | That boy is beauteous. |
| That boy is good looking. | The heroine is pulchritudinous |
| The scene is beautiful. | The scene is comely. |

کالم B کے فقرے لفظ کو ان کے معنی کے مخصوص رنگ میں استعمال نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر اگر ایک مرد یا لڑکے کو pretty کہا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ زنانہ انداز رکھتا ہے۔

Pulchritudinous فلسفی استعمال کرتے ہیں اگر ہم اسے عورت کے لیے استعمال کریں تو یہ غیر فطری محسوس ہو گا۔

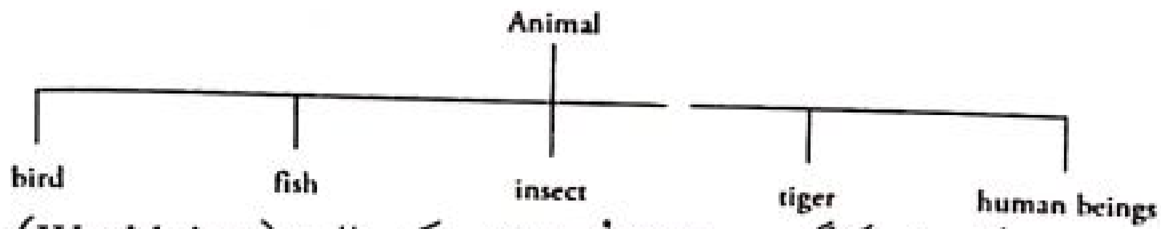
تاہم بنیادی تصور ایک سا ہے اور مخصوص استعمال دوسرے تصورات سے ملتے ہوتا ہے۔

## تضاد(Antonymy):

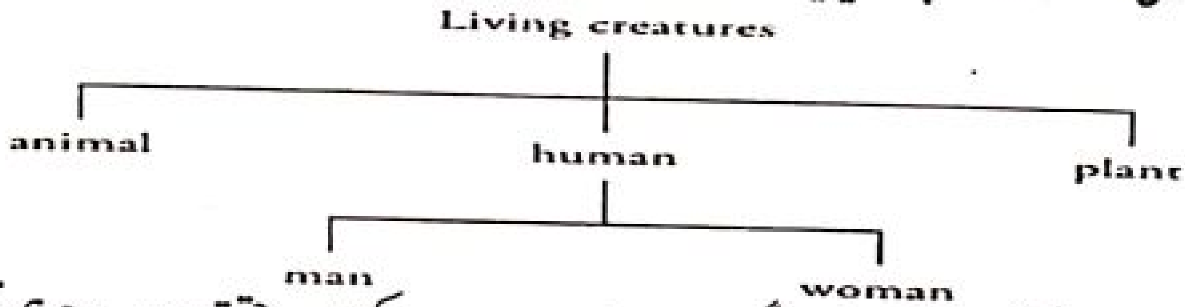
متضاد(Antonymy) کو ظاہر کرتا ہے۔ اچھے کا متضاد(Antonymy) برا، موٹے کا متضاد(Antonymy) پتلا، خوبصورت کا متضاد(Antonymy) بدصورت اور اسی طرح دوسرے ہیں۔

## ہم اسمیت(Hyponymy):

یہ شمولیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ tiger, cat, horse وغیرہ حیوان کے مرکزی زمرہ(Class) میں شامل ہیں۔ اس میں سرفہرست نام یعنی animal مساوی المعنی اصطلاح ہے۔ جبکہ دوسرے الفاظ باہمی ہم اسم ہیں۔




یاد رکھیے الفاظ کی گروپ بندی کا انحصار انسان کے ورلڈ ویو (Worldview) پر ہوتا ہے۔ یہ اس کی گروپ بندی سے واضح نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر جو لوگ سمجھتے ہیں کہ انسان اور حیوان مختلف زمروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ انسان کو حیوان کے زمرہ (Class) میں نہیں رکھیں گے۔ بلکہ وہ سب کو حیاتیاتی مخلوق میں رکھیں گے۔




بعض معاشروں میں آگ زندہ اور پودے مردہ ہو سکتے ہیں۔ حقیقت وہ ہے جو ہم تعبیر کرتے ہیں اور زبان اس کے اظہار میں مدد کرتی ہے۔ اس طرح کے خیالات کا اظہار بشریاتی لسانیات (Anthropological Linguistics) میں کیا جاتا ہے۔

## کثیر المعنویت (Polysemy):

سے مراد لغویہ (Lexeme) کا ایک سے زیادہ معنی کا حامل ہونا ہے۔ پس chip انگریزی میں آلو کا فرائی کیا ہوا ٹکڑا، بجلی کا آلہ اور لکڑی کا ٹکڑا ہیں۔ ہم مختلف تصورات کے لیے ایک ہی آواز استعمال کرتے ہیں۔

## تجنیس (Homonymy):

سے مراد وہ لغویہ (Lexeme) جن کی شکل و صورت ایک ہو۔ مثلاً Bank ایک فعل ہے جس کا مطلب "کسی پر انحصار کرنا" ہے۔ یہ وہ جگہ بھی ہے جہاں رقم رکھی جاتی ہے۔ یہ دریا کے کنارے کو بھی کہا جاتا ہے جہاں چہل قدمی کی جاتی ہے۔ سیاق و سباق اس کا معنی ذیل میں واضح کر رہا ہے۔

I bank upon the Habib Bank situated on the left Bank of

River Ravi to give me a loan.

ہم صوتیہ(Phoneme) سے مراد وہ جن کی آواز ایک ہوتی ہے مگر ہجے مختلف ہوتے ہیں۔(Threw and through)

ہم ترسیم (Homograph):

جن کے ہجے ایک مگر آواز مختلف ہوتی ہے۔Wind کا مطلب ہوا کی حرکت اور یہ ایک اسم ہے۔ اس کا مطلب ایک طرف مڑنا بھی ہے۔ اور ختم کرنا بھی۔ مثلاً

Wind the clock

Wind up your work

دونوں کا تلفظ مختلف ہے۔

wind (n) — /w ɪ n d/

wind (v) — /w aɪ n d/

درجہ بالا الفاظ کی اقسام کے علاوہ ایک اور قسم بھی ہے جسے شاخص (deixis) کہتے ہیں۔ یہ وہ لغویہ (Lexeme) ہیں جن کو بولنے والے کے زمان و مکان کے حوالے سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ دراصل یہ یونانی لفظ deixis سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب نشان دہی کرنا یا اشارہ کرنا ہے۔ پس deictic کا مطلب point out کرنا ہے۔ میں اور تم، آپ وغیرہ شخصی شاخص ہیں۔ یہ لوگوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مکانی شاخص یہ، وہ آنا، جانا، لانا، لینا وغیرہ ہیں۔ یہ نشاندہی کرتے ہیں کہ بولنے والا مکان میں دوسروں کے حوالہ سے کس جگہ ہے۔ یہاں اس کے قریب جبکہ وہاں اس سے دور ہے۔ زمانی شاخص وقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اب، کل، کبھی کبھار، سب زمانی شاخص ہیں۔ یہ زمانے کی بھی نشان دہی کرتے ہیں۔ یہ بتاتے ہیں کہ ناطق وقت کا کس طرح ادراک کرتا ہے۔

## معنیاتی (Semantics) اجزاء:

آپ نے دیکھا کہ کس طرح ثنائی تخالف (Binary Opposition) کے تصور نے ہمیں آوازوں کو ان کی خصوصیات کے مطابق تقسیم کرنے میں مدد دی۔ اگر ایک آواز مصمتہ (Consonant) تھی ہم نے اسے CONSVOC+- کہا۔ اس طرح بعض لغویہ (Lexeme) کو بھی ثنائی تخالف (Binary Opposition) کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ المختصر ایک لڑکا درج ذیل ہو سکتا ہے:

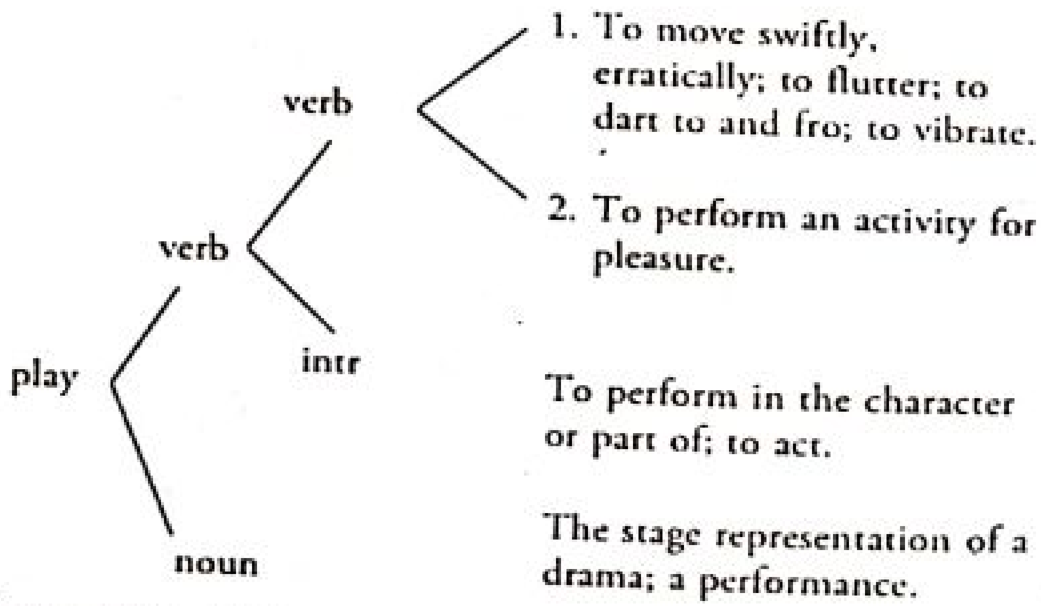
| | |
|---|---|
| | + انسان |
| لڑکا | + جاندار |
| | + بالغ |
| | + مذکر |

لیکن مردہ لڑکے کے بارے میں کیا؟ ہمیں جاندار کی اصطلاح کو منفی کرنا پڑے گا۔(- جاندار) جیسا کہ ڈیوڈ کرسٹل نے کہا کہ معنی اتنے پیچیدہ ہوتے ہیں اس طرح کا تجزیہ ہر وقت ممکن نہیں ہوتا[1]۔ تاہم یہ تصور جزیاتی تجزیے میں استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مطالعہ آپ بعد میں کریں گے۔

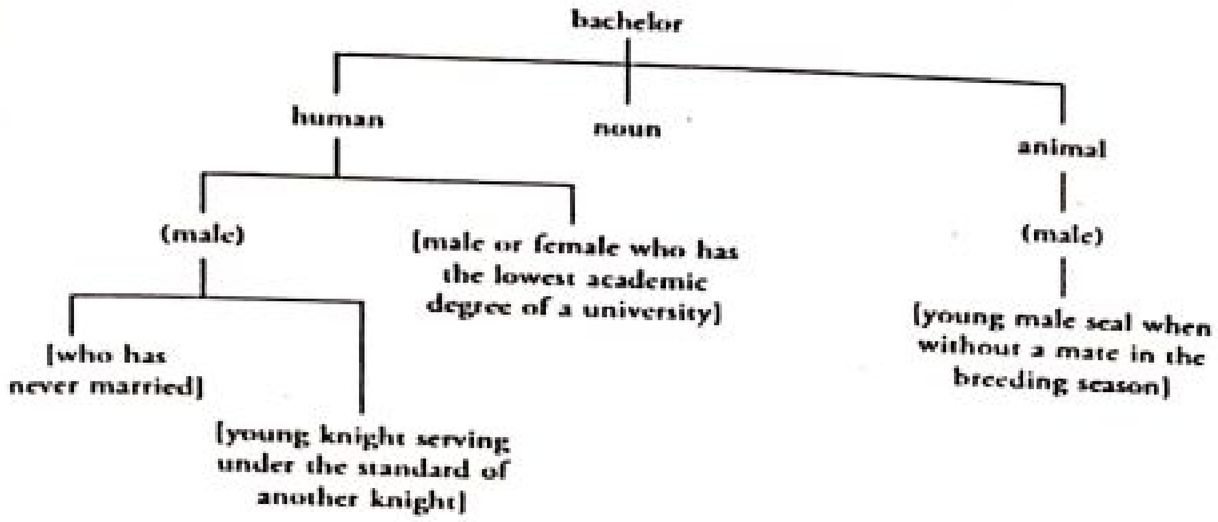
## معنیات (Semantics) کے مسائل

اگرچہ ہم لوگ تمام اصطلاحات میں سے بعض کو تفصیل سے بیان کر چکے ہیں ہمارے پاس ایسا کوئی معنیاتی نظریہ (Semantic Theory) نہیں ہے۔ جس پر ہر کوئی متفق ہو سکے۔ مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ اصطلاح معنی نہایت غیر واضح ہے۔ سی کے آگڈن اور آئی اے رچرڈز نے 1923 میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "معنی کا معنی" (The meaning of meaning) تھا۔ اس میں معنی کی قریباً بائیس تعریفات ہیں[2]۔ بہت عرصہ بعد چومسکی نے کہا کہ اصطلاح "معنی" دراصل زبان کے ہر اس پہلو کو مکمل طور پر بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے جس کے بارے میں ہم بہت کم جانتے ہیں[3]۔

بعد میں کیٹز اور فوڈور نے ایک ایسا معنیاتی نظریہ (Semantic Theory) دینے کی کوشش کی جو کہ چومسکی کے تخلیقی گرامر کے ساتھ مطابقت میں ہو۔ ان کے مطابق لوگ کے ذہن میں اس زبان کے لغوی اجزاء اور اس کے اصولوں کی ایک لغت ہوتی ہے جس سے اسے ان کے استعمال کا پتہ چلتا ہے۔ اصولوں سے ناطق کو پتہ چلتا ہے کہ اس نے کس لفظ کو کہاں رکھنا ہے۔ ان کو تظلیلی اصول (Projection Rules) کہتے ہیں۔ مثلاً ایمانی گفتگو سے ہٹ کر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ "پتھر نے مجھ سے بات کی۔" فقرہ نحوی (Syntactic) لحاظ سے مکمل ہے۔ لیکن ہم ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں پتھر گفتگو نہیں کرتے۔ پس اسم لڑکی کی خصوصیات اسم پتھر سے مختلف ہیں۔ اسی طرح اسم اور فعل کی خصوصیات نحو (Syntax) میں زیر بحث لائی جاتی ہیں اور ایک لحاظ سے فقرے کی ساخت قبل ازوقت واضح کر دیتے ہیں[4]۔ درج ذیل میں کیٹز اور فیوڈور کی لفظ play کے اندارج کی وضاحت کی گئی ہے۔




ہر جز کی اس کے نحوی زمرہ (Syntactic Categories) کے مطابق نشاندہی کی گئی ہے۔ یعنی وہ اسم، فعل یا حرف جار ہے۔ ان زمروں کو گرامری امتیازی اشارے (Grammatical Markers) کہتے ہیں۔ جو مفہوم یہ واضح کرتا ہے یا جس معنیاتی (Semantic Marker) نام کے اندر ہم اسے رکھتے ہیں۔ معنیاتی اشارہ (Semantic) کہلاتا ہے۔ اور جس طریقہ سے اس کا معنی یا جس کی طرف یہ اشارہ کرتا ہے اسے دوسرے مفاہیم سے ممتاز کرتا ہے۔ اسے اس کا ممیز (Distinguisher) کہتے ہیں۔ ذیل میں لفظ bachelor کا اندراج دیا جارہا ہے۔




Adapted from Katz and Fodor 1963: 496.

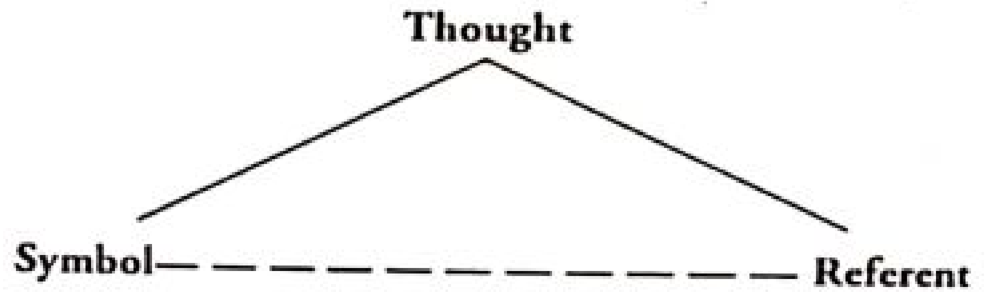
گرامری امتیازی اشارہ (Grammatical Marker) اسم ہے۔ معنیاتی امتیازی اشارہ (Semantic Marker) انسان جانور مذکر وغیرہ ہیں۔ ممیز وہ معنی ہیں جو قوسین چہار گوشہ (Square brackets) میں دیئے گئے ہیں۔

ابتداء میں جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں چامسکی نے نحو (Syntax) پر توجہ دی۔ لیکن بعد میں یہ واضح ہو گیا کہ معنیات (Semantics) کا نحو (Syntax) کے ساتھ قریبی تعلق ہے۔ تخلیقی گرامر کا نظریہ اس کا انکار کرتا ہے کہ نحو (Syntax)، معنیات (Semantics) سے مختلف ہے۔ پس تصورات نہایت گہرے درجے پر نحو (Syntax) متعین کرتے ہیں۔ اور یہ بعد میں ساخت کے اندر داخل نہیں کیے جاتے۔ یہ نظریات ہر لحاظ سے حتمی ہیں۔ زبان پر تحقیق جاری ہے اور نئے نئے نظریات و تصورات پیش کیے جا رہے ہیں۔ اگر آپ اس مضمون میں دلچسپی رکھتے ہیں آپ کو ان سے قریبی تعلق رکھنا چاہیے۔

## فلسفہ میں معنی

معنی قدیم ترین زمانہ سے فلسفہ کا مضمون رہا ہے۔ جیسا کہ افلاطون کی کریٹلس کو بیسویں صدی میں فلسفہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ جرمن ریاضی دان گٹلب فریگ اور انگریزی فلفی برٹرنیڈ رسل دونوں اس میں دلچسپی رکھتے تھے۔ تاہم ان کی دلچسپی کا باعث منطقی زبان تھی۔ (جیسا کہ ریاضی میں استعمال ہونے والی علامتیں)

ماہرینِ فلسفیانہ لسانیات کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ جو الفاظ ہم استعمال کرتے ہیں کیا وہ کسی طرف حوالہ بھی دیتے ہیں (refer) مثلاً لفظ اسلام آباد پاکستان کے ایک شہر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مگر تمام الفاظ کے پاس اپنے مشارالیہ نہیں ہیں۔ مثلاً لفظ love, ask, consistent, justice وغیرہ دنیا میں کس طرف اشارہ کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے ذہن میں خیال یا تصور موجود ہوتا ہے اور ہمارا لفظ اس چیز یا تصور کا ذہن میں اشارہ کرتا ہے۔ آگڈن اور رچرڈ نے اس تصور کے لیے درج ذیل تکون دی۔




(Source: Ogden and Richards 1923: 99)

[2]

فلسفیوں نے معنی کو سچائی کے لحاظ سے بھی سمجھنے کی کوشش کی۔ یعنی ایک فقرہ سچ ہے یا نہیں۔ پولینڈ میں پیدا ہونے والے ریاضی دان ایلفرڈ ٹرسکی نے درج ذیل فارمولہ کے تحت سچ کی تعریف کی۔

X سچ ہے اگر iffp

X فقرہ (بیان یا وضاحت)

Iff اگر اور صرف اگر

P ایک متغیر جو کہ دنیا کے بارے میں کچھ بتائے

------------------------------------------→ iff P

(iff coal is black) Coal is black

لیکن فطری زبانوں میں بد دعاوں، نیک تمناوں، حکم، عرضیوں کو سچ یا جھوٹ نہیں کہا جاسکتا۔

اس لیے بعض فلسفی الفاظ کے استعمال کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ فلسفی لڈوگ (Ludwig Wittingenstein) نے زبان کو ایک کھیل سے تعبیر کیا۔ اور ایک لفظ کا شطرنج کے مہرے سے موازنہ کیا۔ ذیل میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا جارہا ہے۔

لڈونگ ویانا میں 26 اپریل 1889 کو پیدا ہوا۔ اس نے ریاضی اور نیچرل سائنسز میں ویانا سے تعلیم سے حاصل کی۔ اس کے بعد برلن اور مانچسٹر میں مکینیکل انجینئرُ کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بطور فلسفی کیریئر کے لحاظ سے سب سے اہم واقعہ اس کا کیمبرج میں آکر برٹرینڈ رسل کے ریاضیاتی متلاطق پر لیکچرز میں شامل ہونا تھا۔ لیکن وہ جلد ہی کیمبرج سے اکتا گیا اور اس کے رسل کے ساتھ بھی اختلافات پیدا ہو گئے۔ جس کے نتیجہ میں وہ ناروے منتقل ہو کر زبان کے فلسفہ کے بارے میں اپنے تاثرات کو تلاش کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جب پہلی عالمی جنگ کا آغاز ہوا تو اس نے فلسفہ چھوڑ کر آسٹریا آرمی میں شمولیت اختیار کر لی اور اس طرح برطانیہ کا دشمن بن گیا۔ 1918ء میں جنگی قید کے دوران اس نے اپنی کتاب پر کام جاری رکھا جس کو بعد میں ٹریکٹیٹس (Tractatus) کے نام سے شائع کیا گیا اور اس نے اس کتاب کو رسل کو بھیجا[5]۔

اپنی عجیب طبیعت کے باعث، اس نے آسٹریا کے ایک دیہی علاقے میں پرائمری سکول کا استاد بننے کا ارادہ کیا۔ اس پوزیشن پر اس نے 1920 سے لے کر 1925 تک کام کیا پھر ایک بچے کے کانوں کو بکس میں دبانے کی وجہ سے اسے سکول سے نکال دیا گیا۔ کچھ وقت کے لیے وہ ایک ناکام معمار بھی بنا رہا لیکن اس کا بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ عجب طور پر، وہ دولت کے پیچھے نہیں تھا کیونکہ اس نے باپ کے کاروبار سے وراثت کا حصہ لینے سے انکار کر دیا تھا اور ساری دولت اپنی بہنوں کو دے دی۔ اس سے زیادہ عجیب یہ کہ اس ناکام استاد نے کیمبرج میں اپنے دوستوں کو خط لکھا کہ وہ یونیورسٹی آرہا ہے اور وہ اس نان ونطفہ کا انتظام کر کے رکھیں۔ 1929 میں وٹنگٹن ٹرینٹی کالج میں بر سر روزگار ہو گیا اور ڈاکٹریٹ کے لیے ٹریکٹیٹس جمع کروا دی۔ اپنی آپ بیتی میں وہ مور اور رسل کو بتانے کا بیان مزاحیہ انداز سے کرتا ہے اس کو نہ پڑھنا زیادہ ہو گی۔ کیمبرج میں 1939 میں فلسفہ کے پروفیسر کے طور پر کرسی سنبھالی۔ وہ 1951 میں فوت ہوا اس نے نہ ہی شادی کی اور نہ ہی اس کا کوئی اپنا گھر تھا۔ لیکن اس کے دوستوں نے کبھی اسے چھت کے بغیر نہ رہنے دیا[6]۔

اس نے اپنی کتابوں کے ذریعہ لسانیات میں خاص کر معنیات (Semantics) کو متاثر کیا۔ ٹریکٹیٹس میں اس کا بنیادی نقطہ ارتکاز فقروں کا سچ یا جھوٹ ہونا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ زبان کا خیالات کا کثیف واسطہ ہے۔ بنیادی مفروضہ یہ ہے کہ حقیقت وجود رکھتی ہے اور خیال، اس حقیقت کی تاویل و تشریح ہونے کے ناطے، زبان کے ذریعہ بیان کیا جاتا ہے۔ پس میری زبان کی حدود میری دنیا کی حدود ہیں۔ ایک مثالی زبان منطقی علامت نگاری ہو گی۔ تاہم اپنی بعد میں آنے

والی کتاب، (Philosophical Investigations)، جو اس کی وفات کے بعد 1953 میں چھپی، میں اپنی مثالی زبان کی تلاش کو ترک کر دیا[7]۔

اپنی کتاب فلسفیانہ تحقیقات میں الفاظ کے روز مرہ (Class) استعمال پر غور کرتا ہے۔ لسانی کھیل (Language Games) میں بالکل ویسے ہی الفاظ کے ساتھ کھیلنے کے اصول ہوتے ہیں جیسے ہمارے پاس کھیل کے اصول ہوتے ہیں۔ اوپر بیان کیا گیا لسانی کھیل کا نظریہ الفاظ کے استعمال کے انداز کو سمجھ کر سمجھا جا سکتا ہے۔ وٹگنسٹن کے مطابق 'لفظ کا مطلب اس میں استعمال میں چھپا ہوتا ہے۔' ناطق اور سامع الفاظ کو صورتِ حال کے مطابق استعمال کرتے ہیں جس کے اپنے رویے کے مطابق رسم و رواج، اصول، اور گرامر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم کسی رسمی جان پہچان والے سے ملتے ہیں تو کھیل کا اصول یہ ہے کہ ہم اس کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ وہ 'میں ٹھیک ٹھاک ہوں' کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ اس کھیل میں الفاظ دراصل صرف شور کے تبادلہ کا کام کر رہے ہیں کیونکہ اگر کوئی اصل سوال کا جواب دے تو یہ کھیل کے اصول سے انحراف ہوگا۔

جان ایل آسٹن نے بولنے کو عمل سے تعبیر کیا۔ اس کے نظریے کے مطابق، کچھ کہنے کا مطلب کچھ کرنا ہے۔ تمام قسم کی درخواستوں، احکام، وعدوں، انتباہ، وغیرہ میں استخراجی قوت پائی جاتی ہے۔ یہ وہ قوت ہے جس کا تعلق خاص حالت یا عمل کے پہلو سے ہوتا ہے۔

فلسفی کی معنی کے متعلق سوچ وبچار ہی اس مختصر بیان کا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ہم اس مضمون کی بہت سارے نظریات کو ابھی بیان بھی نہیں کر سکتے۔ معنی کا ایک اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ آپ کو آپ کے ورلڈ ویو (Worldview) کے بارے میں بتاتے ہیں۔ وہ انداز جس سے ہم حقیقت کو دیکھتے ہیں ورلڈ ویو (Worldview) کہلاتا ہے۔ اس اس کا ایک پہلو ہے جس پر بعد میں بات کی جائے گی۔ اگر آپ اس موضوع پر مزید جاننا چاہتے ہیں تو لیچ کی کتاب معنیات (Semantics) (1974) کا مطالعہ کریں[8]۔

# حوالہ جات

[1] D. Crystal, "The English Encyclopaedia of Language." Cambridge: Cambridge University Press, 1987.

[2] B. Malinowski, F. G. Crookshank, C. K. Ogden, and I. A. Richards, *The Meaning of Meaning; a Study of the Influence of Language Upon Thought and of the Science of Symbolism.* Kegan Paul, Trench, Trubner, 1923.

[3] R. B. Lees and N. Chomsky, "Syntactic Structures," *Language (Baltim).*, vol. 33, no. 3 Part 1, pp. 375–408, 1957.

[4] J. J. Katz and J. A. Fodor, "The structure of a semantic theory," *Language (Baltim).*, vol. 39, no. 2, pp. 170–210, 1963.

[5] L. Wittgenstein, "Ogden, CK (translator)(1999) Tractatus Logico-Philosophicus," *London Part*, vol. 12, 1922.

[6] N. Malcolm, "Ludwig Wittgenstein: A Memoir." Oxford, Oxford University Press, 1958.

[7] W. Ludwig, "Philosophical investigations," *London, Basic Blackw*, 1953.

[8] G. Leech, "Semantics. Hammondsworth." Penguin Books, 1974.

# چامسکی کے نظریات کا تعارف

نوم چامسکی 07 دسمبر 1928 کو پیدا ہوا۔ اس کا باپ گریٹ کالج، فیلیڈلفیا میں عبرانی اور یہودی تعلیم کا پروفیسر تھا۔ ذیلگ ہیرس، جو کہ پینسلوینیا یونیورسٹی میں پڑھا رہا تھا، نے چامسکی میں لسانیات کے متعلق دلچسپی پیدا کی اور چامسکی نے اسی یونیورسٹی سے 1955 میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ 1961 سے وہ مسیچوسیٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی جو کہ امریکہ کی ریسرچ کے حوالے سے صفِ اول کی یونیورسٹیوں میں سے ایک ہے، میں فل پروفیسر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ 1966 میں وہ لسانیات اور فلسفہ کے فراری وارڈ پروفیسر بنے اور 1967 میں اسے ایم آئی ٹی میں لسانیات اور فلسفہ کے انسٹی ٹیوٹ پروفیسر بنایا گیا۔ وہ ایک ریڈیکل دانشور کے طور پر بھی مشہور ہے۔

چامسکی اپنی جوانی میں بائیں بازو کے ساتھ سمت بندی ہونے کی وجہ سے سیاست میں ریڈیکل واقع ہوا۔ اس نے امریکہ کی آمرانہ پالیسیوں پر شدید تنقید کی۔ ایک مذہبی گھرانے میں پرورش کے باوجود، وہ اسرائیل کا تنقید کرتا ہے۔ اس کی عالمی تعلق عامہ، میڈیا، اور فلسفہ پر کتابیں، اس کی لسانیات پر کتابوں کی طرح دانشورانہ ہیں۔

اس نے کئی ایک عالمی اعزازات حاصل کیے جن میں پوری دنیا سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی شامل ہے۔ 1988 میں اس نے بنیادی سائنس میں کے اوٹا انعام کیا جو کہ ان مضامین کے لیے دیا جاتا ہے جو نوبل انعام میں شامل نہیں ہیں۔ اس نے 1969 میں جان لاک لیکچرز آکسفرڈ یونیورسٹی میں دیئے اور برٹرینڈ رسل میموریل لیکچرز کیمبرج یونیورسٹی میں دیئے۔ اس نے انڈیا اور پاکستان میں بھی سیاسی موضوعات پر لیکچرز دیئے ہیں[1]۔

اس باب میں چامسکی کے بنیادی نظریات سے انتہائی سادہ الفاظ میں متعارف کروایا جا رہا ہے۔

## گرامر

وہ اصول جو الفاظ کی ایک دوسرے کے آگے پیچھے جگہ کا تعین کرتے ہیں تا کہ فقرے بن سکیں۔ اس کا مطالعہ نحو (Syntax) میں کیا جاتا ہے۔ درج ذیل تین بابوں میں ہم چامسکی کے نحو (Syntax) کے متعلق بالخصوص اور لسانیات کے متعلق بالعموم نظریات کا مطالعہ کریں گے۔

آیئے کچھ تعریفات سے بات شروع کرتے ہیں۔

آپ گرامر سکول میں پڑھتے رہے ہیں۔ جس کا مقصد آپ کو چند اصول سکھانا تھا تا کہ آپ زبان صحیح انداز میں لکھ اور بول سکیں۔ آپ کے اساتذہ نے آپ کو بتایا کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ انہوں نے آپ کو اصول بتائے جیسا کہ:

1۔ 'it is me' مت کہو بلکہ کہو 'it is I'

2۔ فقرے کا اختتام حرف جر سے مت کرو۔ اس کو تقعیدی گرامر (Prescriptive Grammar) کہتے ہیں۔

چند اصول جو اساتذہ سکھاتے ہیں قطعی ضروری نہیں ہوتے۔ مثلا 'it is me' لکھنے میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ بہترین انگریزی لکھنے والے حرف جر پر فقرے کا اختتام کرتے رہے ہیں۔ یہ اصول لاطینی زبان سے آتے ہیں۔ جیسا کہ سکالرز کی زبان لاطینی تھی وہ اس زبان سے اتنا متاثر تھے کہ انہوں نے سوچا کہ دوسری زبانوں کو ان کے اصولوں کی پیروی کرنی چاہیے [2]۔ آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ اردو میں بھی بعض لوگ عربی اور فارسی کے قوانین مانتے ہیں۔ مثلا لفظ استاد کی جمع استاد ہی ہے مگر بعض عربی جمع بنانے کے اصول پیروی کرتے ہوئے استاد کی جمع اساتذہ لکھتے ہیں۔ اسی طرح جدید ہندی سنسکرت کے اصول کی پیروی کرتی ہے

اس کتاب میں ہم تقعیدی گرامر (Prescriptive Grammar) کے بارے میں بات نہیں کر رہے۔ زیادہ تر ماہرین لسانیات جن میں چامسکی بھی شامل ہیں اور جن کے نظریات اس کتاب میں شامل ہیں۔ بیانیہ گرامر (Descriptive Grammar) بیان کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ تمام ماہرین کی طرح ان کی اصل دلچسپی اس میں ہے کہ لوگ فقرہ کس طرح بناتے ہیں اور مادری زبان بولنے والے کے ذہن میں وہ کون سے اصول ہوتے ہیں جو انہیں فقرہ بنانے کے قابل بناتے ہیں۔

تمام سائنس دانوں کی طرح ہمارا کام ان اصولوں کو صرف بیان کر دینا ہے ہم کسی کی زبان کے اچھے یا برے ہونے کے بارے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ پس زبان کی تمام اقسام بشمول غیر تعلیم یافتہ طبقے کی زبان کے، ہمارے مطالعہ کا حصہ ہیں۔ تمام زبانوں کے گرامر ہوتے ہیں۔ حقیقت میں اگر ان کے پاس فقرہ بنانے کے اصول نہ ہوتے تو وہ کبھی بھی فقرے نہ بنا پاتے۔ پس یہ کہنا بے معنی ہے کہ فلاں اور فلاں زبان کی گرامر نہیں ہے۔ اب درج ذیل دو فقروں پر غور کریں۔

I went home.

اس ترتیب کو نحوی (Syntactic) کہا جاتا ہے اور ہمارے دماغ میں موجود چند اصول ہمیں بتاتے ہیں کہ درجہ بالا فقرے کی ترتیب ٹھیک ہے۔ اور درج ذیل فقرے میں غلط ہے۔

Went home I.

بظاہر پہلا فقرہ انگریزی کا فقرہ ہے اور آپ کا ذہن آپ کو بتا سکتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے اور اچھی طرح بنا ہوا ہے۔ اگر انگریزی آپ کی مادری زبان ہے یا آپ انگریزی زبان اچھی طرح جانتے ہیں اگر آپ کی مادری زبان میں کوئی ادائیگی آپ کو دی جائے آپ اس کی خوبیاں اور خامیاں جان سکتے ہیں اور یہ پڑتال آپ کی فطری حس کی بنیاد پر ہو گی۔ پس کسی فقرے کی اچھی بناوٹ یا اس طرح کی دوسری خصوصیات جاننے کے لیے ہمیں ایک مادری زبان بولنے والوں سے فقرے یا تلفظ بطور ڈیٹا / حقائق لیتے ہیں جب ہم زبان کو بیان کرتے ہیں۔ یہ واضح ہے کہ ہماری زبان کا مقصد قطعاً نہیں ہے کہ کسی کو صحیح انداز میں لکھنا سکھایا جائے ہمارا مقصد یہاں یہ جاننا ہے کہ دماغ زبان کی تخلیق کے دوران کس طرح عمل کرتا ہے۔ اس کو کمپیوٹر سے مماثلت کے تحت سمجھا جا سکتا ہے۔ جن کو ہدایات دی جاتی ہیں تا کہ یہ عمل کریں اور جواب دیں۔ اسی طرح انسان کا دماغ مختلف ہدایات کے تحت کام کرتا محسوس ہوتا ہے۔ جن کو ہم قاعدہ یا اصول کہیں گے۔ یہ اصول الفاظ اور الفاظ کے حصوں کو پروسس کر کے کلام یا تحریر پیدا کرتے ہیں۔ چامسکی بنیادی طور پر انہیں قاعدوں اور اصولوں میں دلچسپی رکھتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ ہم دماغ کے کام کرنے کے طریقہ کار کو سمجھ سکتے ہیں اگر ہم یہ جان لیں کہ یہ کس طرح زبان تخلیق کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے چامسکی کا زبان کے متعلق نقطہ نظر ذہنی ہے۔ یعنی وہ اس کو ذہنی واقعہ کی بنیاد پر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بے شک اس کے نظریات کے بہت سارے مقاصد میں سے ایک مقصد دماغ کو سمجھنا ہے۔ چامسکی خود کہتا ہے۔

"ذاتی طور پر، زبان کے مطالعہ سے، کچھ سیکھنے کا امکان مجھے اکساتا ہے جس سے انسانی ذہن کی پوشیدہ خصوصیات پر روشنی پڑے گی۔"[3]

## چامسکی کے دوسرے اہداف (Chomsky's Other Aims)

دماغ کو سمجھنا اصلی مقصد ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے چامسکی یہ جاننا چاہتا ہے کہ زبان کیا ہے اب زبان کی ظاہری طور پر ایک ساخت ہوتی ہے یہ ساخت الفاظ کے جڑنے کے انداز کے درمیان ایک منظم تعلق کا نام ہے جس کے ذریعہ وہ معنی دیتے ہیں۔
یہ بات تو واضح ہے کہ آپ بے ترتیب انداز میں الفاظ آپس میں نہیں ملا سکتے۔ اور نہ ہی اپنی پسند کی آوازوں کو ملا کر بامعنی بات چیت کر سکتے ہیں۔ ساری زبان ایک نظام یا ساخت کی طرح ہے۔ چامسکی کا مقصد اس ساخت کو سمجھنا ہے دوسرے لفظوں میں وہ زبان کی ساخت کے متعلق لسانی ساخت کا نظریہ (Theory of Language Structure) تعمیر کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح کا نظریہ درج ذیل سوالوں کا جواب دیتا ہے۔

1۔ فطری یا انسانی زبانیں کیا ہیں؟
2۔ کیا یہ مصنوعی زبانوں سے، جیسا کہ وہ جو کمپیوٹر میں استعمال ہوتی ہیں، مختلف ہے؟
3۔ کیا کوئی مشترک یا یونیورسل مشترک خصوصیات ہوتی ہیں اور کیا یونیورسل گرامر (Universal Grammar) بنانا ممکن ہے؟

ان سوالوں کے ساتھ ساتھ چامسکی نظریہ اکتساب زبان سے بھی دلچسپی رکھتا ہے جس سے مراد ہے کس طرح چھوٹے بچے زیادہ سنی جانے والی زبان سیکھ لیتے ہیں۔ یہ دونوں نظریات ہمیں دماغ کا کام سمجھنے میں مدد دیں گے۔ جب وہ انسانی زبان سیکھتا یا ادا کرتا ہے۔

## خاص گرامر (Particular Grammar)

اوپر دیئے گئے مقاصد اس وقت تک حاصل نہیں کیے جا سکتے جب ہمارے پاس معلومات کی وافر مقدار موجود نہ ہو گی اس سلسلہ میں معلومات انسانی زبانوں مثلاً انگلش، فرنچ، اردو، فارسی وغیرہ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اگر ہم ان زبانوں کو مکمل طور پر بیان کریں تو ہم خاص "زبان" کی ساخت جان سکیں گے۔ یہ عمومی طور پر زبانوں کی ساخت کو سمجھنے میں بھی مدد

دے سکتی ہے۔ یہ خاص بیانات گرامر بھی کہلاتے ہیں۔ ان گرامر کو علم الاصوات، صرفیات (Morphology)، نحو (Syntax)اور معنیات (Semantics) کو اپنے دائرہ کار میں لانا چاہیے۔ تاہم اکثر لوگ گرامر میں صرف نحو (Syntax) کی بات کرتے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود، مخصوص زبانوں کے مثالی گرامر علم الاصوات، صرفیات (Morphology)، نحو (Syntax) اور معنیات(Semantics) کو بیان کرتے ہیں۔

## صلاحیت(Competence) اور کارکردگی(Performance)

کسی لوگ کے ذہن میں اس زبان کی گرامر ہوتی ہے۔ وہ اپنی زبان کی ساخت جانتے ہیں اگرچہ بہت کم موقعوں پر وہ اپنے علم کی حدود سے شعوری طور پر واقف ہوتے ہیں یا اپنے پاس نظام زبان کا مکمل احاطہ کرنے والے اپنے پاس موجود علم کو تفصیل سے بیان کرسکتے ہیں۔ اس کو صلاحیت (Competence) کہتے ہیں۔ پس مخصوص گرامر اصولوں اور ناطق کے لغویہ (Lexeme) کا محض عکس ہوتی ہیں۔

عملی زندگی میں دوران تلفظ لوگ زبان کا مکمل نظام استعمال نہیں کرتے۔ وہ بعض الفاظ مخصوص عبارت میں استعمال کرتے ہیں جبکہ وہ دوسرے بہت سے الفاظ دوسری مختلف تراکیب میں چھوٹے اور بڑے فقروں میں استعمال کرسکتے ہیں۔ اکثر وہ فقروں کے درمیان میں وقفہ کرتے ہیں یا درمیان سے توڑ دیتے ہیں۔یہ زبان کا اصل استعمال ناطق کی امکانی صلاحیت (Competence) سے قطعاً مختلف ہے۔ اسے کارکردگی(Performance) کہا جاسکتا ہے۔

آیئے اب ان دونوں تعریفوں کا خلاصہ چامسکی کے اپنے الفاظ میں کریں جس کو اس نے نظریہ نحو (Syntax) کے پہلو1965 (Aspects of the theory of syntax) میں بیان کیا۔ صلاحیت (Competence) سامع-ناطق کا اپنی زبان کے بارے میں علم ہے۔ اور کارکردگی (Performance) مختلف صورت حال میں زبان حقیقی استعمال ہے[3]۔

## آلہ اکتساب زبان(language acquisition device)

پچھلے چند صفحوں سے ہم لوگ اصول و گرامر کا ذکر کررہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ ہیں کیا؟ اس حصے میں ہم اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔ پہلے ہم نے یہ کہا کہ کسی

زبان میں ایک فقرہ تخلیق کرنے کا کمپیوٹر سے پروسیسنگ کے ذریعہ نتائج حاصل کرنے سے کیا جا سکتا ہے۔ کمپیوٹر کو پروگرام کیا جاسکتا ہے اور چیزوں کو دی گئی ہدایات کے مطابق ترتیب دیتا ہے۔ یہ معلومات کو خاص انداز سے پروسیس کرنے کے سازوسامان سے لیس ہے۔ فرض کیا انسانی ذہن میں بھی خاص آلات ہیں جو اسے کسی زبان کو پراسیس کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ وہ کیا کرے گا؟ اس آلہ میں جسے چامسکی نے آلہ اکتساب زبان (language acquisition device) کہا ضرور ایسی صلاحیت (Competence) ہوگی جس یہ کسی بھی انسانی زبان کی لغوی اکائیوں کو کسی مخصوص یونیورسل قوانین (Universal Rules) کے تحت ترتیب دے سکے۔ پھر اس میں زبان کے لحاظ سے جس کو ہم استعمال کرتے ہیں تنوع پایا جائے گا۔ یہ تنوع اتفاقی نہیں ہوگا بلکہ مخصوص قوانین کے ذریعہ اسے قابو کیا جارہا ہوگا۔ یہ LAD کے کام کو آسان کردے گا کیونکہ اس میں یونیورسل قوانین (Universal Rules) پہلے سے پروگرام کیے گئے ہونگے اور اسے صرف دوسری زبانوں کے قوانین ذہن نشین کرنا ہونگے جیسا کہ معاشیات کے اصولوں کو تمام قدرتی پروسیسز میں دیکھا جاسکتا ہے۔ چامسکی بھی یہ موقف رکھتا ہے کہ یہی وہ طریقہ ہے جس پر دماغ کام کرتا ہے[4]۔

### ضابطہ اور اصول

تمام زبانوں کے مشترکہ قوانین یا یونیورسل اصول زبان کے استعمال کے ایسے عام نمونہ ہیں کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر زبان کے پاس لازمی طور پر ساخت ہونی چاہیے اور تمام زبانیں مخصوص قوانین کے زیر سایہ ہونی چاہیں۔ وہ اتفاقیہ نہیں ہوسکتے۔ ایک زبان کے اصول اس کی تخلیق کا انداز طے کرتے ہیں۔ اصول کے بغیر سادہ ترین اور مختصر ترین فقرہ بھی نہیں بنایا جاسکتا۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ زبان ہمیشہ اصول کے تابع ہوتی ہے۔ نیچے دیئے گئے سادہ فقروں کو دیکھیں۔

Amir ran to school

عامر سکول بھاگا۔

پہلا فقرہ انگریزی جبکہ دوسرا فقرہ اردو میں ہے۔ اب ہم جس ترتیب سے چاہیں انہیں نہیں لکھ سکتے۔ نہ ہی ہم کوئی ایسا اصول دے سکتے ہیں جس کے تحت خاص لفظ خاص مقام پر آئے

گا۔ مثلاً سکول ہمیشہ فقرے کے شروع میں آئے گا۔ ہمیں فقرے کی ساخت دیکھنا ہو گی۔ اس کا مطلب ہے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ لفظ اسم، فعل، حرف جر میں سے کیا ہے۔ نحوی زمروں (Syntactic Categories) پر ساخت کا انحصار ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم جو بھی زبان استعمال کریں، ایسے قوانین جو اس زبان میں نپے تلے فقرے بنائیں۔ ایسے قوانین تابع ساخت ہونے چاہئیں۔ قوانین زبان کی ساخت پر لاگو ہوتے ہیں جو کہ اسم، فعل، صفت وغیرہ سے مخصوص کی جاتی ہے۔ یہ کہنے کا مطلب نحوی زمرے (Syntactic Categories) ہیں۔ تابع ساخت ایک یونیورسل اصول ہے یہ تمام انسانی زبانوں پر لاگو ہوتا ہے۔

آیئے اب ان اردو اور انگریزی کے قوانین کی طرف آتے ہیں جس کا مظاہرہ فقرہ نمبر 1 اور 2 میں ہوا۔ یہ واضح ہے کہ فقرہ نمبر 1 میں فعل ran اس جگہ سے پہلے آتا ہے جس جگہ یہ اردو میں ہے۔ عامر بھاگا اردو میں 'بھاگا' سکول کے بعد آتا ہے۔ مزید براں انگریزی میں ran یعنی فعل میں جنس کا ذکر نہیں ہوتا عامر چاہے لڑکی ہو یا لڑکا ہم ran ہی کہیں گے۔ لیکن اردو میں یہ واضح ہے کہ ہم ایک لڑکے کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہم اس کے اختتام پر صرفیہ (Morpheme) لگا دیتے ہیں۔ اگر ہم 'ی' استعمال کرتے تو فاعل مونث ہوتا۔ یہ الف یا چھوٹی ی کا لگانا تصریف ہے۔ اگر ہم اردو کے صرفی اصولوں (Morphological Rules) کی بات کر رہے ہیں تو ہمیں یہ معلومات دینی پڑے گی کہ جنس فعل کے صرفیے میں تصریف کے قوانین کو قابو کرتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یونیورسل قوانین (Universal Rules) ایک سے رہتے ہیں لیکن اصول ایک زبان سے دوسری زبان تک بدلتے رہتے ہیں ہمارا مقصد اور کام خاص زبان کے اصول جاننا اور تمام زبانوں کے یونیورسل قوانین (Universal Rules) جاننا ہے۔ اس طرح ہم مختلف سوالوں کے جواب ڈھونڈ سکتے ہیں۔ مثلاً زبان کیا ہے؟ جب ہم زبان میں فقرے تخلیق کرتے ہیں یا اسے سمجھتے ہیں تو دماغ کس طرح کام کرتا ہے؟

## اصولوں کی مختلف اقسام

ہم جانتے ہیں کہ زبان کے درج ذیل پہلو ہوتے ہیں۔

صوتی (Phonological)　صرفی (Morphological)　نحوی (Syntax)　معنیاتی (Semantics)

پس ہمیں ایک زبان کو بیان کرنے کے لیے چار طرح کے اصول بیان کرنے کی ضرورت ہوگی۔

1۔ صوتی اصول(Phonological Rules):

یہ مخصوص کریں گے کہ کس طرح الفاظ اور الفاظ کے مجموعے کا تلفظ کیا جاتا ہے۔

2۔ صرفی اصول( Morphological Rules):

یہ واضح کریں گے کہ کس طرح معنیٰ کی چھوٹی چھوٹی اکائیاں یعنی صرفیے سے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

3۔ نحوی اصول(Syntactic Rules):

یہ واضح کریں گے کہ کس طرح الفاظ مل کر فقرے بناتے ہیں۔

4۔ معنیاتی اصول(Semantic Rules):

یہ الفاظ اور الفاظ کے مجموعہ کے معنیٰ بتاتے ہیں۔

اس باب میں اب تک ہم جدید گرامری نظریہ کے بنیادی تصورات جو کہ چامسکی اور اسکے مصاحب نے پیش کیے کی تعریفات کر چکے ہیں۔ ان تعریفات اور ان کی تشریحات سے ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ابتدائی تصورات پر گرفت کر چکے ہونگے جس کے مطابق کسی بھی زبان کے گرامر لوگ کے ذہن میں موجود زبان کے علم کا عکس ہوتے ہیں۔ مختلف زبانوں کے مخصوص گرامر بیان کرنے کے ذریعہ ہم ایک یونیورسل گرامر (Universal Grammar) تشکیل کرنے کے قابل ہونگے جو ہمیں تمام زبانوں کے لیے یکساں قوانین دے گی۔ جو اصولوں کے زیر نگرانی چلتے ہیں یہ اصول صوتی صرفی نحوی (Syntactic) اور معنیاتی (Semantic)ہیں۔ چامسکی لسانیات کا مقصد ان قوانین کو اس لحاظ سے دریافت کرنا ہوتا ہے کہ اس سے زبان کی نوعیت و فطرت کے سمجھنے میں مدد ملے اور حتمی تجزیے میں انسانی ذہن کی ان خصوصیات کو سمجھنے میں مدد ملے جو کہ اس کو زبان تخلیق کرنے اور اسے سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

# حوالہ جات

[1] G. Leitner, *Encyclopedia of Linguistics*. Routledge, 2005.
[2] F. PALMER, "Grammar. Harmondsworth/MIddlesex, Pellcan." Penguin Books, 1971.
[3] C. Noam, "Aspects of the Theory of Syntax," *Cambridge, Mass*, 1965.
[4] J. Lyons, *Noam Chomsky*. Penguin Group USA, 1978.

# تبادلی تخلیقی گرامر

تبادلی تخلیقی گرامر (Transformational Generative Grammar) کی اصطلاح نوم چامسکی کے نحو (Syntax) کے متعلق نظریات کی طرف منسوب کی جاتی ہے جن سے پچھلے باب میں تعارف کروایا گیا۔ یہ نظریات سب سے پہلے نحوی ساختوں (Syntactic Structures) میں بیان کیے گئے جو کہ 1957 میں چھپی۔ اگر آپ چامسکی کے اس موضوع پر نظریات کے ساتھ ساتھ اس کی سوچ کے دوسرے پہلو بھی جاننا چاہتے ہیں تو فرانسیسی ماہر لسانیات متسو رونت (Mitsou Ronat) کی کتاب زبان (On Language) پڑھیں جس میں اس نے چامسکی کے انٹرویو شامل کیے ہیں [1] ۔ تاہم ذیل میں ان آراء کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔ بنیادی طور پر چامسکی نے وہ خاص اصول ڈھونڈنے کی کوشش کی جو ایک زبان کے اچھی بناوٹ والے جملے بنائیں گے۔ ایک جملہ کو اس وقت خوش ساخت تصور کیا گیا جب لوگ اس کو صحیح یا گرامری تصور کرتے۔ مثال کے طور پر اس نے زبان کی تعریف اس طرح کی:

"میں زبان کو جملوں کے محدود یا لامحدود سیٹ کے طور پر لوں گا۔[2] "

اس تعریف سے اس کی مراد یہ ہے کہ کوئی بھی زبان چاہے وہ اردو ہے یا انگریزی یا کوئی اور۔ وہ کئی ایک اچھی ساخت والے جملوں سے مل کر بنی ہوتی ہے۔ یہ جملے لامحدود ہوسکتے ہیں جیسا کہ نئے جملے بناتے رہنا ممکن ہے۔ تاہم ایک خاص دیئے ہوئے وقت پر (مثلاً اس وقت جب کہ آپ پڑھ رہے ہیں) جملوں کی تعداد اصل میں محدود ہوتی ہے۔ یہ اس لیے کہ اس وقت ان کی تعداد گنی جا سکتی ہے۔ اگرچہ مقررہ وقت

کے بعد جتنے جملوں کی گنتی کی جا چکی ہے[1]۔ اس سے مزید جملے بنائے جائیں گے۔
چامسکی کے مطابق اس کے گرامر تخلیقی ہیں۔ کیونکہ اس کے گرامر لامحدود جملے تخلیق
کر سکتے ہیں۔ یہ تبادلی کہلاتی ہے۔ کیونکہ سادہ یا بنیادی جملے مثلاً "میں کتاب پڑھتا ہوں"
کو کسی ایک دوسرے جملوں میں اصل معنی کے ساتھ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

میں کتاب پڑھتا ہوں۔

کتاب مجھ سے پڑھی جاتی ہے۔

یا دوسرے معنی کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔

کیا میں کتاب پڑھتا ہوں؟

میں کتاب پڑھتا ہوں، کیا نہیں پڑھتا؟

میں کتاب نہیں پڑھتا۔

ہم نے الفاظ کا اضافہ کر کے، نکال کر، اور سب سے اہم ان کی حرکت سے
بنیادی جملوں کو تبدیل کیا ہے۔ یہ تبدیلیاں خاص اصولوں کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں
اور ہم انہیں تبادلی اصول کہتے ہیں۔ پس گرامر جملوں کو تخلیق یا تبدیل کرتے ہیں۔ اس
لے اسے تبادلی تخلیقی گرامر یا ٹی جی کہتے ہیں۔

## تبادلی تخلیقی گرامر کی خصوصیات:

ٹی جی کی درج ذیل خصوصیات ہیں۔

ا۔ یہ صرف خوش ساخت اور گرامر کے لحاظ سے درست جملے بنائے گی۔ یہ
ایسا جملہ نہیں بنائے گی۔ جس کی بناوٹ ٹھیک نہ ہو۔ کیونکہ اس کا مقصد ان اصولوں کو
تخلیق کرنا ہے جو لوگ کے ذہن یا دماغ میں ہوتے ہیں۔ یہ اصول تعریف کے لحاظ سے
زبان کی اس حالت کے بارے میں ہیں جسے لوگ درست یا صحیح بناوٹ والا سمجھتا ہے۔

۲۔ گرامر کے پاس اعادی اصول (Recursive Rules) بھی ہوتے ہیں۔اعادہ کی اس خصوصیت سے مراد ایک اصول کی وہ صلاحیت(Competence) ہے جس کے تحت اس کو باربار لاگو کر کے قدروں کے لامحدود سیٹ بنائے جا سکتے ہیں۔ اس حالت میں قدروں سے مراد الفاظ کے نئے ملاپ جو کہ گرامر کے لحاظ سے درست ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، اعادی اصول ہمیں ایک زبان کے لامحدود تعداد میں خوش ساخت والے جملے بنانے کی اجازت دیتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ اصول کس طرح کام کرتے ہیں۔ درج ذیل جملوں پر غور کریں:

۶۔ یہ ایک لڑکا ہے۔

اس میں اضافہ کر کے اس کو لمبا کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ جس نے گھوڑے کی سواری کی۔

لیکن وہ اصول جو ۷ میں اضافہ کا باعث بنا.اس کو 5 میں گھوڑے پر لاگو کر کے درج ذیل اضافہ کیاجاسکتاہے۔

۸۔ جس نے لومڑی کا تعاقب کیا۔

ایک دفعہ پھر:

۹۔ جس نے گیدڑ کا تعاقب کیا۔

اگر ہم اس میں " جس" یا" جو"سے شروع ہونے والے جز جملے (Clause) جمع کرتے جائیں تو یہ جملہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اگرچہ ہمارے پاس الفاظ ختم ہو جائیں اور ہمیں دوبارہ گھوڑے اور لڑکے سے شروع کرنا پڑے گا۔ اس طرح کی تبدیلی جماو (Embedding) کہلاتی ہے۔ اس میں ہم ایک بڑے جملے میں کئی چھوٹے چھوٹے جملے داخل کرتے اور جوڑتے ہیں۔ لیکن اعادی اصول دوسرے طریقوں سے بھی کام

کرسکتے ہیں۔ ہم جملے میں اور اور اور لگا کر یہ ختم ہونے والی لسٹ بنا سکتے ہیں۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ اعادیت کسی زبان کی نہ ختم ہونے والی تخلیقی صلاحیت (Competence)کو بیان کرتی ہے۔ کیونکہ ہم ایک اصول کو باربار لاگو کرسکتے ہیں۔ اور محدود الفاظ سے لامحدود جملے بنا سکتے ہیں۔(جس کا مطلب ہے محدود لغوی ٹکڑوں کی فہرست سے)

عمیق اور بالا سطحی ساخت:(Surface Structure) (Deep and Surface Structure)

جملہ نمبر ۱ اور ۲ میں آپ نے غور کیا ہوگا کہ پہلا جملہ دوسرے جملے کی نسبت سادہ یا بنیادی ہے۔ آیئے ان کو دوبارہ بناتے ہیں۔

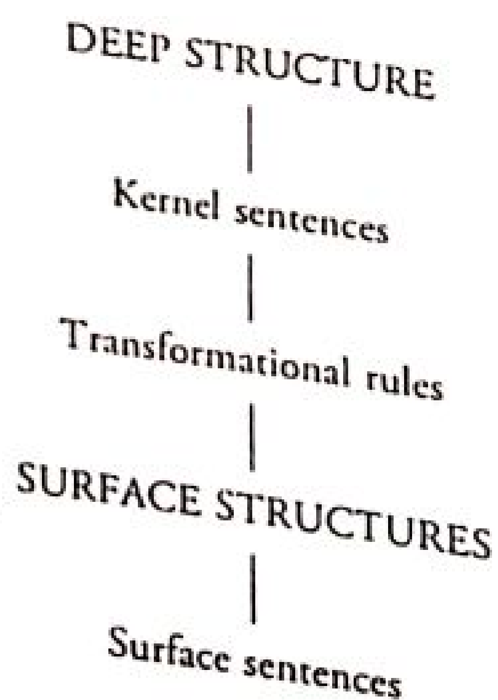
۱۔ میں کتاب پڑھتا ہوں۔

۲۔ کتاب مجھ سے پڑھی جاتی ہے۔

چامسکی کے مطابق، جملہ دماغ/ذہن میں دو درجوں پر موجود ہوتا ہے۔ سادہ، بنیادی یا کرنل جملے جو کہ خیال یا ابتدائی مطالب کو ظاہر کرتے ہیں۔ لازمی طور پر عمیق درجے پر بھی موجود ہوتے ہونگے۔ وہ طریقہ جس کے تحت اس درجے پر جملے بنتے ہیں عمیق ساخت( Deep Structure) کہلاتا ہے۔ تاہم ہم دماغ میں اس درجے پر موجود جملوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ ہم صرف بولے جانے والے جملوں کو سن سکتے ہیں یا لکھے ہوئے جملوں کو سطحی درجے پر دیکھ سکتے ہیں۔ ان جملوں کی ساخت کو بالا سطحی ساخت (Surface Structure) کہتے ہیں۔

اس مقام تک آپ اس بات کو سمجھ چکے ہونگے کہ ہم صرف بالا سطحی ساخت (Surface Structure) کو دیکھ یا سن سکتے ہیں۔ عمیق ساخت(Deep Structure) یا ڈی۔ساختیں ایک مجرد خیال ہے۔ یعنی نظریاتی تصور ہے اس کو حقیقت میں دیکھا چھوا

یا محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن پھر ہم ڈی۔ساخت کی بات کیوں کرتے ہیں؟ کیا یہ صرف نحو (Syntax) کو مزید مشکل بنانے کے لیے ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مخصوص قابلِ حقائق کی وضاحت کے لیے مخصوص مفروضے پیش کرتے ہیں۔ ایک مفروضہ صرف اندازہ ہوتا ہے لیکن یہ علم کی متعلقہ شاخ میں ماہر کا اندازہ ہوتا ہے۔ پس اس میں درست ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اور اگر یہ غلط ثابت ہو بھی جائے یہ محققین کو حقائق کی تلاش میں مدد دیتا ہے۔ عمیق درجہ کو فرض کیا جاتا ہے کیونکہ ہمارے خیال میں ذہن پہلے چند تصورات یعنی بنیادی جملوں کو ایک جگہ اکھٹا کرتا ہے۔ اس پر اصولوں کے ذریعہ عمل درآمد ہوگا اور اسے مزید پیچیدہ جملوں میں تبدیل کردیا جائے گا۔ ہماری نظر میں یہ دماغ یا ذہن کے لیے زیادہ آسان ہوگا۔ لیکن ہم غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ سائنس میں کوئی نظریہ بھی غلط ثابت ہو سکتا ہے۔ پھر بھی اس مقام پر ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ جملے ذہن میں عمیق درجے پر بنتے ہیں۔ یہ بہت بنیادی ہوتے ہیں اور انہیں اس مقام پر مغز جملے کہا جا سکتا ہے ۔ان جملوں پر پھر مختلف اصول عمل کرتے ہیں۔ تا کہ بالا سطحی جملے بنایا جا سکے۔ درج ذیل سادہ شکل اس کو واضح کر رہی ہے۔



یہ شکل بہت سادہ ہے اور بہت ساری پیچیدگیوں کو نظر انداز کر رہی ہے۔ جن سے ہمارا واسطہ مزید مطالعہ کے دوران پڑے گا۔

## اصولوں کی تحریر میں استعمال ہونے والی علامتیں (Symbols Used in Writing Rules)

علامت وہ ہے جس سے دوسری چیز کو بیان کیا جائے ۔ مثال کے طور پر قومی پرچم ایک قوم کی عزت و عظمت اور اتحاد کی علامت ہے۔سائنس کی زبان میں ہمیں علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم کوئی بھی حرف چن سکتے ہیں۔ مثلاً ا،ب،ج یا کوئی اور کسی بھی چیز کی علامت کے لیے۔ لسانیات میں بھی جب اصول لکھے جاتے ہیں تو ہم علامتیں استعمال کرتے ہیں۔ اصول لکھنے کے عمل کو صورت سازی (Formalization) کہتے ہیں۔ جس کا مطلب کسی چیز کی فارمولا کی شکل میں وضاحت کرنا ہے۔ چونکہ چامسکی کی ریاضی میں بہت دلچسپی رکھتا تھا اس لیے وہ ان اصولوں کو قواسی۔ریاضیاتی انداز میں بیان کرتا ہے۔ درج ذیل چند علامتیں اور اصول انگریزی میں جملہ بنا سکتے ہیں۔

S = sentence (e.g. *I walk home*)
N = noun (e.g. *Tania, he, they, boys...*)
V = verb (e.g. *walk, talk, smile...*)
Adv = adverb (e.g. *quickly, slowly, clearly...*)
Adj = adjective (e.g. *good, green, pretty...*)
P = preposition (e.g. *on, in, to...*)
Art = article (*a, the*)

S : جملہ (میں گھر پیدل جاتا ہوں)
N : اسم (اقرا، وہ، لڑکے)

V : فعل (کھیلنا، بولنا، مسکرانا)

Adv : متعلق فعل (تیزی سے، آہستہ، واضح طور پر)

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اصطلاحات مثلاً اسم، فعل، وغیرہ نحوی زمرہ (Syntactic Categories) ہیں۔ آپ ان زمروں کے بارے میں سکول میں اجزائے کلام کے تحت پڑھ چکے ہونگے۔ اب ہم آپ کا تعارف ان اصطلاحات سے کروائیں گے۔ جن سے آپ سکول میں واقف نہیں تھے۔ وہ یہ ہیں:

NP : اسمی عبارت (Noun Phrase)

VP : فعلی عبارت (Verb Phrase)

Adv P : تمیزی عبارت

Adj P : توصیفی عبارت

PP : مجموعہ حرف جار

**اسمی عبارت: (The Noun Phrase)**

ایک اسمی عبارت اسم کی طرح نحوی زمرہ (Syntactic Categories) ہے۔ اس کے اندر ایک سے زیادہ قسم کے اسم ہو سکتے ہیں۔ (اسم معرفہ، اسم نکرہ، اسم ضمیر) اس میں کئی ایک اسم آپس میں ملے ہوئے بھی ہوسکتے ہیں۔ اس میں ایسے اسم بھی ہوسکتے ہیں جن میں حروف تنکیر کی وجہ سے ردوبدل یا کسی دوسرے ایسے لفظ کی وجہ سے ردوبدل ہو سکتا ہے۔ جس سے اس اسم کی نوعیت اور کیفیت کا پتہ چل سکے یا پھر اسے مزید صحیح انداز میں بیان کیا جاسکے۔ ایک اسمی عبارت (Noun Phrase) میں اسم کی ایک صفت بھی ہو سکتی ہے۔ درج ذیل اسمی عبارت (Noun Phrase) ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| ایک اسم معرفہ کے ساتھ | سمیر | اسمی عبارت(Noun Phrase) میں ایک اسم معرفہ ہے |
| ایک اسم نکرہ کے ساتھ | لڑکا | اسمی عبارت(Noun Phrase) میں ایک اسم نکرہ ہے |
| ایک اسم ضمیر کے ساتھ | وہ | اسمی عبارت(Noun Phrase) میں ایک ضمیر ہے |
| دو اسم معرفہ کے ساتھ | اقبال اور سونیا اسمی عبارت(Noun Phrase) میں دو اسم معرفہ ہیں۔ | |
| اسم اور تعینیہ کے ساتھ | لڑکا، یہ لڑکا، وہ لڑکا، وہ لڑکے | |
| | | اسمی عبارت(Noun Phrase) میں تعینیہ اور اسم ہیں |
| صفت کے ساتھ | اچھے لڑکے، وہ برا لڑکا، | |
| | | اسمی عبارت(Noun Phrase) میں تعینیہ، صفت اور اسم ہیں۔ |

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اسم اسمی عبارت( Noun Phrase)کی ہی جگہ لیتا ہے۔ وہ ایک ہی نحوی زمرے ( Syntactic Categories) سے تعلق رکھتے ہیں اور جملے میں ایک ہی خانہ کو بھرتے ہیں۔ مثلاً

سمیر گھر بھاگا۔ اسمی عبارت(Noun Phrase) =اسم معرفہ

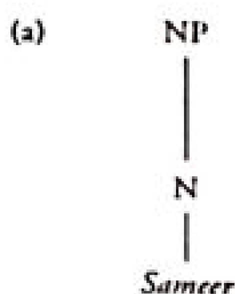
وہ گھر بھاگا۔ اسمی عبارت(Noun Phrase) =اسم ضمیر

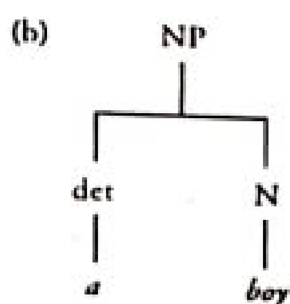
وہ لڑکا گھر بھاگا۔ اسمی عبارت(Noun Phrase) =تعینیہ+اسم

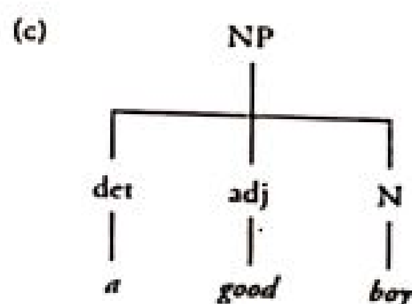
وہ برا لڑکا گھر بھاگا۔ اسمی عبارت(Noun Phrase) =تعینیہ+صفت+اسم

اگر ہم اسمی عبارت (Noun Phrase) کی اصطلاح استعمال نہیں کرتے تو ہم اس حقیقت کا اظہار نہیں کرسکتے کہ اسم معرفہ، اسم نکرہ، اسم ضمیر اور ایسے اسم کی جن کی نشاندہی یا جن میں ردوبدل صفت سے ہو، ایک ہی نحوی زمرے (Syntactic Categories) سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہر حالت میں اسمی عبارت (Noun Phrase)کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں یہ حالت اسم واحد، متعدد اسموں کا مجموعہ یا ترمیم شدہ اسم کی ہو سکتی ہے۔ ایک اسمی عبارت( Noun Phrase)کی تعریف یہ ہے کہ

اس کا سب سے اہم اور بنیادی جز ایک اسم ہے ہم اس بنیادی جز کو راس کہتے ہیں۔ اگر اس عبارت میں اس کے علاوہ کچھ اور ہو یہ ہمیں اسم کے بارے میں مزید معلومات دے گا۔ اسے تسلط شدہ کہاجاتا ہے۔




1, 2, 3 تمام این پی ہیں۔ ان سب میں سب سے اہم جز اسم ہے۔ اور اگر اس میں کوئی اور چیز ہے وہ ہمیں اسم کے بارے میں مزید بتاتی ہے۔

دوسرے نحوی زمرے(Syntactic Categories)

جس طرح این پی کے راس پر اسم ہوتا ہے اسی طرح ایک فعلی عبارت کے راس پر فعل ہوتا ہے۔ مثلاً .Sameer ran home اس جملے میں "ran home" وی پی ہےاور فعل راس پر ہے ایک وی پی میں کئی ایک دوسری چیزیں بھی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اس میں ایک اسم ہو سکتا ہے۔ ایک متعلق فعل یا حرف جار ہوسکتا ہے۔لیکن دوسری تمام تراکیب اس راس کے اندر آتی ہیں یا اس راس کے زیر اثر ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر

(6) Sameer ran.
(7) Sameer ran home.
(8) Sameer ran quickly.
(9) Sameer ran home to his mother.

ان تمام حالتوں میں فعل ran سب سے اہم ہے۔ دوسری تمام حصے فعل کے بارے میں اضافی معلومات دے رہے ہیں۔ پس دوسری ہر چیز پر فعل غالب ہے۔ پس

ایک فعلی عبارت لازماً ایک فعل پر مشتمل ہوگی اگر چہ یہ اپنے راس کے اندر سے زیادہ بہت کچھ اکٹھا کر سکتی ہے۔

اسی طرح ایک مجموعہ حرف جار (پی پی) میں حرف جر غالب ہوتے ہیں۔یہی اصول دوسری تراکیب پر لاگو ہوتا ہے۔

## عبارت ساختی اصول(Phrase Structure Rules)

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں تراکیب کی مخصوص ساختیں ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک این پی کم از کم ایک اسم پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اندر ایک تعینیہ، ایک تمیزی عبارت وغیرہ ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح، ایک جملے کی ایک ساخت ہوتی ہے۔ اگر ہم فارمولہ جان لیں یا ان ساختوں کو بنانے کا اصولی طریقہ جان لیں جس کے تحت ہم ان اصولوں کو لکھ سکیں تو ہم ایک زبان کے عبارت ساخت اصول یا پی ایس اصول لکھ سکتے ہیں۔ آیئے انگریزی کے پی ایس اصول لکھتے ہیں۔

S(entence) ⟶ NP + VP
NP ⟶ {art, (adj), N, PN}
VP ⟶ V + NP + (PP) + (Adv)
PP ⟶ Prep + NP
N ⟶ {*boy, Sameer, dog...*}
N ⟶ {*Ashwariya, Shabana, Rome...*}
Det ⟶ {*a, the, that, this, these...*}
Adj ⟶ {*pretty, bad, ugly...*}
V ⟶ {*run, wrote, will think...*}
Prep ⟶ {*with, to, near...*}
Adv ⟶ {*quickly, recently, yesterday...*}

| | |
|---|---|
| جملہ | ----------------- اسمی عبارت(Noun Phrase)، فعلی عبارت |
| اسمی عبارت(Noun Phrase) | {حرف جار، (اسم صفت)، اسم، ضمیر} |
| فعلی عبارت | فعل، اسمی عبارت(Noun Phrase)، (حروفِ جار)، (متعلق فعل) |
| مجموعہ حروفِ جار | حرفِ جار، اسمی عبارت(Noun Phrase) |
| اسم | {لڑکا، شہر، کتا} |
| اسم | {جاوید، اقرا، اسلام آباد} |
| تعین کنندہ | {یہ، وہ} |
| صفت | {خوبصورت، برا، بدصورت} |
| فعل | {بھاگا، لکھتا ہے، سوچے گا} |
| حرفِ جر | {ساتھ، تک، پاس} |
| متعلق فعل | {تیزی سے، ابھی ابھی، کل} |

پی ایس رولز میں درج ذیل علامتیں استعمال ہوئی ہیں۔

⟶ consists of

\+ and or followed by (This is omitted by some people).

{ } curly brackets contain elements out of which only one should be selected.

( ) brackets contain constituents which may be omitted.

---------> پر مشتمل ہے

\+ کی تقلید میں / کے پیچھے

{} اس میں صرف وہ عناصر ہوتے ہیں جن میں سے صرف ایک استعمال کیا جاتا ہے

() اس میں وہ عناصر ہوتے ہیں جن کو چھوڑا جا سکتا ہے

آیئے اب جملہ بناتے ہیں۔ .Sameer ran سمیر بھاگا۔

جیسا کہ یہ ایک جملہ ہے۔ یہ ایک این پی اور ایک وی پی پر مشتمل ہے اب اس کا ایک شجر نقشہ بناتے ہیں۔

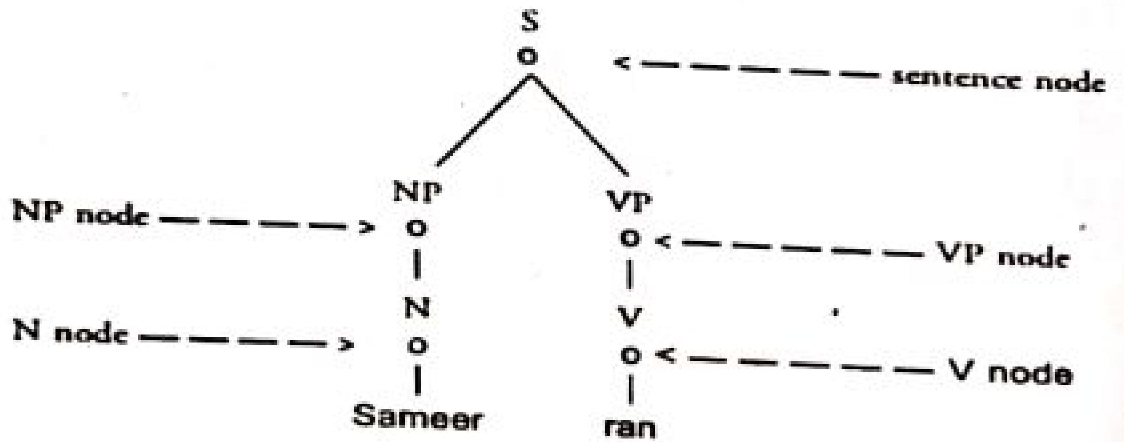
## شجر نقشہ (Tree Diagram)

شجر نقشہ (Tree Diagram) جملے میں موجود مختلف عناصر کی ترتیب کو ظاہر کرنے کا آسان طریقہ ہے۔ یہ ہمیں بتاتا ہے کہ کونسا مطلق عنصر کس پر غالب آتا ہے اور ہمیں جملے کا تصویری نمونہ دیتا ہے۔

S ⟶ NP + VP

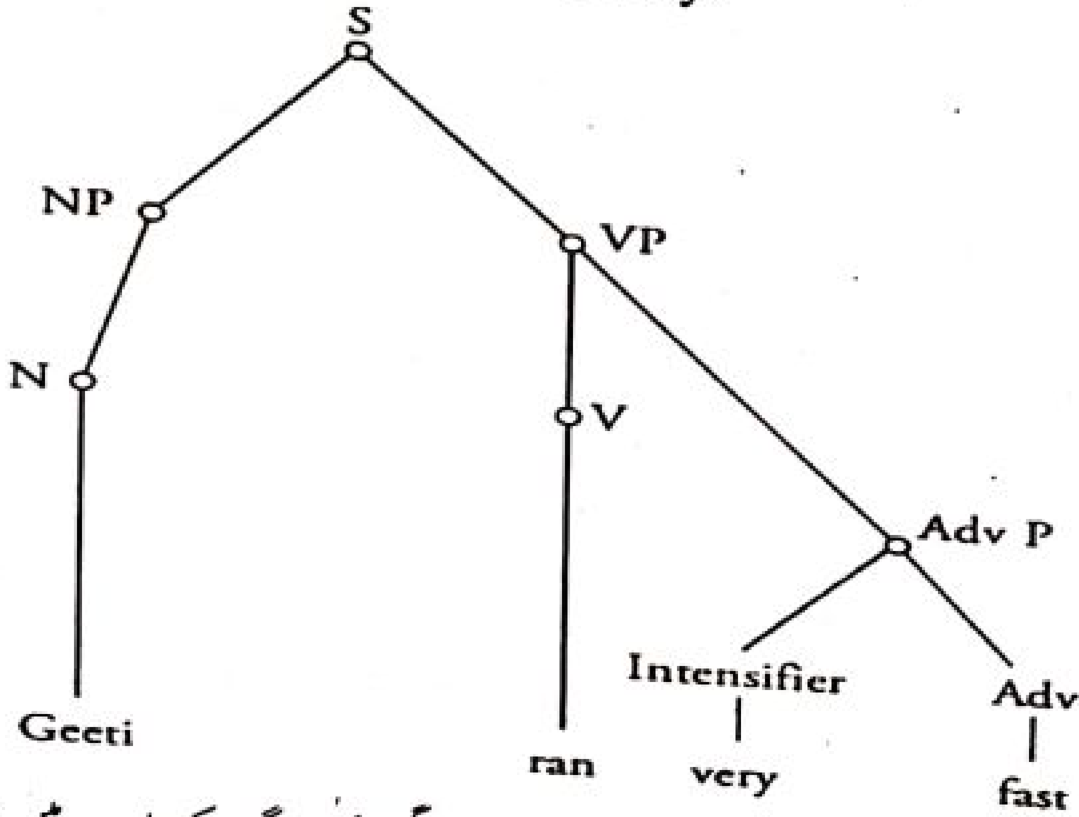
NP = N (i.e. *Sameer*)

VP = V (i.e. *ran*)

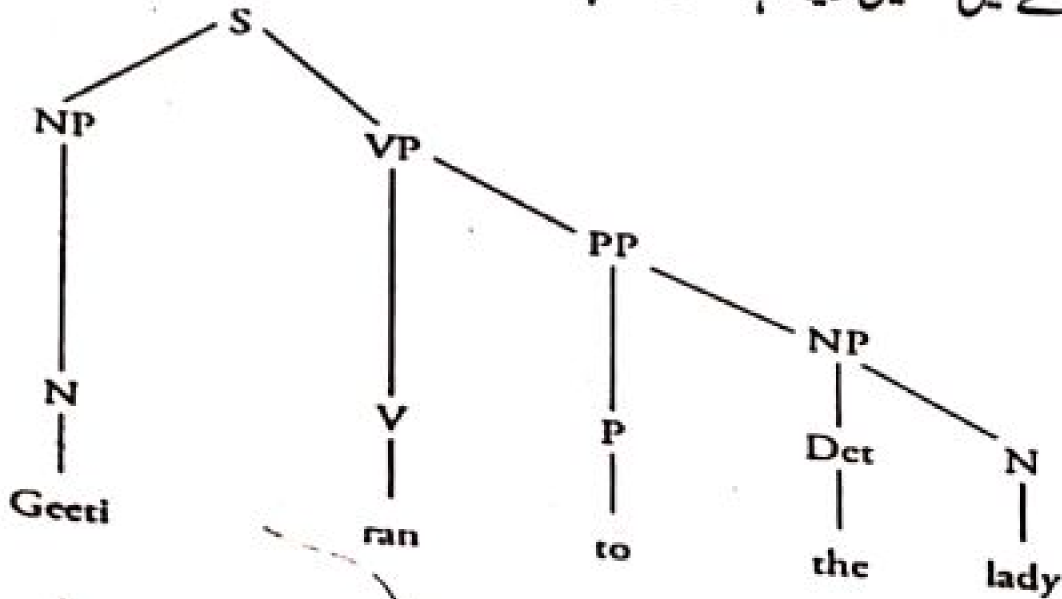



یہاں پر یہ واضح ہے کہ گرہ ایس دوسری تمام گرہوں پر غالب ہے۔ یہ این پی اور وی پی پر غالب ہے۔ یہ جملے کو نحوی زمرہ (Syntactic Categories) کہنے کا دوسرا طریقہ ہے۔ جو کہ این پی اور وی پی پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ دوسری تمام نیچے آنے والی چیزوں پر غالب ہے۔ درج ذیل جملوں کے شجر نقشہ (Tree Diagram) پر غور کریں۔

(10) Geeti ran very fast.
(11) Geeti ran to the lady.




یہاں فاسٹ ایک متعلق فعل ہے۔ یہ ہمیں گیتی کے بھاگنے کے بارے میں مزید بتاتا ہے یا اسے تبدیل کرتا ہے۔ پس یہ متعلق فعل عبارت کے نیچے آتا ہے۔ لیکن ہمارے پاس فاسٹ میں تبدیل کرنے والا لفظ موجود ہے جو کہ ویری ہے اس کو مشدد کہتے ہیں۔ تمیزی عبارت کی گرہ مشدد کے بھی اوپر ہے۔ تاہم تمیزی عبارت ہمیں صرف فعل کے بارے میں تفصیل دیتا ہے۔ پس وی پی گرہ تمیزی عبارت گرہ پر غالب ہے۔



یہاں آپ دیکھ سکتے ہیں فعلی عبارت کی گرہ، عبارت حرف جار گرہ پر غالب ہے۔ جو کہ جواباً اسمی عبارت (Noun Phrase) گرہ پر غالب ہے۔ چونکہ بعض گرہیں دوسری گرہوں پر شجر نقشہ (Tree Diagram) میں غالب آتی ہے اس لیے اسے درجہ بندی ترتیب کہا جاتا ہے۔

## نحوی ساختیں ظاہر کرنے کے دوسرے طریقے (Other Ways of Showing Syntactic Structures)

ایک جملے کا نحوی (Syntactic) ڈھانچہ یا ساخت دکھانے کا آسان طریقہ شجر نقشہ (Tree Diagram) ہے۔ تاہم یہی معلومات دینے کے دوسرے کئی طریقے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم قوسین کا استعمال کر سکتے ہیں۔ قوسین کے نیچے ہم زمرے کا نام لکھ سکتے ہیں۔ جس کا ذکر ہم نے قوسین کے اندر کیا ہے۔ اسے لیبلنگ (Labelling) کہتے ہیں۔ لیبل کی ہوئی قوسین وہی معلومات دیتی ہے جو کہ ایک لیبل کیا ہوا نقشہ دیتا ہے۔ نیچے دیکھیں۔

(12) Sheela ran.

پہلا مرحلہ: اسم اور فعل کو قوسین کے اندر رکھیں اور انہیں لیبل کریں۔

(Sheela)<br>N

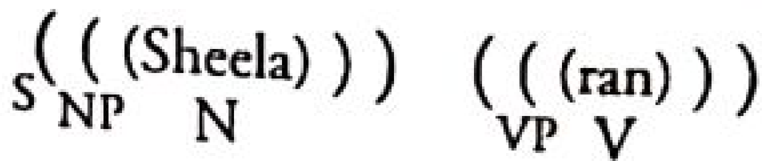
(ran)<br>V

دوسرا مرحلہ: این کو قوسین کے اندر رکھیں اور اس پر این پی جبکہ وی کو قوسین میں رکھ کر وی پی لیبل کر دیں۔

( (Sheela) )<br>NP N

( (ran) )<br>VP V

تیسرا مرحلہ :این پی اور وی پی کو ایک بڑی قوسین میں رکھ دیں اور اس کو ایس لیبل کر دیں۔




جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں یہ طریقہ بہت زیادہ بریکٹ کا استعمال کرتا ہے۔ اس لیے پریشان کر دینے والا ہو سکتا ہے۔ یہ اس وقت کارآمد ہے جب آپ جگہ بچانا چاہیں۔ شجر نقشہ (Tree Diagram) بے شک استعمال کرنے میں سادہ ہے لیکن یہ بہت پھیلا ہوتا ہے۔

اب تک ہم سیکھ چکے ہیں کہ کچھ عبارت ساختی اصول ( Phrase Structure Rules) ہوتے ہیں جو کہ کسی عبارت کی ساخت متعین کرتے ہیں۔ مثلاً اسمی عبارت ( Noun Phrase) کا راس اسم جبکہ فعلی عبارت کا راس فعل ہے اور تمیزی عبارت کا راس تمیز ہو گا۔ فرض کیا ہم عبارت ساختی اصولوں (Phrase Structure Rules) کی تعداد کم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ بلاشبہ ہمیں تمام اصولوں کو ایک اصول کے نیچے اکٹھا کرنا پڑے گا۔ لیکن ہم ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصولوں کی کم سے کم تعداد رکھنا سائنسی طریقہ کار ہے۔

اب فعلی عبارت سے آغاز کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ فعلی عبارت میں فعل اور اس کے نیچے دوسرے عناصر ہوتے ہیں (این پی، پی پی وغیرہ) زیادہ سے زیادہ پھیلنا وی پی کا ہے اور اس کے نیچے وی کا پھیلاؤ ہے جس کو وی بار کے ساتھ لیبل کیا جاتا ہے اور اس کو V یا $\bar{V}$ لکھا جاتا ہے۔ درج ذیل جملوں پر غور کریں:

(13) I will run down the garden.

(14) I am sure you will do so

اوپر کے جملہ نمبر 14 میں "do so" جملہ 13 کے حصہ "run down the garden" کا متبادل ہے۔ متبادل عبارت بھی چھوٹی فعلی عبارت ہے لیکن یہ ایک بڑی فعلی عبارت کے نیچے ہے اس لیے اس کو وی پی بار (VP Bar) یا 'V کہتے ہیں۔ 'V سے پہلے مخصوص کنندہ (Specifier) بھی ہو سکتا ہے۔

(15) We have all run down the garden.

"all" ایک مقدار کنندہ ہے یہ مخصوص کنندہ کی جگہ پر قابض ہے۔[spec, VP] یہ "V پھیلاؤ بنانے کے لیے 'V کے ساتھ ملتا ہے "V بالکل وی پی جیسا ہے۔ المختصر "V کی ساخت درج ذیل ہے:

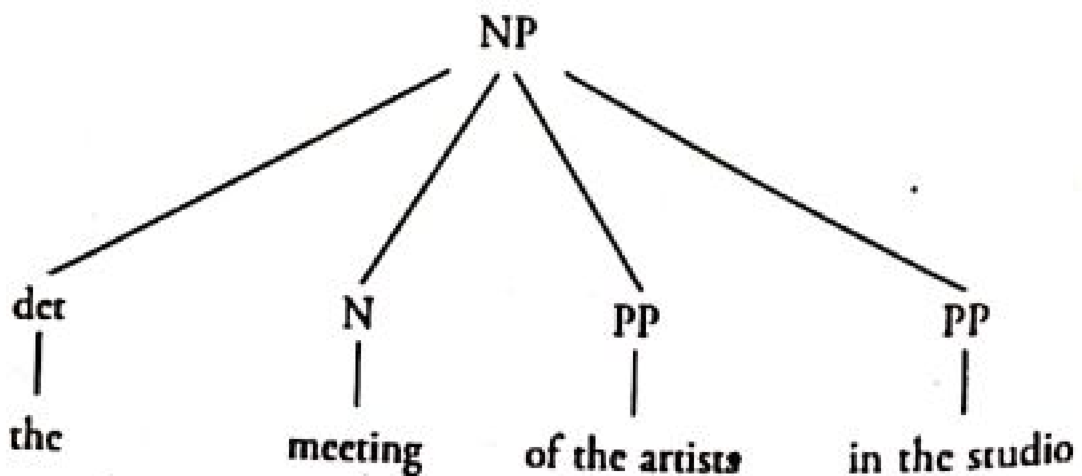
$$V'' \rightarrow spec - V'$$

$$V' \rightarrow V\ldots$$

"V دراصل V کا اعلیٰ ترین پھیلاؤ ہے۔ اس کو ہم نے پہلے وی پی کہا تھا۔ اب اسی قسم کی ساخت کو دوسری تراکیب تک پھیلاتے ہیں۔ سب سے پہلے این پی کی باری ہے۔

(16) The meeting of the artists in the studio went well.

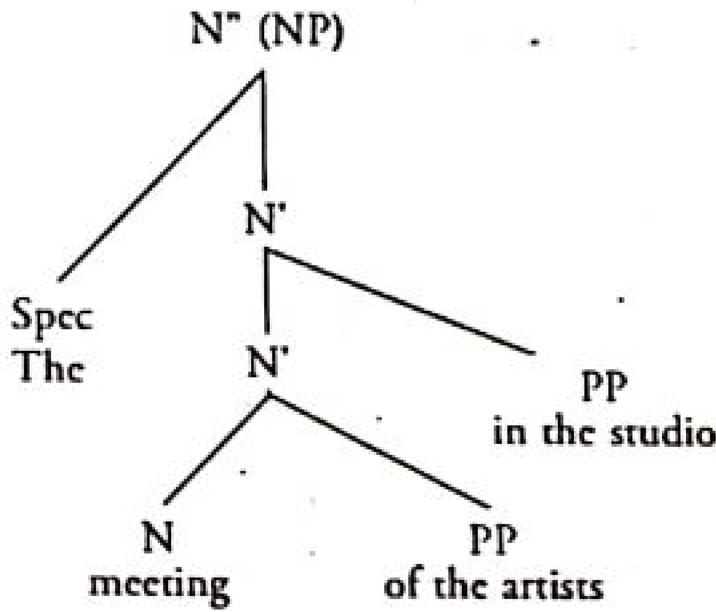
اس طرح کے جملے کا اس طرح تجزیہ کیا کرتے تھے:



فرض کی اب ہم کہتے ہیں کہ

(17) The one at night did not go well.

ہم نے 'the meeting of the artists in the studio' والی عبارت کو 'one' کے ساتھ بدل دیا۔ اب مخصوص کنندہ کا تصور استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں لفظ 'the' ایک خاص 'meeting' کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس ہم اس کا اس طرح تجزیہ کر سکتے ہیں۔




آج کل، ماہرین لسانیات ابنے (Abney 1987) کے کام سے، متعین کنندہ (determiner) کو راس کہا جاتا ہے۔ اسے پہلے این پی کہا جاتا تھا۔ اب این پی کو ڈی پی کہا جاتا ہے۔ ان کے دوبارہ نام دینے کو ڈی پی مفروضہ کہتے ہیں۔ اس تبدیلی کی وجوہات بھی اس جیسی ہیں جیسی کہ ہمارے زیر بحث ہیں۔ یعنی یہ تجزیہ کو زیادہ اطمینان بخش بنا دیتی ہیں۔ تاہم ان وجوہات میں نہیں پڑیں گے جو ان تبدیلیوں کو لانے کے لیے دلائل کے طور پر دی جاتی ہیں۔ نحو (Syntax) کو بہتر طور پر سمجھنے کے بعد آپ ان دلائل کو پڑھ سکتے ہیں۔ اس مسئلے کا نچوڑ یہ ہے کہ این پی کہلا سکتا ہے:

$$N'' \rightarrow Spec; N'$$

$$N' \rightarrow N; XP$$

اس طرح کا ماڈل اسم صفت عبارت (Adjective Phrase)، حرف جر عبارت (Prepositional Phrase) (Prepositional Phrase)وغیرہ کے لیے پیش کیا جاسکتا ہے۔اسے ایکس بار تھیوری کہا جاتا ہے۔اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

$$X'' \rightarrow Spec; X'$$

$$X' \rightarrow N; X; YP$$

یہاں X سے مراد این،وی،اے،یا پی ہے۔اب ہمارے پاس ہر ایک کے لیے الگ پی ایس اصول کے بجائے ایک عمومی فارمولا موجود ہے۔

ایکس بار تھیوری کا خلاصہ یہ کہتے ہوئے کیا جاسکتا ہے کہ ایک پھیلاؤ کا لغوی راس زیرہ پھیلاؤ ($X^0$) پر ہے۔تکملے X کے ساتھ مل کر متعلقات کی طرح 'X' پھیلاؤ بناتے ہیں۔اعلیٰ ترین پھیلاؤ متعین کنندہ کے ساتھ مل کر بنتا ہے۔جب متعین کنندہ کا مقام ایک لفظ سے نہیں بھرتا تو اسے صفر سے بھرا ہوا فرض کیا جاتا ہے۔

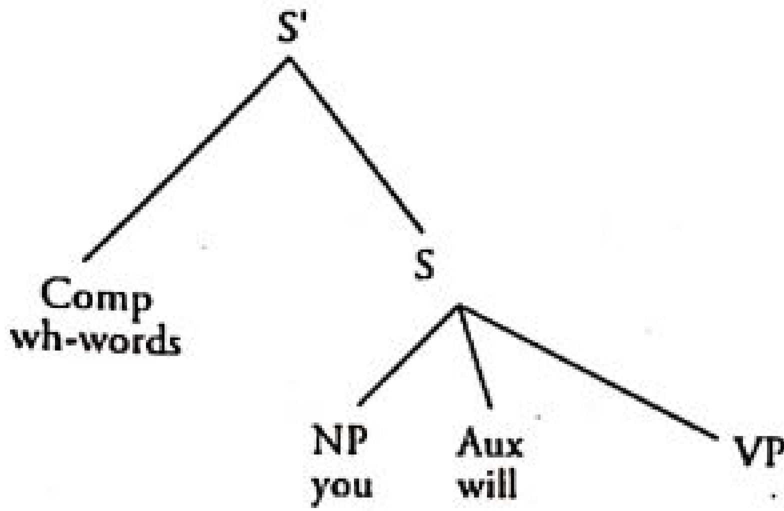
اب جملے کو 'S' کے پھیلاؤ کے طور پر لیتے ہیں۔پہلے تجزیے کے مطابق 'S' خود انحصاری تھا۔اس تجزیے میں ہم پیش کریں گے کہ جملے سے پہلے ایک تکملی حالت (Complementizer position) ہوتی ہے۔ تکملی حالت whالفاظ سے شروع ہونے والے جملوں میں زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

(18) Whether you will do it is doubtful.

(19) What you will do is doubtful.

(20) When you will do it is doubtful.

درجہ بالا جملوں میں 'you' سے پہلے مقام پر wh لفظ کا قبضہ ہے۔ اس کی عمومی ساخت یہ ہے:




اب 'S' اور S کو اینڈو سینٹرک (Endocentric) کی بجائے ایکسو سینٹرک (Exocentric) کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ این، وی جیسے راسوں سے نہیں نکلتے۔ یہ ایک دوسرے سے منسلک کئی ایک حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس کے لیے ایک راس کی ضرورت ہے۔ اگر ہم ایسا راس حاصل کر لیتے ہیں تو ہمارے پاس ایک سکیم آجائے گی جو کہ اوپر بیان کیے گئے زمروں کے ساتھ بھی مشترک ہوگی۔ اسے تصریف (Inflection) کہہ لیتے ہیں۔ اس کا مخفف (انفل) INFL یا پھر صرف (آئی) I استعمال ہوتا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ آئی خانے کو کس طرح بھرا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جملے کی تمام گرہیں انفل کے نیچے ہیں یا نہیں۔

امدادی گرہیں (Auxiliary Nodes)

یہ وہ گرہیں ہیں جن میں امدادی فعل غالب ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس میں زمانہ (ماضی، حال) جبکہ مستقبل کی نشاندہی کے لیے معاون فعل پایا جائے گا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ فعل میں فرد اور تعداد سے بھی تصریف ہوتی ہے۔ یہ انگریزی میں بہت کم ہے لیکن فارسی اور فرانسیسی میں کئی حالتیں ہیں۔ درج ذیل میں اردو فعل کی حالتوں کا انگریزی فعل کی حالتوں سے تقابل کیا گیا ہے۔

*speaking = bolna*

| S.no | Male | Female | Male | Femalo |
|---|---|---|---|---|
| 1 | *Mai bola* | *Mai boli* | I speak | I speak |
| 2 | *Tum bole* | *Tum boleen* | You speak | You speak |
| 3 | *Tu bola* | *Tu boli* | You speak | You speak |
| 4 | *Vo bola* | *Vo boli* | He speaks | She speaks |
| 5 | *Hum bole* | *Tum bole* | We speak (pl) | We speak (pl) |
| 6 | *Aap bole* | *Aap boleen* | You speak (pl) | You speak (pl) |
| 7 | *Vo bole* | *Vo boleen* | They speak (pl) | They speak (pl) |

جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ضمیر ایک جیسی رہنے کے باوجود فعل 'ی' 'یں' اور 'ے' کے ساتھ منحرف ہوتے ہیں۔ مزید براں ضمیر حاضر کی طرف اشارہ کرنے کے لیے تین طریقے ہیں (آپ، تم، تو)۔ انگریزی میں اردو کے تین الفاظ کی نسبت ایک ہی لفظ 'you' استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی میں ضمیر غائب کے مذکر و مونث کے لیے الگ الگ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ سبھی جگہوں پر ایک ہی ضمیر استعمال ہوتی ہے۔ یہاں تک فعل کا تعلق ہے تو یہ کسی بھی ضمیر کے لیے انحراف نہیں کرتا۔ زمانہ (Tense) کے حوالے سے اس کی دو حالتیں ہیں۔

فارسی میں فعل ضمیر اور واحد جمع کے لیے منحرف ہوتا ہے لیکن جنس کے لیے یہ نہیں منحرف نہیں ہوتا۔ مزید براں ضمیر جنس کو بھی ظاہر نہیں کرتی۔

| | |
|---|---|
| من امادم | میں آیا۔ |
| تو امیدی | تم آئے / تو آیا |
| او آمد | وہ آیا / آئی |
| ما امادیم | ہم آئے |

شما امادید　　آپ آئے / آپ آئیں۔

انہا امادند　　وہ آئے / آئیں۔

الختصر، فعل کی گردان کی چھے حالتیں ہیں۔ تاہم ہمیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم لڑکے کے بارے میں بات کر رہے ہیں یا لڑکی کے بارے میں۔

گرامر کے لحاظ سے درستگی کے لیے مطابقت کے اصولوں (Argument Rules) کی پیروی کی جانی چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی کہے 'I' تو ہمیں 'speak' کہنا چاہیے۔ ایک زبان میں جتنی بھی حالتیں ہوں سب میں مطابقت کی خصوصیت ہونا ضروری ہے۔ ہم خلاصہ یوں کرتے ہیں کہ انحراف میں زمانہ، مطابقت، اور معاون فعل شامل ہوتے ہیں۔ پس زمانوی جز جملے (clause) میں

+Tense
+ AGR

ہوتے ہیں۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جملے یا تو زمانوی (Tensed) ہوتے ہیں یا پھر مصدری (Infinitive)۔ درج ذیل زمانوی جملوں کی مثالیں ہیں۔

(21) I will run in the garden.

(22) I am running in the garden

(23) I run in the garden

جملہ نمبر 21 میں معاون فعل will سے مستقبل مراد ہے۔ جملہ 22 am اور ing پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو کہ فعل حال کی جاری حالت کو ظاہر کر رہا ہے۔ جملہ 23 فعل run کی ماضی کی حالت پر مشتمل ہے۔ اب ایک جملہ زمانے کے بغیر لیتے ہیں۔ اس طرح کا جملہ درج ذیل ہو گا۔

(24) I intend to run in the garden.

جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ 'to' ایک غیر قطعی اشارہ (Infinitival Marker) ہے۔ اور 'to' سے متعارف کی جانے والی فعل کی غیر قطعی حالت (Infinitive Form) میں

زمانہ نہیں ہے۔ یہ بھی انفل ہے۔ 'to' میں نہ تو زمانہ ہوتا ہے اور نہ ہی مطابقت۔ ہم اسے
[–Tense / – AGR] کہتے ہیں۔

پس قطعی جز جملوں (Finite Clause) میں زمانہ اور معاون فعل ہوتے ہیں جبکہ غیر قطعی جز جملوں میں زمانہ اور معاون فعل نہیں ہوتے۔ پس تمام جز جملوں میں [±tense] اور اینفل میں [±AGR] پایا جاتا ہے۔

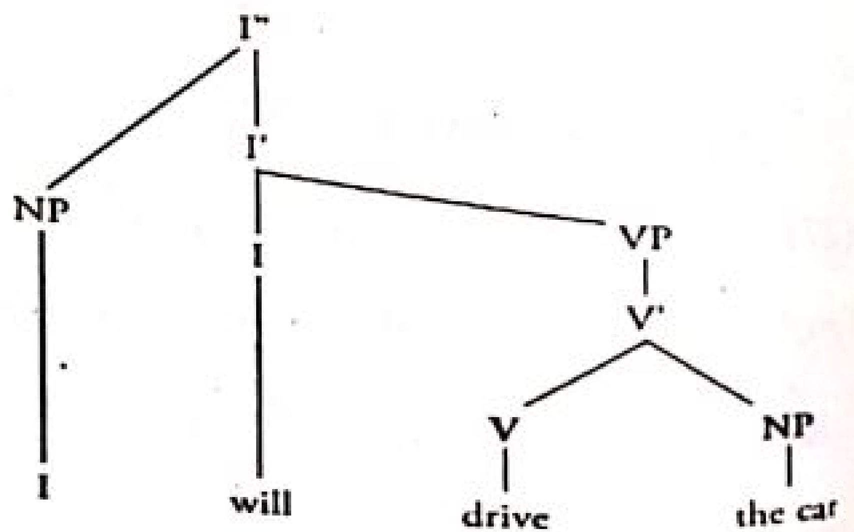
پس اگر ہم فرض کریں کہ اینفل S کا راس ہے تو S اینفل عبارت کا پھیلاؤ ہوگی۔ اب متعین کنندہ استعمال کرنے کے پچھلے منصوبے کو استعمال کرتے ہوئے ہم S کو اس طرح دوبارہ لکھ سکتے ہیں۔

$$I'' \rightarrow Spec; I'$$

$$I' \rightarrow I; VP$$

آیئے اب اس منصوبہ کے تحت $S \rightarrow NP + VP$ والے جملے کا نحوی (Syntactic) جائزہ لیتے ہیں۔

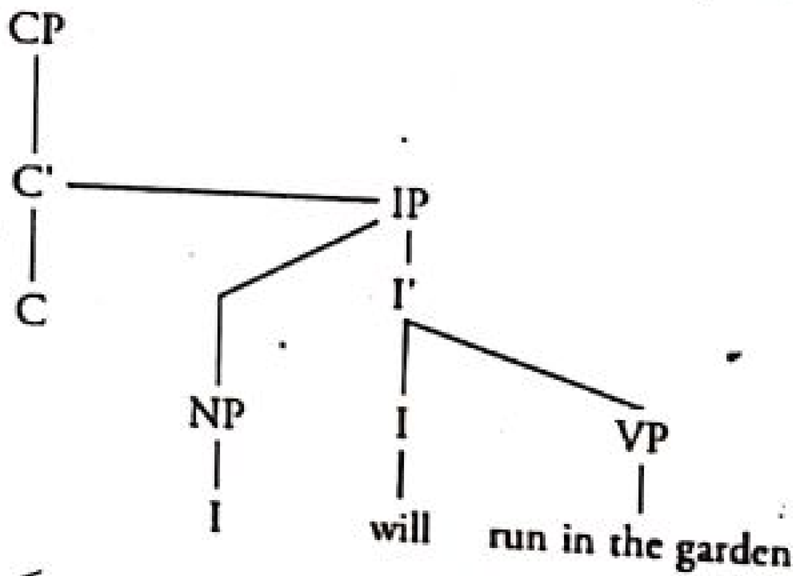
(25) I will drive the car.



اب تکمیل کنندوں کی طرف واپس چلتے ہیں۔ جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ if, that وغیرہ قطعی جملوں کے ساتھ جبکہ for غیر قطعی جملوں کے ساتھ لگتا ہے۔ جبکہ whether ہر دو طرح کے جملوں کے ساتھ لگ سکتا ہے۔

اگر یہاں کوئی تکمیل کنندہ موجود نہیں ہے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہاں خانہ (Slot) موجود نہیں تھا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ خانہ تو موجود ہے لیکن خالی ہے۔ آپ سمجھ جائیں گے کہ ہم ایسا کیوں کرتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ہمارا منصوبہ (Schema) ایک جیسا رہتا ہے لیکن بعض حالتوں میں ہمارے پاس زیرو ہوتا ہے جبکہ دوسری حالتوں میں ہمارے پاس الفاظ ہوتے ہیں۔

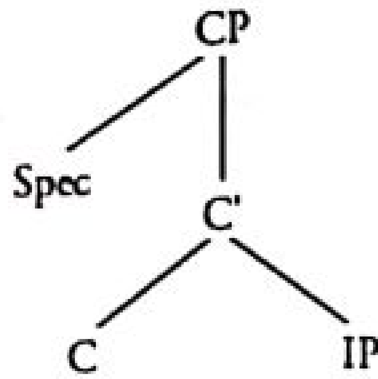
تکمیل کنندہ تراکیب دوسرے منصوبوں میں تکمیل کنندوں کے راس پر واقع دیکھے جا سکتے ہیں۔




ایسی حالت میں سی پی خالی ہے لیکن ہم اس کو 'whether' سے بھر سکتے ہیں۔

(27) Whether I will run in the garden is doubtful.

پس یہ فرض کرنا بہتر ہے کہ سی پی مقام ہوتا ضرور ہے لیکن یہ ہر دفعہ بھرا ہوا نہیں ہوتا۔ پس ہمارے پچھلے منصوبہ کی روشنی میں، ایک متعین کنندہ بھی ہوگا۔ اس کی ساخت ایسی ہوگی:




اگر آپ کے پاس سوالیہ لفظ 'will' ہے تو جیسا کہ:

(28) Will I rùn in the garden?

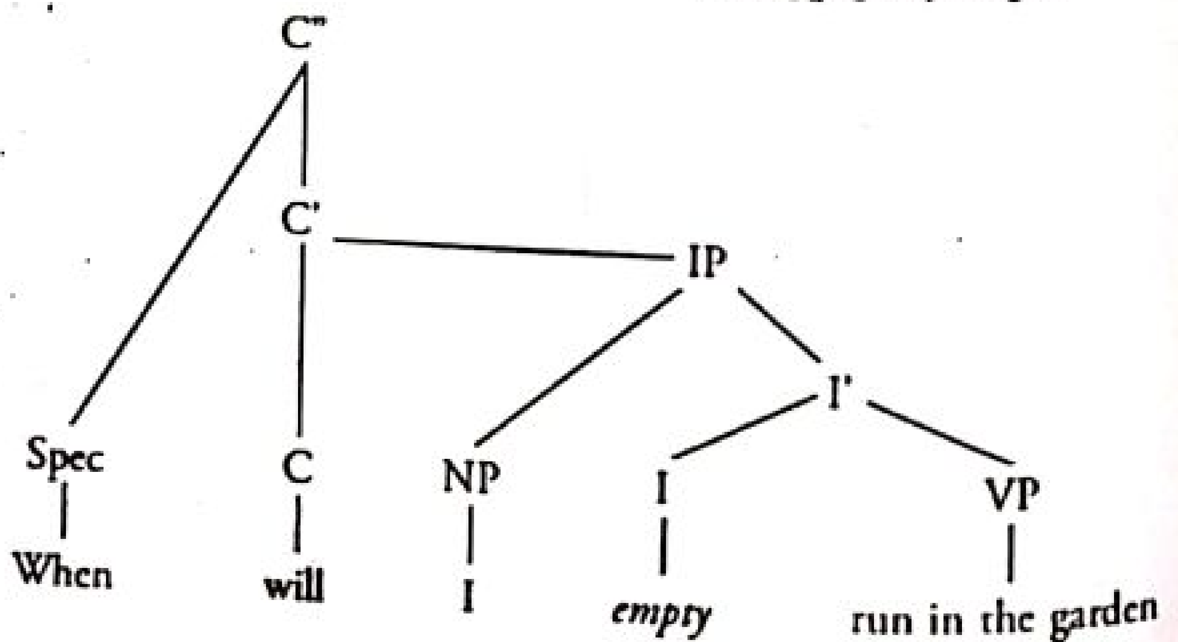
اس وقت 'will' متعین کنندہ کے مقام کی طرف حرکت کرتا ہے۔ اس طرح کی حالت میں اس کی گرہ 'whether' نہیں ہو گا۔ ہم ایسا نہیں کہہ سکتے:

(29) * will whether I run in the garden.

اس کی وجہ یہ ہے کہ گرہ میں ایک ہی لفظ آسکتا ہے۔ ایک سے زیادہ لفظ نہیں آسکتے۔ لیکن ہم درج ذیل جملہ کہہ سکتے ہیں:

(30) When will I run in the garden?

اس کا شجرہ درج ذیل ہو گا۔



معاون فعل ایک راس سے دوسرے راس کی طرف حرکت کرتا ہے اسے راس سے راس حرکت (Head to head movement) کہتے ہیں۔ یہاں ہم ان حرکات کی تفصیلات میں نہیں جائیں گے۔

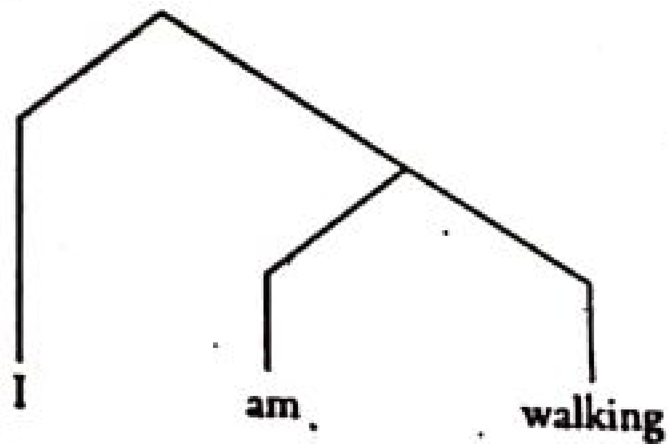
اس کا مطلب ہے کہ سوالیہ الفاظ [spec CP] کی طرف حرکت کرتے ہیں۔ مرکزی جزو جملہ میں وہ معکوس معاون (Inverted Auxiliary) سے پہلے آتے ہیں۔ ماتحت جزو جملہ میں wh الفاظ that, whether کے ساتھ واقع نہیں ہوتے۔ جہاں تک اوپر بیان کئے گئے الفاظ کا تعلق ہے تو یہ انگریزی کے لیے درست ہے۔ تاہم یہ ایک عمومی اصول ہے۔ یہ ہمارے دماغ میں موجود ہوتا ہے اور ہم اپنی زبان کے مطابق اسے بدلتے رہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے دماغ میں کس قسم کی ساخت ہوتی ہے۔ اس طرح کے سوالات کا جواب نظریہ سے آتا ہے۔ یعنی ہم سوچتے ہیں کہ ساخت اس طرح کی ہوگی پھر ہم اسے دوسرے ماڈل کے ساتھ تقابل کرتے ہیں پھر جو ماڈل کم سے کم پیچیدگی دے اسے اختیار کر لیتے ہیں۔

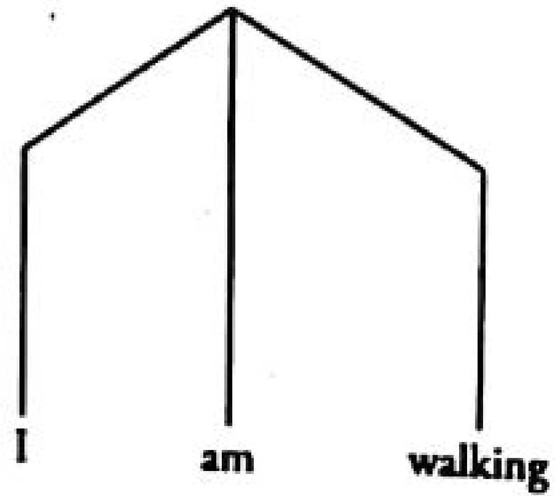
**(31) I am walking**

یہاں شاخ والے تمام ممکن ماڈلوں کو لیتے ہیں۔ اس کی درج ذیل ممکنات ہیں

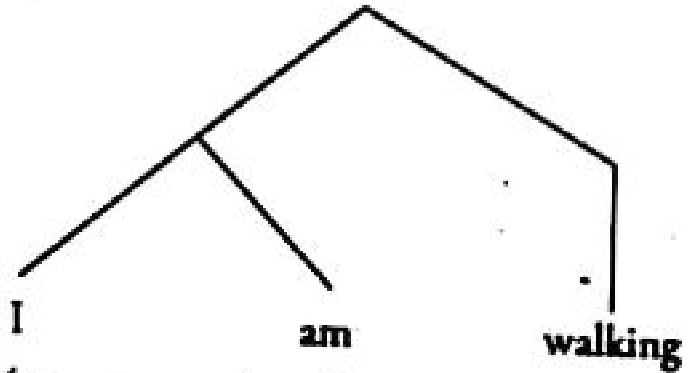
**(31a)**



(31b)

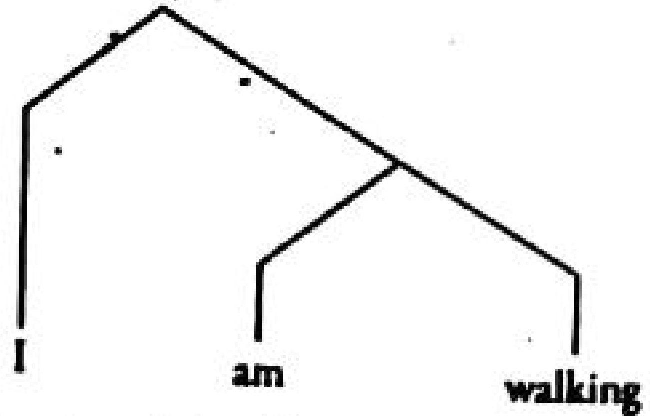



(31c)




آیئے اب ایک ایسا نظریہ لیتے ہیں جو صرف ثنائی شاخ بننے کی اجازت دے گا۔

(31d)




اگر ہمارے پاس دماغ میں کوئی اصول ہے تو یہ ہوگا: ثنائی شاخ بنانے کی اجازت ہے۔ دوسرے تمام اصول خارج ہو گئے ہیں۔ یہ minimalist principle ہے۔ یہ دوسرے ہر طرح کی شاخ بندی کی اجازت دینے والے اصولوں کی نسبت سادہ اصول ہے۔ یہ جس بارے میں بات ہوئی اس کو گرامر کی رو سے Minimalism کہتے ہیں۔

# حوالہ جات

[1] N. Chomsky, "On language: Chomsky's classic works in one volume." New York: The New Press, 1998.

[2] R. B. Lees and N. Chomsky, "Syntactic Structures," *Language (Baltim).*, vol. 33, no. 3 Part 1, pp. 375–408, 1957.

# گرامر کے بارے میں مزید

پچھلے باب میں آپ کا تبادلی تخلیقی گرامر سے تعارف کروایا گیا اس باب میں گرامر کو مزید سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔ گرامر کی سادہ ترین تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ یہ ایک آلہ ہے جو انسانی زبان میں ایک اچھی بناوٹ والا جملہ تخلیق کر سکتا ہے۔ اب ایک سادہ جملہ لیتے ہیں۔

The girl followed the boy.

اب وقتی طور پر پہلے پڑھے ہوئے عبارتی ساخت اصولوں کو بھول جائیں اور اندازہ لگائیں کہ کس طرح اس جملے کی تشکیل ہوئی۔ سادہ ترین اندازہ یا مفروضہ یہ ہے کہ الفاظ کو ایک دوسرے کے بعد رکھ دیا گیا۔

The + girl + followed + the + boy.

یہ خطی نمونہ (Linear Model) ہے کیونکہ اس میں الفاظ ایک دوسرے کے پیچھے سیدھی لائن میں آتے ہیں۔ اس کو زنجیری نمونہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس میں الفاظ ایک زنجیر کی طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ یہ ساکن نمونہ ہے کیونکہ کوئی چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت نہیں کر سکتی۔ اس کو گرامر کی قطعی حالت بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ ساکن ہے اور اس لیے اپنی حالت نہیں بدل سکتا۔ اس طرح کا سادہ گرامر کا نمونہ برقی رو کرنٹ کے بہاؤ کے ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک کو تصور کرتے ہوئے بنایا جاسکتا ہے مثال کے طور پر

o------------o------------o------------------o------------o------------o
A The B girl C followed D the E boy F

اگر آپ برقی رو کو B سے شروع کر کے C پر روک دیں تو جملہ یہ ہوگا۔

girl followed

اسی طرح اگر آپ ایک سے زیادہ فقرے بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو پھندہ بنانا پڑے گا تا کہ ان میں سے جس سے آپ چاہیں برقی رو گزار سکیں۔

آیئے اب اس گرامر کے نمونہ سے فقرے بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

The girl followed the boy.

The boy followed the girl.

The boys followed the girls.

لیکن ہر فقرے کے لیے نیا نمونہ استعمال کرنا نہایت مشکل ہو گا۔ آیئے اب دیکھتے ہیں ان میں کیا مشترک ہے اور صرف ایک نمونہ بنانے کی کوشش کریں جو ان تمام فقروں کو تخلیق کرے گا۔ وہ نمونہ یہ ہو گا۔

A The　B girl　C followed　D the　E boy　F
or (3)

o-----------o-----------o-----------o-----------o-----------o
A The　B boy　C followed　D the　E girl　F
or (4)

o-----------o-----------o-----------o-----------o-----------o
A The　B boys　C followed　D the　E girls　F
or (5)

لیکن ہر جملے کے لیے ایک نیا نمونہ استعمال کرنا نہایت مہنگا عمل ہو گا۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ ان نمونوں میں کیا مشترک ہے اور صرف ایک نمونہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں جو ان تمام جملوں کو تخلیق کرے گا۔

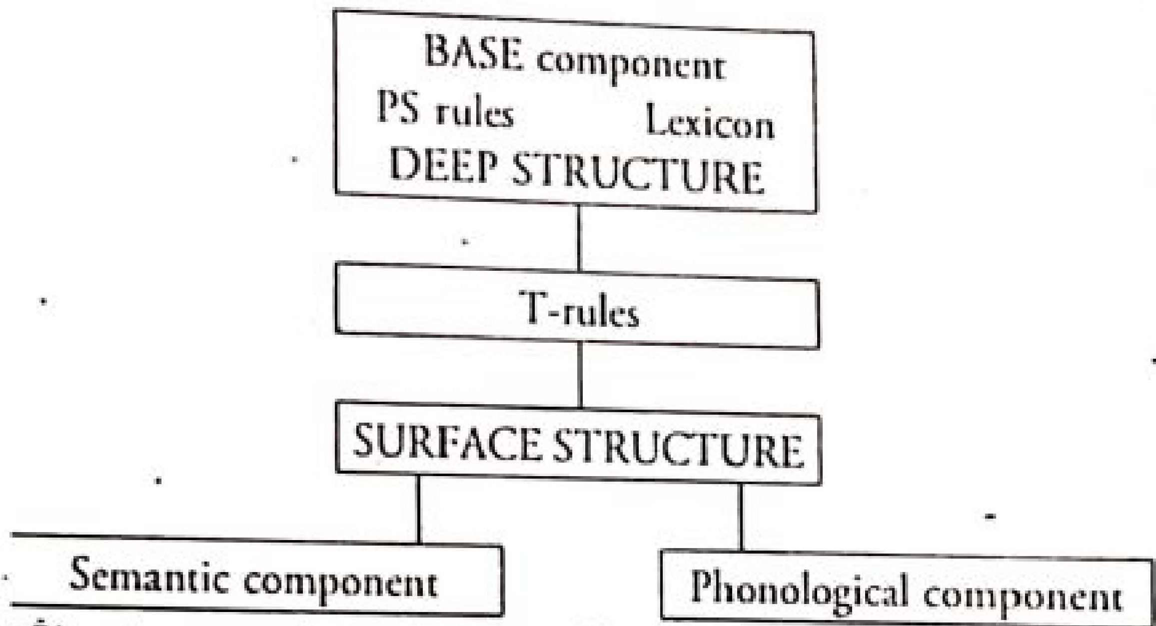
o-----------o{boy / boys / girl}o-----------o-----------o{girl / girls / boy}o-----------o
A The　B　C followed　D the　E　F

زیادہ پیچیدہ فقروں کے لیے زیادہ پھندوں کی ضرورت ہو گی اور گرامر مؤثر نہ ہوں گے کیونکہ یہ ایسے فقرے بنائے گی جو ہم نہیں چاہتے۔ مثال کے طور پر The boys followed The girl followed the girls. The boy followed the boy. the boy. وغیرہ وغیرہ۔

## غیر خطی نمونے (Non-Linear Model)

انہی خامیوں کی وجہ سے چامسکی نے نحوی (Syntactic) ساختوں (Syntactic Structures 1957) میں اس خطی نمونے (Linear Model) کو ترک کر دیا [1]۔ جیسا کہ عنوان دلالت کرتا ہے کہ اس نے نحو (Syntax)(Syntax) پر توجہ دی۔ یعنی ایک فقرے

میں الفاظ کی ترتیب اور یہ بیان کیا کہ یہ ترتیب پر قوانین پر منحصر تھی۔ ہم پہلے ہی عبارتی ساخت اصول (PS rules) پڑھ چکے ہیں۔ جنھوں نے، اس نے کہا، عمیق ساخت( Deep Structure)یں یا سادہ ساختیں تخلیق کیں۔ اس عمیق ساخت(Deep Structure) پر بھی عبارتی ساخت اصول لاگو کیے گئے جنھوں نے اس میں تبدیلی کی اور بالا سطحی ساخت( Surface Structure)یں تخلیق کیں۔ نحوی(Syntactic) نظریہ کے پہلو (Aspects of theory of Syntax 1965) میں اپنے گرامری نمونہ میں تبدیلیاں کی اور وہ اس طرح کا نظر آتا تھا -[2]




اس کو سادہ انداز سے یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ اساس عبارتی ساخت اصول پر مشتمل ہوتی ہے جو کہ نحوی زمروں(Syntactic Categories) (VP, NP) کو ایک دوسرے کے اوپر نیچے آگے پیچھے مناسبت سے لگانے کے لیے ایک ڈھانچہ تیار کرتی ہیں۔ پھر لغت کی باری آتی ہے۔ جو کہ فرہنگ الفاظ کا مجموعہ ہے۔ ہر لفظ اس لحاظ سے مخصوص کیا جاتا ہے کہ عبارتی ساخت اصولوں میں صرف وہی خاص لفظ ہی موزوں ہو سکتا ہے۔ یہ ایک قسم کا عمیق ساخت( Deep Structure) بناتا ہے۔ اب تبادلی اصولوں کا اطلاق کیا جاتا ہے اور یہ جملوں کو بدلتے ہیں کہ یہ سطح پر تبدیل شدہ حالت میں آتے ہیں۔ اب یہ معنی لیتا ہے یہ معنوی جز ہوتا ہے جو اسے معنی دیتا ہے۔ یہ بولا جاسکتا ہے یا بولی جانے والی آوازوں پر دلالت کرنے والی علامتوں کی مدد سے لکھا جاسکتا ہے وہ صوتی جز (Phonological Component) ہوتا ہے یہ تبادلی گرامر کا سادہ نمونہ ہے جس کو چامسکی کی اوپر بیان کی گئی کتابوں میں پیش کیا گیا ہے۔ اس نمونہ کے پیچھے جو نظریہ ہے وہ ذرا

پیچیدہ ہے۔ اس کو قابلِ فہم بنانے کے لیے سادہ کیا جارہا ہے۔ اس نظریہ کو معیاری نظریہ (Standard Theory) کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ پی ایس اصول ایک طے شدہ ترتیب میں جملے تخلیق کر سکتے ہیں۔ اگر جملے تخلیق کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہوتا تو ہمیں لامتناعی جملے تخلیق کرنے کے لیے لامتناعی پی ایس اصولوں کی ضرورت پڑتی اور یہ قابل عمل نہ ہوتا۔ پس چاسکی کے مطابق صرف سادہ جملے پی ایس اصولوں کے تحت تخلیق ہوتے ہیں۔ حتی کہ یہ ابتدائی جملے (Kernal Sentences) بھی عمیق سطح پر تخلیق ہوتے ہیں۔ یہ پھر مشتملات (Constituents) کی حرکت سے تبدیل کیے جاتے ہیں۔ یہ حرکت جملوں کو مختلف قسم کے جملوں میں بدل دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تبادلی اصول (Transformational Rules) کہلاتے ہیں۔ حرکت کے ذریعہ تبادلہ کی مزید وضاحت کے لیے درج ذیل جملوں پر غور کریں۔

The Boy followed the dog.

لڑکے نے کتے کا پیچھا کیا۔

درج ذیل جملے کا مطلب بھی وہی ہے۔

The dog was followed by the boy.

لڑکے کے ذریعہ کتے کا پیچھا کیا گیا۔

جملہ (10) لازمی طور پر عمیق درجہ پر جملہ (9) کی تبدیل شدہ حالت ہونی چاہیے۔ کچھ تبادلی اصولوں نے دوسری مجہولی ساخت بنائی ہے۔ آئیں این پی اور وی پی کو نمبر لگاتے ہیں۔

| The boy | followed | the dog |
| --- | --- | --- |
| $NP_1 = 1$ | $VP = 2$ | $NP_2 = 3$ |

اس کی ساخت 1+2+3 ہے۔ یہ ساختیاتی بیان (Structural Description) کہلاتا ہے۔

اب ہمیں ایک اصول کی ضرورت ہے جو 1 کو 3 اور 3 کو 1 کی جگہ پر لے آئے گا۔ ہمیں 'was' اور 'by' بھی لگانے کی ضرورت ہے۔ تبادل کو دوہرے تیر کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس کو ساختیاتی تبدیلی (Structural Change) کہا جاتا ہے۔

So, SD = 1 + 2 + 3

SC = 3 + was + 2 + by + 1

1 + 2 + 3 ⟹ 3 + was + 2 + by + 1

(10a) The dog was followed by the boy

جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ تبادلی اصول نے مشتملات کو حرکت دی ہے اور اس صورت میں was اور by کا اضافہ کیا ہے۔ مجہولی تبادل اس سے کچھ زیادہ پیچیدہ ہے۔ لیکن اس کو یہاں سادہ رکھا گیا ہے تاکہ آپ اس کو بہتر انداز سے سمجھ سکیں۔

گرامر بطور جملے تخلیق کرنے والی مشین (Grammar as a Machine which Generates Sentences)

آپ گرامر کو ایک مشین یا آلہ کے طور پر تصور کر سکتے ہیں۔ یہ ناطق کے دماغ میں ہے اور اس کے زبان کے بارے میں علم کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ عمیق درجہ پر سادہ جملے تخلیق کرنے والے اصولوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان جملوں پر بعد میں تبادلی اصولوں کا اطلاق کر کے ان کو مزید پیچیدہ جملوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ ان کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے کس طرح دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں۔ ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ بعض جملوں میں حرکت واقع ہو چکی ہے۔ یعنی ایسا ظاہر ہتا ہے کہ بعض مشتملات اپنی اصل جگہ سے حرکت کر چکے ہیں۔ ایک مثال لیتے ہیں۔

(11) I put the book on the table.

اب put ایک فعل ہے جس کے بعد این پی ہے۔ اسمی عبارت (Noun Phrase) وہ ہے جس کو کہیں لگایا جا سکتا ہے۔ اسمی عبارت (Noun Phrase) حرف جر عبارت کے بعد آتی ہے۔ جو کہ on, in, inside, outside وغیرہ سے شروع ہوتی ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ چیز کو کہاں رکھا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں put جیسے فعل کے لیے یہ مخصوص کرے گا کہ کونسے مشتملات اس کے بعد آسکتے ہیں۔

Put = v (followed by) NP, PP

پس اگر ہم put کے بعد این پی یا پی پی میں سے کوئی ایک خارج کر دیں تو ہم گرامر کے لحاظ سے بد ہیت جملہ بنائیں گے۔ مثال کے طور پر

(12) I put on the table.

یہاں v کے بعد آنے والا این پی حذف کر دیا گیا ہے۔

(13) I put the book.

(یہاں فعل اور اسمی عبارت (Noun Phrase) کے بعد آنے والے حرف جار عبارت کو چھوڑ دیا گیا ہے۔)

اب درج ذیل جملوں پر غور کریں۔

What did I put [..] on the table.

اس جملہ میں put کے بعد اسمی عبارت (Noun Phrase) نہیں ہے۔ تاہم، ہم نے ابھی کہا کہ put لغت کے اس ذیلی زمرہ (sub-category) میں رکھا گیا ہے۔ جس میں فعل ہونے کی وجہ سے اسمی عبارت (Noun Phrase) اور حرف جر آتے ہیں۔ ذیلی زمرہ (sub-category) کے حقائق مستقل ہیں۔ پس یہ ہوا ہے کہ put کے بعد واقع ہونے والی اسمی عبارت (Noun Phrase) اپنی اصلی جگہ سے کسی مرحلہ پر ہٹ گئی۔ لیکن یہ حقیقت کہ یہ اپنی اصلی جگہ سے ہٹ گئی ہے اس کا مطلب لازمی طور پر یہ بھی ہے کہ اس کی اپنی ایک خاص اصلی جگہ تھی جس سے یہ ہٹی۔ پس ہم فرض کرتے ہیں کہ عمیق درجہ میں یہ اس جگہ پر تھا اور وہ خاص تبادلی اصول اسے اس جگہ سے دور لے گئے ہیں۔ کسی تبادلی اصول نے جملہ کے شروع میں what لگا دیا ہے۔ المختصر اصول تراکیب کے حصوں کو جملے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت دیتے ہیں۔ بعد میں اس کو مزید تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔

## تبادل (Transformations)

ہم نے پہلے کہا کہ تبادلی اصول فقرے کے اجزاء کو بڑھا گھٹا، یا حرکت دے سکتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا پڑے گا آیا کہ فقرے کی موجودہ ساخت ایسی ہے کہ جس پر قانون لاگو کیے جا سکیں۔ اس کو ساختی بیان (SD) کہتے ہیں۔ اگر ساخت ایسی ہے کہ اس پر اصول لاگو ہو سکتے

ہیں تو ہم اس پر اصول استعمال کر سکتے ہیں۔ آیئے اب صرف ایک تبادل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور یہ مجہول تبادل (Passive Transformation) ہے۔

ان تبادلی اصولوں کو سمجھ چکنے کے بعد آپ نہ صرف تبادلی اصولوں کے بارے میں مزید جانیں گے بلکہ آپ لسانیاتی استدلال بھی سیکھیں گے۔ مجہول تبادل لیتے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح ایک بیانیہ جملہ مجہولی حالت میں تبدیل ہوتا ہے لیکن یہ شروع کرنے سے پہلے ہم عبارت ساختی اصولوں (Phrase Structure Rules) کی طرف لوٹیں گے۔ ہم ان میں بعض سیکھ چکے ہیں لیکن ہم نے ابھی امدادی فعل کے پھیلاؤ کا احاطہ نہیں کیا ہے

AUX ⟶ Tense {present}

اس اصول کا مطلب ہے کہ ایک فعل میں مثال کے طور پر walk زمانے کے اثرات موجود ہونے چاہیں۔ اگر یہ فعل ماضی میں ہے ہم اسے walked پڑھیں گے۔ یہ ed- صرفیے کا اضافہ فعل کو ماضی میں بدل دیتا ہے اگر یہ فعل حال میں ہے ہم اسے walks پڑھیں گے۔

دوسرے امدادی افعال فعل بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً will یہ ہمیں فعل مستقبل بھی دیتا ہے۔ ان الفاظ کو طوری (Modals) کہا جاتا ہے۔ اس فہرست میں will, shall, can, would, must, may, وغیرہ شامل ہیں۔ پس ایک امدادی فعل کی تعمیم یہ ہوگی۔

Aux ⟶ Modal

جبکہ تمام افعال (verbs) میں فعل کا نشان ہونا چاہیے۔ ایک طوری کے لیے تمام تراکیب میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس طوری اختیاری ہیں۔ اور جیسا کہ اختیاری عناصر کو قوسین کے اندر رکھا جاتا ہے۔ ہمارا اصول ایسے پڑھا جانا چاہیے۔

Aux ⟶ Tense (Modal)

لیکن فعل مکمل یا جاری حالت میں ہو سکتا ہے مثلاً

He is reading

جاری حالت میں ہے یہ ظاہر کرتا ہے کہ عمل ابھی جاری ہے۔ اب نیچے دیئے گئے جملے کو دیکھیں:

They have been reading.

یہاں مکمل have اور en–ماضی تمام (Past participle) کے اختتام کو ظاہر کرتا ہے دوسرے لفظوں میں، یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ فعل جاری یا مکمل حالت میں ظاہر ہو سکتا ہے ہمیں دو اختیاری امدادی عناصر کی ضرورت ہوتی ہے۔ انگریزی بولنے والوں نے ان دو عناصر کو ظاہر کرنے کے لیے درج ذیل فارمولے اپنائے ہیں:

be + ing ------------------جاری

have + en ------------------مکمل

یہ فارمولے ظاہر کرتے ہیں کہ فعل جاری میں to be ایک فعل اور ing اس کا اختتامیہ ہے۔ جبکہ مکمل میں have یا has ہے اور ساتھ ہی ساتھ en– اختتام والا فعل ہے یہ فارمولہ کسی حد تک بھٹکانے والا ہے۔ مثلاً فعل read کا ماضی تمام en لگانے سے نہیں بنتا۔ en– فارمولے کا سادہ مطلب یہ ہے کہ اس کو ماضی تمام بنادو اس کی تشکیل جو بھی ہو۔ اس کی تشکیل دوسرے اصولوں کے ذریعہ متعین ہوتی ہے جو کہ ہر صرفیے کی بالکل صحیح ادائیگی دیتے ہیں۔ انہیں صوتیاتی اصول کہا جاتا ہے۔ آیئے اب ایک دوسری اختیاری تعمیم کو اپنی فہرست میں شامل کرتے ہیں۔

Aux---------------------(be + ing) (have + en)

امدادی فعل کی پوری تعمیم یہ ہوگی۔

Aux------------------- tense (Modal) (have + en) (be + ing)

مجہولی تبادل (The Passive Transformation)

آیئے اب مجہولی تبادل کی طرف آتے ہیں اور ایک مثال پر غور کرتے ہیں۔

(17) The man may have opened the door.

اس کی مجہول حالت یہ ہوگی

(18) The door may have been opened by the man.

جملہ 17 کا ساختی بیان یہ ہے:

NP1 + AUX +V +NP2

اس ساختی بیان پر درج ذیل مجہول بنانے والے تبادلی اصول لاگو کیا جاسکتا ہے

$\Longrightarrow$ NP2 + AUX + be + en + V + by + NP1

نوٹ کرلیں کہ be + en اور by اس اصول میں جمع کیے گئے ہیں۔ آئیں اب اس کی تعمیم کریں۔

NP1 AND (HAVE + EN) + BY مخصوص جگہوں پر جمع کیے جاتے ہیں۔

یہ ایک عمیق درجہ کا جملہ بناتی ہے جو کہ بالا سطحی درجہ پر لایا جاتا ہے۔

D-Level: the door present may + have + en be + en open by the man.

امدادی معکوس اصول لاگو کرنے سے: امدادی فعل کو معکوس کردیا جاتا ہے، اس کو تعلیقی پھلانگ (affix hopping) بھی کہا جاتا ہے۔

The door may + present have + be + en open + en by the man.

صرفی صوتیہ (Phoneme) اصولوں کو لاگو کرتے ہوئے (یعنی جس طریقہ سے ہم OPEN کے ماضی کو تلفظ کرتے ہیں۔) ہم OPENEN نہیں کہتے۔ ہم OPENED کہتے ہیں۔ ہم HAVE کی حال والی حالت کو سادہ طور پر HAVE ہی کہتے ہیں اور TO BE فعل کی ماضی حالت کو BEEN کہتے ہیں پس ہمارے پاس ہے۔

(18a) The door may + have + been + opened + by the man.

یعنی بالا سطحی درجہ یہ ہوگا

(18b) Surface Level: The door may have been opened by the man.

یہ طریقہ مصنوعی اور حیلے بہانے سے مجہول جملہ بنانے کا طریقہ محسوس ہو سکتا ہے۔
تاہم یہ اصول نہایت اہمیت کا حامل ہے وہ یہ ہے کہ پیچیدہ فقرے سادہ فقروں کی طرح نہیں بنائے جاتے۔ سادہ یا مغزی فقرے عمیق درجہ پر بنتے ہیں اور انہیں تبادلی اصولوں کے تحت پیچیدہ اصول میں بدل دیا جاتا ہے۔

ریڈفورڈ کی کتاب پڑھنے کے لیے آپ کو اس کتاب پڑھنے کا علاوہ دوسری سابقہ معلومات کی ضرورت نہیں ہے۔ وی حرکت، آئی حرکت، این پی حرکت، wh حرکت وغیرہ کے

تفصیلی برتاؤ کا نتیجہ تجسس آمیز اصول ایلفا حرکت (Alpha Movement) ہے۔ ایلفا زمری متغیر ہے۔ یہ آپ کے منتخب کردہ کسی بھی زمرہ (Class) کو ظاہر کرتا ہے[3]۔

یہ اصول نحوی (Syntactic) افراتفری کی عبارت ہونے کی وجہ سے سازشی ہے۔ کیا ہم کسی بھی زمرہ (Class) کو جملہ میں کسی بھی طرف حرکت دے سکتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہ یونیورسل گرامر (Universal Grammar) کا اصول ہے جبکہ مخصوص زبانوں میں مخصوص اصول بعض طرح کی حرکات کو روکتے ہیں۔ یہ وہ رکاوٹیں ہیں جنھیں ماہرین لسانیات کو کھوج لگا کر لکھنا ہوگا۔ مثال کے طور پر ساخت لازمی طور پر محفوظ کی جانی چاہیے۔ اس کے لیے اصول اس طرح لکھا جائے گا۔

## ساخت بقا اصول (Structure Preserving Principle)

زیادہ تر گرامری تبادل مادہ یا ساخت بقا اصول ہوتے ہیں[3]۔

مادہ تبادل (Root Transformation) وہ ہے جو کہ مادہ عبارت پر لاگو ہوتا ہے یعنی اصل یا آزاد عبارت پر۔ ایک غیر مادی تبادل (non-root transformation) وہ ہے جس میں تبادل ایسی ہے کہ جو اس حالت میں گرامر سے تخلیق کی جا سکتی ہے۔

المختصر اگر ہم اس اصول کو مزید پھیلائیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ تمام تبادل ساخت بقا ہوتے ہیں۔ اگر ہم لسانیات کے پیچیدہ دلائل میں نہ بھی الجھیں تو یہ بات اتنی ہی قابل فہم ہوگی کیونکہ جملے اس وقت تک با معنی نہیں ہو سکتے جب تک ہمارے پاس چند اصول نہ ہوں جو یہ بتا سکیں کہ ہم ان کو کس طرح تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس طرح دلائل دینے کو سمجھنے کے لیے آپ کو ریڈفورڈ کی کتاب میں ایلفا حرکت کے بارے میں دیئے گئے تفصیلی باب کو پڑھنا چاہیے۔

اس کے بعد آپ Yule (2014)[4]، Lyons (1970)[5] اور Radford (1988) [3] پڑھ سکتے ہیں۔ اگر آپ تبادل اور چامسکی کے نظریات پر مزید پڑھنا چاہتے ہیں تو اگلا مرحلہ Radford (1997) [6] پڑھنے کا ہوگا۔ اس کے بعد Hageman (1991) [7] یا دوسرے جدید کاموں کو پڑھا جا سکتا ہے۔

# حوالہ جات

[1] R. B. Lees and N. Chomsky, "Syntactic Structures," *Language (Baltim).*, vol. 33, no. 3 Part 1, pp. 375–408, 1957.

[2] C. Noam, "Aspects of the Theory of Syntax," *Cambridge, Mass*, 1965.

[3] A. Radford, *Transformational grammar: A first course*, vol. 1. Cambridge University Press, 1988.

[4] G. Yule, *The study of language*. Cambridge University Press, 2014.

[5] J. Lyons, O. S. da Mota, and L. Hegenberg, *As idéias de Chomsky*. Cultrix, 1970.

[6] A. Radford, *Syntactic theory and the structure of English: A minimalist approach*. Cambridge University Press, 1997.

[7] L. Haegeman, *Introduction to government and binding theory*. Oxford University Press, 1991.

# حاکمیت اور بانڈنگ تھیوری

# (Government and Binding Theory)

یہ جاننے کے لیے کہ کس طرح دماغ ایک جملے میں الفاظ کو ایک ترتیب میں رکھتا ہے، ہم مزید کچھ نظریات کا جائزہ لیں گے۔ ان میں سے ایک حاکمیت اور بانڈنگ نظریہ ہے جو کہ چامسکی کے 80 کی دہائی کے کام کی بنیاد پر ہے۔ تاہم، اس باب کے سادہ بیان کی بنیاد لیلین ہیگمین کا نہایت زبردست اور قابلِ رسائی انداز میں نظریہ کی وضاحت ہے[1]۔ آیئے اس کا آغاز اقتدار پر غور کرتے ہوئے کرتے ہیں۔

## اقتدار (Dominance)

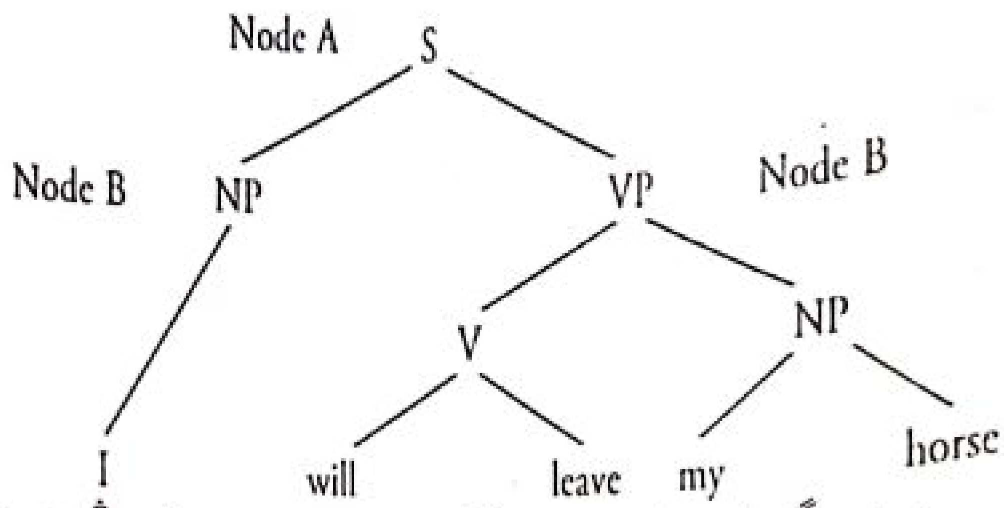
اگر ہم کہیں کہ ایک گرہ دوسری گرہ پر حاوی ہے، تو ہماری اس سے مراد ہے، کہ پہلی گرہ دوسری گرہ کی نسبت شجر میں اونچے مقام پر واقع ہے اور یہ آپس میں ایک نہ ٹوٹی ہوئی لائنوں کے سیٹ سے ملے ہوئے ہیں[1]۔ زیادہ تکنیکی تعریف درج ذیل ہو گی۔

گرہ الف حاوی ہے گرہ ب پر، صرف اور صرف جب کہ (iff) الف شجر میں ب سے اونچا ہے اور اگر آپ الف سے ب کو نیچے کی طرف جاتی لائن کا کھوج لگا سکتے ہیں۔

درج ذیل فقرے میں:

I will leave my horse. (1)

اس کو شجر نقشہ (Tree Diagram) میں اس طرح دکھایا جا سکتا ہے۔




یہاں پر گرہ الف (ایس) حاوی ہے گروہ ب (این پی) پر، جیسا کہ یہ شجر میں این پی کے لحاظ سے اونچی ہے اور کیونکہ ایس سے نیچے این پی طرف جاتی لائن کا کھوج لگایا جاسکتا ہے۔ ایس وی پی پر این پی کی طرح حاوی ہے جیسا کہ ان کے درمیان کوئی گرہ نہیں ہے۔ اسے فوری اقتدار کہتے ہیں۔ یہاں دونوں این پی اور وی پی سسٹر گرہیں ہیں۔ یہ ہمیں حاکمیت (Government) کی تعریف دیتا ہے۔

حاکمیت: الف حاکمیت کرتا ہے ب پر اگر

(اَ) الف ایک گورنر ہے

(ب) الف اور ب سسٹرز ہیں۔ (ہیگمین سے مستعار لیا گیا۔) گورنرز ہاتھ ہیں اور اگر x ایک راس ہے اور یہ حاکمیت کرتا ہے y پر تو x راس y پر حاکمیت کرتا ہے۔

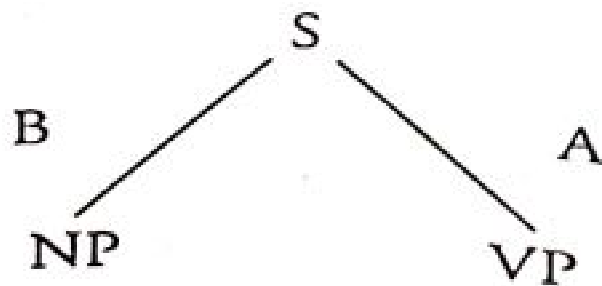
حاکمیت کا ایک دوسرا پہلو سی کمانڈ کا خیال ہے۔ سی کمانڈ کا اصول یہ ہے:

گرہ الف سی کمانڈ کرتی ہے گرہ ب کی اگر (iff)

(اَ) الف حاوی نہیں ہے ب پر اور ب حاوی نہیں ہے الف پر۔

(ب) پہلی شاخ والی گرہ جو کہ الف پر حاوی ہے وہ ب پر بھی حاوی ہے۔

اب درج ذیل پر غور کریں۔



اگر ہم جاننا چاہیں کہ کونسی گرہ وی پی سی کمانڈ کرتی ہے تو ہمیں اس حد تک حرکت کرنی پڑے گی کہ ہم پہلی شاخ بنانے والی گرہ تک پہنچ جائیں اور پھر ہم این پی گرہ تک واپس آئیں۔ پھر این پی وہ ہے جسے وی پی کی طرف سے سی کمانڈ ملی ہے۔ اسی طرح این پی، وی پی کو سی کمانڈ کرتا ہے۔ اس طرح حاکمیت (Government) ایک باہمی سی کمانڈ کا معاملہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس پر سیاست دان کبھی راضی نہیں ہونگے۔ اب اس نئی تعریف کو درج ذیل حالت میں دیتے ہیں۔

حاکیت (government) (دہرائی ہوئی تعریف) الف، ب پر حاکمیت کرتا ہے اگر (iff)

(أ) الف گورنر ہے

(ب) الف سی کمانڈ کرتا ہے ب کو اور ب سی کمانڈ کرتا ہے الف کو۔

اس کو زیادہ واضح کرتے ہوئے، حاکیت (Government) کے لیے رکاوٹیں ہوتی ہیں۔ چاسکی نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ اس کو سادہ طور پر بیان کرتے ہوئے، کہ اگر ایک گرہ دو گرہوں کے درمیان ہے، تو یہ حاکیت (Government) کے لیے رکاوٹ ہے۔ اس کی مزید یوں کی جاسکتی ہے۔

اگر گرہ x کو مکمل طور پر پھیلایا جائے، اسے حد غایت خاکہ (Maximal Projection) کہتے ہیں۔ ایم کمانڈ کی اصطلاح اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب x حد غایت خاکہ پر ہو۔ اب حاکیت (Government) کی تعریف دوبارہ کی جاتی ہے۔

الف، ب کو سی کمانڈ کرتا ہے اگر اور صرف اگر iff الف، ب پر حاوی نہیں ہے، اور ہر x جو کہ الف پر حاوی ہے وہ ب پر بھی حاوی ہے۔

یہاں x پہلا شاخ بنانے والی گرہ نہیں ہے۔ (یہ سخت سی کمانڈ ہو گی)۔ لیکن اب x حد غایت خاکہ پر ہے۔ تب ہم کہتے ہیں کہ الف ایم کمانڈ دیتا ہے ب کو۔ اب ہم چاسکی کی حاکیت (Government) کی تعریف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

الف حاکیت کرتا ہے ب پر اگر الف ایم کمانڈ کرتا ہے ب کو اور الف اور ب کے درمیان کوئی رکاوٹ مداخلت نہیں کرتی۔ حد غایت خاکے حاکیت کے لیے رکاوٹیں ہیں۔

گورنر راس ہوتے ہیں [2]۔

اب بائنڈنگ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس کی بنیاد بھی چامسکی کے 80 کی دہائی کے کام پر ہے۔ یہ ایک سادہ خیال پر قائم ہے۔ ایک این پی کی طرف حوالے کو کس طرح لیا جاتا ہے؟ مثال کے طور پر، ہم درج ذیل قسم کے جملے کی کس طرح وضاحت کرتے ہیں:

My uncle hurt himself. (2)

بے شک منعکس اسم ضمیر، 'himself' کے ساتھ محدود یا انڈکس ہے، لیکن ہم اس کو کس طرح سمجھتے ہیں؟ یا بلکہ ہم کس طرح سوچتے ہیں کہ دماغ میں لازمی طور پر یہ خیال پروسس ہوا ہوگا؟

پہلا یہ کہ واضح طور پر دماغ اسم کی دو حالتوں 'my uncle' (این پی 1) اور 'himself' (این پی 2) کو لازمی طور پر انڈکس کر رہا ہوگا۔ اس حالت میں این پی 1 'himself' کا مرجع ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ باہمی طور پر انڈکس ہوئے ہیں اور انہیں ایک جیسا عدد دیا جا سکتا ہے تاکہ ہم جان سکیں کہ ان کا اشارہ ایک ہی شخص کی طرف ہے۔

My $uncle_1$ hurt $himself_1$. (2a)

دونوں اسمی تراکیب باہمی طور پر انڈکس ہوئی ہیں یا ایک دوسرے کے ساتھ محدود ہیں۔ اس منعکس کا مرجع بائنڈر ہے۔

بائنڈنگ کی دور کاوٹیں ہیں۔ مثال کے طور پر، درج ذیل جملے پر غور کریں۔

My uncle thinks that I have hurt himself. (3)

یہاں منعکس (himself) مقامی طور پر محدود نہیں ہے۔ مرجع (uncle) اس سے بہت دور ہے اور یہ ایک ہی فقرہ میں نہیں ہے۔ پس یہ منعکس کو باندھ نہیں سکتی۔ منعکس کو باندھنے کے لیے، مرجع کو لازمی طور پر ایک ہی فقرہ میں ہونا چاہیے۔ اسے ساتھی فقرہ حالت clause mate condition کہتے ہیں۔ اب اس کا بیان وضاحت سے کیا جاتا ہے۔

## منعکس تعبیر کی وضاحت (Principle of Reflexive Interpretation)

ایک منعکس لازمی طور پر ساتھی فقرہ مرجع (Clause-mate antecedent) سے محدود ہونا چاہیے۔ بائنڈنگ (Binding) کی پھر اس طرح تعریف کی جا سکتی ہے

الف ب کو باندھتا ہے اگر اور صرف اگر

(اُ)　الف ب کو سی کمانڈ دیتا ہے

(ب)　الف اور ب باہمی طور پر انڈکس ہوں۔

مرجع کی وجہ سے بائنڈنگ کو اے بائنڈنگ (A-Binding) کہتے ہیں۔

منعکس کے علاوہ ہمارے پاس معکوس بھی ہیں جو کہ اپنے مرجع کے پابند ہیں۔ درج ذیل فقرہ اس کی وضاحت کرتا ہے۔

(4)　My two uncles$_i$ like each other$_i$.

یہاں 'my two uncles'، 'each other' کا مرجع ہیں۔ منعکس اور معکوس دونوں کو ظاہر کرنے کے لیے anaphor کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ این پی تین قسم کے ہوتے ہیں:

(1)　آر-تاثرات؛ ان کا آزاد حوالہ ہوتا ہے۔ انہیں مرجع کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(2)　Anaphor

(3)　اسم ضمیر

اگر ہم کہیں:

(4)　Uncle likes her.

یہاں 'uncle' ایک آر-تاثر ہے۔ یہ آزاد ہے۔ اسی طرح اسم ضمیر 'her' آزاد ہے۔

ہم نے anaphor اور منعکس کی مثالیں پہلے ہی اوپر بیان کر دی ہیں۔

## بائنڈنگ تھیوری (Binding Theory)

اب بائنڈنگ تھیوری کا خلاصہ کرتے ہیں۔

پہلا اصول:　اینافر لازمی طور پر اپنے حاکم زمرہ (Category) میں محدود ہونا چاہیے۔

دوسرا اصول:　ایک اسم ضمیر لازمی طور پر اپنے حاکم زمرہ (Category) میں آزاد ہونا چاہیے۔

تیسرا اصول:　ایک آر-تاثر لازمی طور پر ہر جگہ آزاد ہونا چاہیے۔

لیکن حاکم زمرہ (Governing Category) کا فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ آیئے اب اس کی مزید تفصیل میں وضاحت کرتے ہیں۔

ہم نے پہلے کہا کہ ایک منعکسہ لازمی طور پر ساتھی فقرہ مرجع کے ذریعہ محدود ہونا چاہیے۔ لیکن فرض کیا کہ ایک جملہ ایسا ہے جیسا کہ:

My uncle believes himself to be the best. (5)

یہاں 'my uncle believes' ایک فقرہ ہے اور 'himself to be the best' دوسرا فقرہ ہے۔ پس، منعکسہ مرجع کا ساتھی فقرہ نہیں ہے۔ تاہم، یہ جملہ گرامر کے لحاظ سے درست ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا پہلے والا اصول غلط تھا۔

نیا اصول درج ذیل ہے:

ایک منعکسہ لازمی طور پر ایک فقرہ کے اندر محدود ہونا چاہیے جو ایک گورنر پر مشتمل ہوتا ہے۔

اس اصول کے مطابق، ایک منعکسہ کے لیے اسی فقرہ میں مرجع رکھنا ضروری نہیں ہے۔ اگر مرجع اور منعکسہ کا گورنر ایک ہی ہے تو منعکسہ اپنے مرجع کا پابند ہو گا۔

(7) My $\text{uncle}_i$ (NP) believes (VP) [$\text{himself}_i$ to be the best]

جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ فعل 'believes' منعکسہ 'himself' کی حالت کے نشان کا حامل ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ فعل 'believe' منعکسہ پر حاکم ہے اور اس طرح ہم اس کا حلقہ بڑھا سکتے ہیں۔ اس اضافہ کے ذریعہ، ہم 'my uncle' کو 'himself' کے ساتھ باندھتے ہیں۔

یہ نظریہ جس کا اوپر خاکہ بیان کیا گیا، ہمیں دماغ میں فقرے بننے کے عمل کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ نظریات ہیں اور یہ بدلتے رہتے ہیں کیونکہ ایسے ہی سائنس ترقی کرتی ہے۔

تاہم، درجہ بالا بیان بہت سادہ ہے۔ اگر آپ اس نظریہ کو تفصیل سے پڑھنا چاہیں تو اس سلسلے میں لیلین ہیگ مین کا بیان پڑھیں۔

# حوالہ جات

[1] L. Haegeman, *Introduction to government and binding theory*. Oxford University Press, 1991.

[2] N. Chomsky, *Barriers*, vol. 13. MIT press, 1986.

## یونیورسل گرامر (Universal Grammar)

چامسکی نے یونیورسل گرامر (Universal Grammar) کی تعریف یوں کی:

It is the system of principles, conditions and rules that are elements or properties of all human languages... the essence of human language.

اصولوں، حالتوں اور قوانین کا ایسا نظام جو کہ تمام انسانی زبانوں کی خصوصیات یا عناصر ہیں۔۔۔انسانی زبان کا خاصہ ہیں [1]۔

یہ تعریف نہایت سادہ ہے اور اسے مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ہم ایک خاص زبان انگریزی کے پچھلے ابواب میں چند اصول اور قوانین کا تجزیہ کر چکے ہیں۔ جس طرح انگریزی زبان میں اصول اور قوانین ہیں اسی طرح دوسری ہر زبان میں ہیں۔ ایک ماہر لسانیات کا کام یہ ہے کہ وہ تمام زبانوں میں ایسے قوانین یا اصول ڈھونڈے جو کہ یونیورسل ہوں۔ ان قوانین میں سبھی حصہ دار ہونگے اور ان کو یونیورسل گرامر (Universal Grammar) کہا جا سکتا ہے۔

### ساخت تابع کے اصول (The Principle of Structure-Dependency)

ساخت تابع (Structure Dependent) کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ ہم نے کہا تھا کہ یہ حقیقت ہے کہ تمام زبانوں میں ساخت اور حرکت یہ ثابت کرتی ہے کہ ہم ان کی ساخت کو سمجھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل فقروں کو دیکھیں۔

I gave sweets to him.

Who gave the sweets to him?

3۔ میں نے اس کو مٹھائی دی۔
4۔ کس نے اس کو مٹھائی دی۔

دونوں فقروں میں یعنی جو الفاظ جملے میں سوال لاتے ہیں مثلاً who اور کس وہ جملے کے شروع میں آتے ہیں۔ یہ ایک بے ترتیب عمل نہیں ہے۔ بلکہ یہ wh حرکت سے آتا ہے۔ جس کا انحصار ان زبانوں کی ساخت پر ہے۔ یہ حرکت دوسری زبانوں میں بھی وقوع پذیر ہوتی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسانی زبانوں کی یونیورسل خصوصیت ہے۔ اور تمام زبانیں ساخت کی تابع ہیں۔ اسی بنیاد پر ہم درج ذیل اصول دیتے ہیں۔

S——————————> NP + VP

ان اصولوں کو خالص اور تبدیل کیا گیا ہے جیسا کہ آپ نے پہلے X-Bar نظریہ کے بیان میں پڑھا۔ تاہم سادگی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم پرانے اصول استعمال کریں گے۔

اس اصول میں ہم زمرے متعین کرتے ہیں یعنی NP اور VP اور ہم ایک فقرے کی ساخت میں ان کا تعلق بیان کرتے ہیں۔ اگر ان میں ایسا تعلق نہ ہوتا تو ہم کسی اور طرح کا اصول دیتے۔ مثال کے طور پر "الفاظ کو حروف تہجی کی ترتیب سے لکھو" لیکن یہ ہمیں گرامری فقرے بنانے کی اجازت نہ دیتا۔ پس یہ سمجھنا ضروری ہے کہ صرف ساخت تابع ( Structure Dependent)ہی وہ نظریہ ہے جو ہمیں کسی زبان کے فعل کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

## راسی دائرہ کار (The Head Parameter)

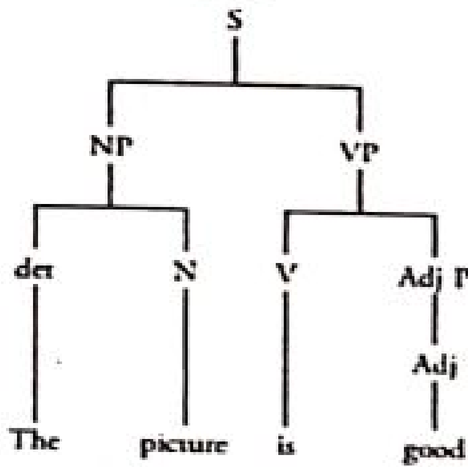
پیرامیٹر کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ ایسا متغیر ہے جسے قدروں کے سلسلہ میں سے کوئی بھی قدر دی جا سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایسی چیز جس کی قدر میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ ایسے عنوان یا پیمائش کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کے نیچے ایک جیسی چیزیں رکھی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک درزی کا دائرہ کار اس طرح کے عنوانات پر مشتمل ہوگا۔ ٹانگ کی لمبائی، بازو کی لمبائی، چوڑائی وغیرہ۔ یہ دائرہ کار ہر گاہک کے لیے علیحدہ ہونگے لیکن ان تمام کے پاس یہ مقداریں ہونگی۔

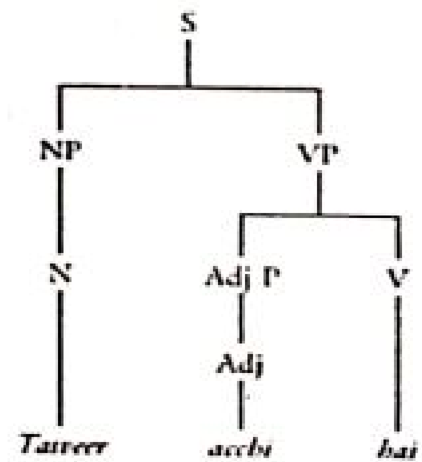
ہیڈ کا مطلب جیسے ہم نے پہلے دیکھا ایک عبارت کا راس ہے۔ مثلاً ایک NP میں جیسے A GIRL میں راس GIRL ہے۔ راسی دائرہ کار کی بات کرتے ہوئے ہماری توجہ کا مرکز مختلف زبانوں میں راس کی جگہ ہوتی ہے۔ مشترک یا یونیورسل حقیقت یہ ہے کہ تمام زبانوں میں راسی عبارت ہوتی ہیں۔ یعنی NP,VP, PP وغیرہ لیکن راس یا تو عبارت کے شروع میں ہوتا ہے یا

عبارت کے آخر میں پس راس دائرہ کار ہر زبان کے لحاظ سے ساخت میں بائیں راس سے دائیں راس کی طرف مختلف ہوتا ہے۔ اب اردو اور انگریزی میں راس کی جگہ کو دیکھتے ہیں۔

(5) The picture / NP — is good. / VP [English]

(6) *Tasveer* / NP — *acchi hai.* / VP [Urdu-Hindi]




پانچویں میں VP= IS GOOD اور V=IS ہے۔ یہ V راس پر آتا ہے۔ جو کہ بائیں طرف ہے اردو فقرے نمبر 6 میں "اچھی ہے" VP اور اس میں "ہے" V ہے۔ اس کا مطلب ہے راس دائیں طرف آتا ہے۔ اسی طرح کک کے مطابق جاپانی زبان میں راس VP کے آخر میں آتا ہے۔ یہ خصوصیت اردو پنجابی وغیرہ میں بھی مشترک پائی جاتی ہے۔ لیکن انگریزی میں ایسا نہیں ہے۔ پس ایک عبارت میں راس کے حوالہ سے یونیورسل گرامر (Universal Grammar) ہمیں دو ممکنات دیتے ہیں۔ راس کی جگہ فقرے میں پہلا یا آخری ہو سکتا ہے۔ زبانیں اپنے طور پر مخصوص اصول دیتی ہیں جب کے تحت اسے اس خاص زبان میں شروع یا آخر میں رکھا جانا چاہیے۔ بچے جو وہ زبان سیکھتے ہیں وہ خاص اصول سیکھتے ہیں [2] ۔

## تظلیلی اصول (The Projection Principle)

ہم اس بارے میں معنیات (Semantics) کے باب میں پڑھ چکے ہیں۔ آیئے اب اس بارے میں مزید تفصیل پڑھتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہر لفظ یا لغوی جز کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جو اس کا فیصلہ کرتی ہیں کہ آیا کہ کسی خاص فقرے کے نحو (Syntax) میں مخصوص کردار ادا کرنے کے لیے یہ مناسب ہے یا نہیں۔ پس ہم عمومی اصول دے سکتے ہیں کہ لغوی

اندراج (Lexical entries) کی خصوصیات ایک فقرے کی نحو (Syntax) پر منحصر ہوتی ہیں۔

اس کی مزید وضاحت کی غرض سے فعل put کی مثال لیتے ہیں جس کو ہم نے پہلے بھی استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے دیکھا کہ put کے بعد ہمیشہ ایک اسمی عبارت (Noun Phrase) اور حرف جر عبارت (Prepositional Phrase) آتا ہے۔

I put my car in the garage.

Put کے بعد اسمی عبارت (Noun Phrase) my car اور ایک حرف جر عبارت (Prepositional Phrase) in the garage آتا ہے۔ صرف یہ کہنا کہ

I put

I put the car

Or

I put in the garage

گرامر کے مطابق نہ ہوگا پس ہم put کی ذیلی زمرہ (sub-category) اس طرح بنا سکتے ہیں۔

PUT (= V) ⟶ NP PP {loc}

PUT ایک فعل ہے جس کے بعد لازمی طور پر ایک اسمی عبارت (Noun Phrase) اور علاقائی حرف جر عبارت (Prepositional Phrase) آنی چاہیے۔

اسی طرح LIKE ایک فعل ہے۔ جس کے بعد لازمی طور پر ایک اسمی عبارت (Noun Phrase) آنی چاہیے۔ کیونکہ ہم کسی شخص یا چیز کو ہی پسند کرتے ہیں۔

I like mangoes.

لیکن صرف

I like

کہنا غلط ہوگا پس ہم like کے ساتھ درج ذیل معلومات دے سکتے ہیں۔

Like (v) -----------> NP

لیکن اگر آپ کہو

I smile

I go

آپ ٹھیک ہونگے۔ smile اور go کو اپنے بعد NP کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کو فعل لازم (Intransitive Verbs) کہتے ہیں۔ اب فعل لازم (Intransitive Verbs) اور متعدی کی طرف مڑتے ہیں اور ان کے نحو (Syntax) پر پھیلنے کے طریقہ پر بات کرتے ہیں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ فعل کے پاس دلائل (arguments) ہوتے ہیں۔ دلیل کی اصطلاح لسانیات میں استعمال ہونے والی منطق سے آئی ہے لیکن اسے درج ذیل انداز سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اب فعل defeat کو لیتے ہیں۔

1. The Zombo defeats the Zombi.

اس میں 'defeats' کے دو دلائل ہیں۔ ایک اسم 'the Zombo' اور دوسرا اسم 'the zombi'۔ روایتی گرامر میں، آپ جملے کو فاعل اور پریڈیکیٹ دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پریڈیکیٹ دو اسموں کے درمیان تعلق کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ two place predicate یا دو دلیلی پریڈیکیٹ ہے۔

اب اگر ہم کہیں:

I shouted

تو 'shoulted' one-place predicate یا یک دلیلی پریڈیکیٹ ہے۔

روایتی گرامر میں، جیسا کہ آپ کو یاد ہوگا، 'defeats' فعل متعدی ہے اور 'shouted' فعل لازم (Intransitive Verbs) ہے۔ فعل متعدی کے بعد ایک اسم یا جزو جملہ ہوتا ہے۔ فعل لازم (Intransitive Verbs) تنہا بھی آسکتا ہے۔ ان کو اپنے بعد اسم یا جزو جملہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر

(17) * I am fond

(18) I am fond of horses.

اب فعل 'fond' کو ضرورت ہے کہ اس کے بعد کچھ موجود ہو۔

$_{PP}$ (of $_{NP}$ ((horses)))

ان دو کے علاوہ، روایتی گرامر دو متعدی فعل (ditransitive verbs) کی شناخت بھی کرتی ہے۔ ان کو ایک بلاواسطہ اور ایک بالواسطہ مفعول کی ضرورت ہوتی ہے۔ فعل 'give' مثال کے طور پر دو متعدی فعل ہے۔

I will give my pen to you.

اس مثال میں 'my pen' بلاواسطہ مفعول ہے اور 'to you' بالواسطہ مفعول ہے۔ ہم اس کو اس طرح ظاہر کر سکتے ہیں:

give (NP ((PP))).

ہم پی پی کی بجائے ایک اور این پی لے سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

I will give you my pen.

جس کو اس طرح لکھا جا سکتا ہے۔

give (NP ((det + NP)))

دلیل ساخت پر اس طرح غور ہماری تھیٹا تھیوری (Theta theory) کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اب فعل 'kill' کے دلائل کو زیر غور لاتے ہیں۔

The snake killed the mouse.

Kill کے دو دلائل ہیں the snake and the mouse۔ اس میں سانپ ایجنٹ ہے کیونکہ اس کے پاس ایجنسی یا عمل کی طاقت ہے۔ چوہا مرنے کے عمل سے گزرتا ہے اور اس عمل میں مریض ہے۔

المختصر، یہ جاننے کے لیے کہ کس طرح فعل اپنے دلائل سے جڑے ہوئے ہیں فعل کے معنی پر غور کرنا پڑتا ہے۔ یہ تعلقات موضوعی کردار (thematic roles) یا تھیٹا کردار (Theta roles) کہلاتے ہیں۔ یہ فعل کا معنی ہوتا ہے جو دلیل کو کچھ عطا کرتا ہے۔ اسے دلیل کی علامت کہا جاتا ہے۔ سادہ الفاظ میں، یہ علامت، یا تھیٹا مارکینگ (Theta marking) اس چیز کا تعین کرتی ہے کہ دلیل ایجنٹ، مریض یا کچھ اور ہو گی۔

- کچھ موضوعی کردار جن سے آپ کا سامنا ہو سکتا ہے یہ ہیں:

الف۔ ایجنٹ یا ایکٹر: یہ وہ ہے جو عمل کا آغاز کرتا ہے۔ جیسے اوپر کی مثال میں مارنے کا عمل۔

ب۔ پیشنٹ: یہ وہ ہے جو عمل سے گزرتا ہے یا اسے برداشت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جیسے ماؤس مارا گیا ہے۔

ج۔ تھیم: شخص، چیز، یا مظہر، کچھ ہونے کی حالت وغیرہ جو کہ ایکشن کی وجہ سے ہو۔
د۔ تجربہ کرنے والا: وہ جو کسی حالت کا تجربہ کرتا ہے نفسیاتی یا کوئی اور۔ اس کا اظہار پریڈیکیٹ سے ہوتا ہے
ح۔ احسان مند: فائدہ اٹھانے والی ذات جس کا اظہار پریڈیکیٹ سے ہوتا ہے۔
خ۔ مقصد: جس وجود کی طرف پریڈیکیٹ میں بیان کیے جانے والے عمل کا رخ ہوتا ہے۔
ف۔ ماخذ: اس وجود کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں سے کوئی چیز نکلی ہوتی ہے۔
ق۔ لوکیشن: یہ اس جگہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں پریڈیکیٹ کا بیان کیا ہوا عمل یا حالت ہوتی ہے

| The mouse | is in | the mouth of the cat |
|---|---|---|
| THEME | | LOCATION |

موضوعی کردار (Thematic Roles) فعل کے معنی کے ذریعہ سونپے جاتے ہیں۔ المختصر، لفظ میں دی گئی معلومات جملہ کی بناوٹ کے طریقہ سے ظاہر کی جاتی ہے۔ اسے پروجیکشن پرنسپل (Projection Principle) کہتے ہیں۔ جس کو اس طرح ظاہر بیان کیا جاتا ہے:

لغوی معلومات نحوی (Syntactic) طور پر پیش کی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ ہر دلیل کے ساتھ صرف اور صرف ایک تھیٹا کردار سونپا جاتا ہے۔

پس یہ الفاظ خود تعین کرتے ہیں کہ انہیں نحو (Syntax) میں کس جگہ رکھا جا سکتا ہے۔ پس جب ہم لغت سے جملہ بنانے کے لیے نحو (Syntax) میں الفاظ لگاتے ہیں تو وہ اپنی معنوی خصوصیات کی بناء پر جملے میں فٹ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ لغوی اجزاء اپنی خصوصیات نحو (Syntax) پر لاگو کرتے ہیں۔

## یونیورسلز کی اقسام (Types of Universals)

اب تک ہم نے صرف تین یونیورسل اصول دیئے ہیں۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر ایک اصول ساری زبانوں میں نہیں پایا جاتا تو کیا اسے یونیورسل اصول کہا جا سکتا ہے؟ مثال کے طور پر حرکت جس کی اردو اور انگریزی میں مثالیں دی گئی تمام زبانوں میں ایک ہی حالت میں موجود نہیں ہے۔ جاپانی زبان میں سوالیہ الفاظ مثلاً کیا، کیسے، کب وغیرہ انگریزی کی طرح فقرے کے شروع میں حرکت نہیں کرتے۔ تاہم کسی اور قسم کی حرکت وقوع پذیر ہوتی ہے۔ جہاں تک

اس نحوی (Syntactic) حرکت کا تعلق ہے ہم اسے دائرہ کار (Parameter) کہتے ہیں جو کہ ہر زبان کے لحاظ سے مختلف ہے۔ یہ اب بھی یونیورسل ہے۔ اگرچہ تمام زبانوں کے پاس یہ نہیں ہے چونکہ یہ یونیورسل ہیں اس لیے کوئی بھی انسانی زبان ساخت تابع (Structure dependency) سے مبرا ہو کر حرکت نہیں کر سکتی اگر حرکت وقوع پذیر ہوتی ہے تو یہ ساخت تابع ہوگی ورنہ یہ وقوع پذیر نہیں ہوگی۔

اس کا مطلب ہے کہ ہم زبانوں کی یونیورسل گرامر (Universal Grammar) کے قوانین میں شرکت کی بناء پر گروہ بندی کر سکتے ہیں۔ یہ التزامی (implication) شماریاتی یا گرین برگین یونیورسلز (Greenbergian Universals) کہلاتے ہیں۔ کک فقرے میں موصولی جز فقرہ کی موجودگی کی مثال دیتا ہے [2]۔ موصولی جز فقرہ وہ ہوتا ہے جس کا آغاز "کہ" یا "جو" سے ہوتا ہے۔ کئی ایک زبانوں سے اکٹھا کیا گیا ڈیٹا ظاہر کرتا ہے کہ ایک ترتیب کے تحت زبانیں موصولی فقرہ لیتے ہیں۔ ان کے پاس فاعلی جزو فقرہ ہو سکتا ہے کہنے کا مطلب ہے جزو فقرہ کا فاعل اسم سے تعلق رکھتا ہے۔

Nelson Mandela is the man who remained in jail.

موصولی جزو فقرہ remained in jail اور اس کا فاعل the man اسم Nelson Mandela سے متعلق ہیں تمام زبانیں اس طرح کی موصولی جزو فقرہ (Relative Clause) کی اجازت دیتی ہیں۔ بعض زبانیں اس طرح کی جزو موصولی جزو فقرہ کی اجازت بھی دیتی ہیں جس میں مفعول اسم سے متعلق ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے زبانوں کو موصولی جزو فقرہ استعمال کرنے کے لحاظ سے نزولی ترتیب (descending scale) میں رکھا جا سکتا ہے۔

| | |
|---|---|
| Subject relative clause | all languages |
| Object relative clause | most languages |
| Indirect object relative clause | many languages Object of |
| Prepositional relative clause | some languages |
| Genitive relative clause | few languages |
| Object of Compound relative clause | very few languages |

یہ ایک ایسا درجہ بندی نمونہ (Hierarchical model) ظاہر کرتا ہے جس میں تمام زبانوں کو ایک متغیر بنیاد پر ترتیب دیا جاتا ہے۔۔۔اس لحاظ سے کہ وہ کس قسم کی موصولی جز فقرہ لیتے ہیں۔ اسے رسائی پذیر درجہ بندی (accessibility hierarchy) کہتے ہیں۔نوٹ کریں کہ اس کو درج ذیل انداز میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

Subject > Object > Indirect Object> Object of preposition genitive> Object of compound

(یہاں > سے مراد ہے "بڑا ہے")

اس کا مطلب ہے تمام زبانیں فاعلی جزو فقرہ کی اجازت دیتی ہیں۔ کچھ مفعولی جزو فقرہ (Object Relative clause) کی اجازت دیتی ہیں وغیرہ وغیرہ

لسانی صلاحیت (The Language Faculty)

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں زبان ساخت تابع (Structure Dependent) ہے لیکن ذہن کے کچھ حصے ساخت تابع (Structure Dependent) نہیں ہیں۔ پس ہم مختلف علوم مثلاً شاعری اور ریاضی کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔ بچے چلنا سیکھتے ہیں۔ یہ سرگرمیاں زبان سیکھنے سے مختلف ہیں۔ ریاضی میں استعمال ہونے والی منطق (Logic) زبان کے اصولوں سے مختلف ہے۔ پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسانی دماغ زبان سیکھنے کی صلاحیت (Competence) رکھتا ہے۔ اور یہ خاص صلاحیت (Competence) ہے اور یہ صرف عمومی ذہانت (Normal Intelligence) کا حصہ نہیں ہے۔ چامسکی اس صلاحیت (Competence) کو آلہ اکتساب زبان (language acquisition device) کہتا ہے آیئے اب دیکھتے ہیں کہ یونیورسل گرامر سے LAD پر کیا روشنی پڑتی ہے۔

جب ہم ایک زبان سیکھتے ہیں تو ہم LAD کا استعمال کرتے ہیں جو کہ چامسکی اور اس کے دوسرے ساتھیوں کے بقول یونیورسل گرامر (Universal Grammar) کا اصول استعمال کرتی ہے۔ لیکن یہ عمومی اصول ہیں اور ہر زبان کے اپنے خاص قوانین ہوتے ہیں۔ اصول وہ راستہ ہے جن پر ہم دائرہ کار کی قدروں کے حوالے سے چناؤ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے پاس یونیورسل گرامر کا اصول ہے کہ فعلی عبارت (VERB PHRASE) کے راس پر فعل ہوتا

ہے۔ پھر ہمارے پاس صلاحیت (Competence) انتخاب ہے کہ فعل فعلی عبارت (VERB PHRASE) کے دائیں طرف بھی ہو سکتا ہے اور بائیں طرف بھی۔ اردو کے اصول انتخاب کریں گے کہ فعلی عبارت (VERB PHRASE) کا راس بائیں طرف ہوگا جبکہ انگریزی کے مطابق یہ دائیں طرف ہوگا۔ پس جب بچے ایک زبان سیکھتے ہیں تو وہ UG کے اصولوں کو استعمال کرتے ہیں جو کہ آلہ اکتساب زبان (language acquisition device) کے اندر ان کے ذہنوں میں موجود ہیں۔

پھر یونیورسل دائرہ کار کی اپنی زبان کے مطابق قدریں متعین کرتے ہیں اس طرح وہ اپنی زبان کے اصول سیکھتے ہیں۔

اگر اس باب میں دی گئی تفصیلات آپ کو مشکل محسوس ہوں تو صرف UG کا عمومی اصول یاد رکھیں وہ یہ ہے کہ پیدائش کے وقت سے ہمارے دماغ انسانی زبانوں کو پروسیس کرنے والے بنیادی اصولوں کے حامل ہوتے ہیں۔ جب ہم ایک خاص زبان سنتے ہیں تو ہم اپنے ذہن کے سوئچ کو اس زبان کے اصولوں کے مطابق سیٹ کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ بنیادی اصول پہلے ہی ذہن میں موجود ہوتے ہیں۔ زبان کا سیکھنا انسان کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔

# حوالہ جات

[1] N. Chomsky, "Constraints on rules of grammar," 1976.

[2] V. J. Cook and M. Newson, "Chomsky'universal grammar." Oxford: Blackwell Publishers, 1996.

# بشریاتی لسانیات

زبان کے ذریعہ ثقافت کا مطالعہ بشریاتی لسانیات (Anthropological Linguistics) کہلاتا ہے۔ زبان و ثقافت اور ورلڈ ویو (worldview) و زبان کا تعلق جیسے موضوعات ماہرین بشریاتی لسانیات (Anthropological Linguistics) کی توجہ کا مرکز ہیں۔

امریکہ کے مقامی قبائل (جنہیں پہلے ریڈ انڈین کہا جاتا تھا) کا مطالعہ کرنے والا مشہور امریکی ماہر بشریات فرانز باس نے ایک آرٹیکل لکھا جس میں اس نے خیال ظاہر کیا کہ ماہرین بشریات کے لیے زیر مطالعہ لوگوں کی زبان کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے۔ اس کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی ترجمان پر انحصار کرتا ہے تو وہ تعصبانہ نظریہ کو درست کرنے کے قابل نہ ہوگا یا وہ کسی خاص رائے کو درست کرنے کے قابل نہ ہوگا جو اس نے ان لوگوں سے حاصل کی ہے جن کی زبان کی وہ وضاحت کر رہا ہے[1]۔ ایک دوسری نہایت اہم وجہ یہ ہے کہ زبان خیالات کا اظہار کرتی ہے۔

"یہ دعویٰ کیا جاتا رہا ہے کہ کسی آدمی کی سوچ کی جامعیت اور شفافیت کا بڑی حد تک انحصار ان کی زبان پر ہوتا ہے۔" باس نے سوچا کہ یورپی زبانوں میں مجرد خیالات کے لیے زیادہ تر اصطلاحات پائی جاتی ہیں تاکہ وہ مجرد فلسفیانہ خیالات کو قدیم زبانوں کی نسبت زیادہ آسانی سے بیان کر سکیں۔ آج کل ماہرین لسانیات ان آراء سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ سوچ ایک نہایت پیچیدہ عمل ہے جس کی ایک عمل کنندہ سے وضاحت نہیں کی جا سکتی۔ کسی بھی طرح لسانیات نسلیات (اقوام عالم کا تقابلی جائزہ) کا حصہ بن گئی۔ لوگوں کی ثقافت، ورلڈ ویو اور رویوں کا مطالعہ (سماجی اور تہذیبی بشریات) کیا جاتا ہے۔

بواس کے پرزور توجہ دلانے سے پہلے بھی زبان، ثقافت کے مطالعہ کا حصہ تھی۔ سر ایڈورڈ ٹیلر، برطانوی ماہر بشریات نے اپنی کتابوں قدیم ثقافت (Primitive Culture

(1871 اور بشریات (Anthropology 1881) میں اس کو اہمیت دی۔ آر جی لیتھم، ایک اور انگریز، پہلے ہی زبان کی اہمیت پر لکھ چکا تھا۔ بعد میں مشہور برطانوی ماہر بشریات مالینووسکی نے "قدیم زبانوں میں مطالب" (Meaning in primitive language 1923) اور کورل گارڈن اور اس کا جادو حصہ 2 :Coral Gardens and Their Magic PART 2) 1935) لکھی۔ ان دونوں کتابوں میں وہ تہذیب یافتہ اور قدیم زبانوں کے درمیان اختلافات پر غور کیا۔ (تفصیلات کے لیے اگڈن اور رچرڈ کی کتاب معنی کے معنی پر اس کا ضمیمہ) جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سوسئیر نے عمرانیات اور بشریات دونوں میں سوچ کو متاثر کیا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ سوسئیر نے لسان (langue) کا نظام جو کہ مجرد چیز ہے اور کلام (حقیقی تلفظ اور نظام زبان کے استعمال کی مثالیں) کے درمیان فرق واضح کیا۔ ہم بعد میں مطالعہ کریں گے کہ کس طرح کلاڈ لیوی سٹراس نے سوسئیر کے نظریات کو استعمال کیا۔

امریکہ میں امریکی ریڈ انڈین زبانوں کو سمجھنے پر بہت زیادہ کام ہوا جو کہ نہ صرف زبانوں کو سمجھنے کے لیے تھا بلکہ اس کا مقصد زبان کے ذریعہ قدیم قبائل کے کلچر و ثقافت کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بھی تھا۔ فرانز باس اس شعبہ کا مخترع تھا۔ اس نے امریکی انڈین زبانوں کی ہینڈ بک (1911) ایڈیٹ کی اور کولمبیا یونیورسٹی میں کورسز کا آغاز کیا۔ ایک دوسرا ماہر لسانیات، ایڈورڈ ساپر باس کا شاگرد تھا۔ دوسرے معروف ماہرین لسانیات جیسے ایلفرڈ کروبر اور بلوم فیلڈ اس سے متاثر تھے۔

ایڈورڈ ساپر نے زبانوں کا موازنہ کیا اور سوچ پر زبان کے اثر کے حوالے سے نظریات اس کا مشہور کارنامے ہیں۔ (THE SAPIR-WHORF HYPOTHESIS) بنجامن لی وورف اس نظریہ میں معاون تھا۔ اس وقت بشریاتی لسانیات ( Anthropological Linguistics) بھی امریکہ میں فروغ پا رہی تھی۔ اگرچہ چامسکی روایت پسند زیادہ مشہور ہے۔

ہم نے دیکھا کس طرح ساختیات نے لسانیات پر غلبہ کیا۔ ماہرین ساختیات نے نظام پر زور دیا جو کہ ایک مجرد وجود ہے لیکن چند ماہرین بشریاتی و سماجی لسانیات نے اس اثر کو قبول نہ کیا۔ ہیمز (HYMES) کے لیے یہ کلام تھی جو کہ اہمیت کی حامل تھی۔ (1964 :63)

میلی نووسکی نے زبان کو محض انعکاس کے آلہ کے بجائے اسلوب عمل مانا [2]۔ ایسا طرز عمل تفاعلی (Functional) کہلاتا ہے۔ ایک ادارے کا کام وہ ادا کرتا ہے۔ زبان سماجی یکجہتی کو برقرار رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ بے معنی گفتگو اور گپ شپ بھی ابلاغ کے راستے کھلے رکھتی ہے۔

اسے رسمی رابطہ (Phatic Communion) بھی کہتے ہیں۔ اس کا مقصد لوگوں کو آپس میں جوڑنا ہوتا ہے۔

معاشرے کو لوگوں اور گروہوں کے درمیان باہمی تعامل کے نقطہ نظر سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ باہمی تعاملیت ہے (Interactionism) تلفظ کا نسلی جغرافیہ اس روایت میں شامل ہے۔ تلفظ کا نسلی جغرافیہ اور معاشرے میں لوگوں کا استعمال زبان اس روایت میں شامل ہے۔

## ماہرین بشریاتی لسانیات کے مقاصد

## (The Aims of Anthropological Linguistics)

ماہر بشریات ڈیل ہیمز (DELL HYMES) نے لسانیات کے درج ذیل مقاصد بیان کیے ہیں۔

1۔ زبانوں کے درمیان مشترک اور مختلف خصوصیات کو ظاہر کرنا
2۔ لوگوں کے بنیادی نقطہ نظر کے لیے لسانیاتی نمونوں کی اہمیت
3۔ لوگوں کی فرہنگ / ذخیرہ الفاظ اور دوسری دلچسپیوں کے درمیان تعلق
4۔ لوگوں کے درمیان بات چیت کس طرح باہمی تعامل کے معیار میں شامل ہو جاتی ہے۔
5۔ کس طرح کھیل اور آرٹ کے مقاصد کا لسانیاتی طور پر اظہار کیا جاتا ہے۔
6۔ تلفظ کے مختلف درجے یا اقسام اور سماج (Community) کی اقسام اور حدود کے درمیان تعلق
7۔ کس طرح سماجی عوامل لسانیاتی تبدل میں داخل ہوتے ہیں۔
8۔ مختلف زبانوں کے درمیان مماثلتیں جانچنے اور ان کی گروہ بندی کے طریقے معلوم کرنا خاص کر ان تاریخی اہمیت کے لحاظ سے [1]

اس طرح ماہرین لسانیات کی توجہ نقطہ نظر کائنات پر مرکوز ہوئی۔ کہ کس طرح ایک فرد سماجی تناظر میں زبان کو استعمال کرتا ہے۔ جسے بولنے کا نسلی جغرافیہ (Ethnography) کہتے ہیں

## لیوی سٹراس کا لسانیاتی تصورات کا استعمال (Levi Strauss's Use of Linguistic Concepts)

آیئے دیکھتے ہیں کس طرح لیوی سٹراس نے لسانیات کے نظریات کو ثقافت کے مطالعہ کے لیے استعمال کیا۔

لیوی سٹراس کے تحقیقی مقالوں میں سے ایک جس کا نام "بشریات اور لسانیات میں ساختیاتی تجزیہ" (Structural Analysis in Linguistics and in Anthropology)) ہمیں اس کے طریقہ کار کے بارے میں آگاہی دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ علم الاصوات (Phonology) کے نظریات کو ہم سماجی نظام کے مطالعہ میں استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً رشتہ داری، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، علم الاصوات (Phonology) میں اصطلاحات کے درمیان تعلق بہت اہم ہے۔ مسموع (Voiced) اور غیر مسموع (Unvoiced) خصوصیات ثنائی تخالف (Binary Opposition) میں ہیں۔ وہ کئی ایک تلفظوں میں امتیاز کرتے ہیں۔ اسی طرح دو عناصر تکمیلی تقسیم میں ہو سکتے ہیں۔ یعنی وہ ایک ہی چیز ہیں مگر مختلف حالتیں لیتے ہیں۔ پس ذیلی صوتیہ (Phoneme) ایک ہی چیز ہیں /پ/ کے دو ذیلی صوتیے /پ/ اور /پھ/ ہیں۔ درمیان یا آخر میں ہم /پ/ جبکہ شروع میں /پھ/ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان کا مطلب تبدیل نہیں ہوتا۔

یہ نظریات مثلاً ثنائی تخالف (Binary Opposition) اور تکمیلی تقسیم سماجی نظاموں مثلاً رشتہ داری وغیرہ کو بیان کرنے کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے۔ مختلف طریقوں میں سے ایک جن میں یہ کیا جاتا ہے، جزیائی تجزیہ (Componential Analysis) ہے۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ یہاں صرف لیوی سٹراس کے انکل (ماموں، چاچو وغیرہ) اور نیفیو (بھتیجا، بھانجا وغیرہ) / نیس (بھتیجی، بھانجی وغیرہ) کے رشتے (Avunculate) کا مطالعہ کیا جائے گا۔

لیوی سٹراس کی اصطلاح (Avunculate) سے بھتیجا/ بھتیجی اور انکل کے تعلق کا تصور مراد ہے۔ ایک انکل باپ یا ماں کا بھائی ہوتا ہے۔ سماجی نظام کے مطابق انکل اور اس کے بھتیجا / بھتیجی کے درمیان تعلق شدید رسمی یا دوستانہ محبت والا ہو سکتا ہے۔ لیوس سٹراس مزاج کو

نظر انداز کرتے ہوئے سماجی نظام کے تحت وقوع پذیر ہونے والے انکل کے رویے میں دلچسپی رکھتا
ہے۔

اس کو سمجھنے کے لیے ہم دولہا اور اس کی سالیوں کے درمیان تعلق کی نوعیت کی مثال
لے سکتے ہیں۔ دولہا اپنی سالیوں سے مذاق کر سکتا ہے اور اسی طرح سالیاں اپنے بہنوئی سے مذاق
کر سکتی ہیں۔ تاہم یہ امید کی جاتی ہے کہ داماد کا اپنے سسر اور ساس کے ساتھ رویہ نہایت رسمی
ہوگا۔ بہنوئی اور سالیوں کے درمیان مذاق کی معاشرے کی طرف سے اجازت ہے اور بعض
حالتوں میں اس کے لیے ایک دن بھی متعین کیا جاتا ہے۔

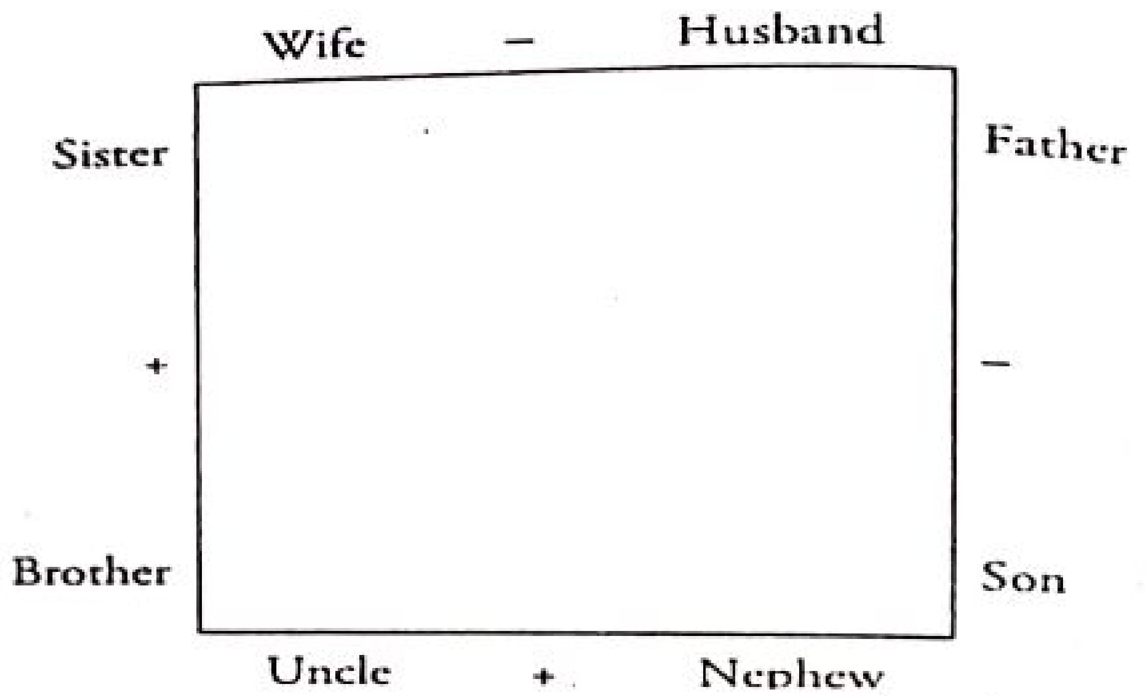
اس طرح کے نظام کا کئی ایک ماہرین بشریات بشمول ریڈ کلف، براؤن اور میلی نووسکی
نے مطالعہ کیا۔ یہی وہ موضوع ہے جس کا لیوی سٹراس نے علم الاصوات (Phonology) سے
نظریات ادھار لے کر مطالعہ کیا۔

اگر ماموں اور بھانجوں کے درمیان تعلق ڈر کی بنیاد پر ہو اور ماموں اپنے اختیارات کا بھر
پور استعمال کریں تو ماموں بھانجوں کے تعلقات سنجیدہ اور سخت ہونگے جب یہ ہوتا ہے تو بچوں کا
والد کے خاندان کی طرف رجحان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر چچا اور بھتیجوں میں تعلق سخت ہو تو
بچے ماموں خاندان کی طرف زیادہ رجحان رکھتے ہیں۔

مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر رشتے کے جوڑا میں سے ایک معلوم ہو تو اس سے
دوسرا معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لیوی سٹراس کے مطابق " انداز فکر کے دو گروہ، جیسا کہ ماہرین علم
الاصوات (Phonology) کہتے ہیں۔ اور تخالف کا جوڑا بناتے ہیں۔" پس ( + / - ) اس تعلق کو
ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیے جا سکتے ہیں [3] -

لیکن یہی سب کچھ نہیں ہے۔ ان تعلقات کو میاں بیوی اور بھائی بہنوں کے رشتوں کے
تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں بھی ثنائی تخالف (Binary Opposition) پایا جاتا ہے۔
معاشرے میں میاں بیوی کا اپنے جذبات اور تعلق کا کھلے بندوں اظہار، بہن بھائی کے درمیان سخت
تعلقات پر اصرار کرتا ہے۔ اس کا برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ معاشرے جن میں بہن بھائی کے
درمیان خوشگوار ہوں ان میں میاں بیوی کے درمیان تعلق رسمی اور سخت ہوتا ہے۔

اب اگر چچا / بھتیجا اور بہن / بھائی تعلق نرم ہوگا یعنی مثبت ہوگا (+) اس وقت
باپ / بیٹے اور میاں / بیوی کے درمیان رسمی اور سخت یعنی (-) منفی ہوگا۔ پاکستان کے کئی علاقوں
میں یہ صورت حال پائی جاتی ہے۔ اس کو درج ذیل چارٹ سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔




قانون ہے کہ:

"ماموں اور بھانجے درمیان رشتہ کا تعلق بہن اور بھائی رشتے سے ایسے ہے جیسے کہ باپ اور بیٹے کے رشتے کا تعلق میاں اور بیوی کے رشتے سے ہے۔

پس اگر

MU + N--------------+

B + SIS -------------- +

F + S ---------------- –

H + W ---------------- –

| | | | |
|---|---|---|---|
| MU: ماموں | N: بھتیجا/بھانجا | B: بھائی | SIS: بہن |
| F: باپ | H : خاوند/ میاں | S: بیٹا | W: بیوی |

## جزیاتی تجزیہ

رشتہ داری نظام کو عمومی طور پر لسانیاتی نظمریات کے اطلاق سے سمجھا جاسکتا ہے۔ایک رشتہ داری نظام اصل میں ایک مخصوص تعلق ہوتا ہے یہ تعلق شادی، نسبت یا بھائی/کزن ذاد کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ معنی کا تقابلی جائزہ لینے کے لیے ثنائی تخالف(Binary Opposition)کا استعمال جزیاتی تجزیہ کی بنیاد ہے۔

معنیات (Semantics) کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کس طرح یہ ثقافت کے پہلوؤں کو سمجھنے میں ہماری مدد گار ہو سکتی ہے۔ گڈ اینف اور لانسبری نے تجزیاتی مطالعہ استعمال کرتے ہوئے رشتہ داری نظام کا مطالعہ کیا۔[5] ,[4]

اس سے پہلے کہ ہم تجزیاتی مطالعہ کی بات کریں۔ آیئے پہلے فرہنگ اور ماورائی زبان کو سمجھیں جو کہ اس میں استعمال ہوتی ہے۔ اب کچھ بنیادی اصطلاحات دی جارہی ہیں۔

1۔ معین کنندہ (Designata) : معین کنندہ وہ ہے جو ایک لسانیاتی تاثر یعنی تصاویر یا خیالات کے ایک مجموعہ کا مقام معین کرتا ہے۔

2۔ مراد کنندہ (Signata) : مراد کنندہ اس معین کردہ مجموعہ کی ضروری یا مخصوص خصوصیات کا نام ہے۔ یہ اس مجموعہ کی بنیادی تشکیلی خصوصیات ہیں جو دوسری چیزیں جن میں یہ خصوصیات نہیں پائی جاتی۔ اس مجموعہ سے خارج ہیں یہی لسانیاتی اصطلاح کی دلالت ہے۔

3۔ دال کنندہ (Denotat): دال کنندہ سے مراد وہ چیزیں جن کی طرف ہم انتساب کرتے ہیں۔ تعبیر کنندہ سے مراد لسانیاتی تاثر کے ساتھ منسلک اور جڑے دوسرے معنی کو منسلک یا جڑے ہوئے ہیں۔ لیکن جزیاتی منسلک تجزیہ کا اس سے تعلق نہیں ہے۔

آیئے ایک لسانیاتی تاثر لیتے ہیں مثلاً لفظ "کتا" یہ خیالی تصویروں کی ایک جماعت ہمارے ذہن میں پیدا کرتا ہے۔ اس جماعت کی خصوصیات مثلاً وہ کینین فیملی (canine family) تعلق رکھتے ہیں۔ وہ گھریلو جانور ہیں وہ بھونکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بلی اور بھیڑیے وغیرہ سے قطعاً مختلف ہیں۔ یہ کتے کی مراد کنندہ ہیں۔ پس مراد کنندہ کتے کی ضرورت خصوصیت ہیں۔ پس جب ہم لفظ کتا کا استعمال کرتے ہیں تو یہ ایسے جانور کی طرف اشارہ کرتا ہے جو مراد کنندہ میں بیان کی گئی خصوصیات کا حامل ہے۔ پس کتا سے مراد وہ تمام جو کینین فیملی سے تعلق رکھتے ہیں، بھونکتے ہیں اور گھروں میں پالے جاتے ہیں۔

کتا کی اصطلاح وفاداری اور نہایت کم دغاباز فطرت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کو منسلک معنیوں کی وجہ سے انسانوں کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ اس کا تعبیر کنندہ ہے۔

آیئے اب انکل (uncle) کے دال کنندہ کو شمار کریں۔ اگر ہم ان تمام افراد کو لیں جن کو انکل کہا جاتا ہے تو وہ درج ذیل افراد ہونگے

ماں کا بھائی mother's brother

باپ کا بھائی — Father's brother
ماں کی بہن کا شوہر — Mother's sister's husband
باپ کی بہن کا شوہر — Father's sister's husband

اب ان سے ضروری امتیازی خصوصیات کی تخریج کرتے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| Uncle | + male | |
| | + senior | [i.e. of a senior generation] |
| | + 2 | [i.e. 2 degrees of genealogical distance from ego] |
| | – lineal | [i.e. one has not descended from him] |
| | – marriage tie | [i.e. ego is not connected by marriage ties, but ego's parents may be] |

آپ دیکھ سکتے ہیں اگر ان میں سے کوئی اصطلاح بدل دی جائے تو جو حاصل ہو گا وہ انکل نہیں کہلا سکتا۔ لفظ یا الفاظ جو کہ انکل کے لیے استعمال ہوتے ہیں غائب ہو سکتے ہیں یا ان سے مراد مختلف چیزیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن ہم یہ جان سکتے ہیں کہ ایک اصطلاح کا حقیقت میں اشارہ کس طرف ہے۔

مزید آگے بڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان مخففات کی وضاحت کر دی جائے جو ہم اس تجزیہ میں استعمال کریں گے۔ اس کے لیے درج ذیل بڑے حروف استعمال کریں گے:

F = father, M = mother, B = brother, S = sister, H = husband, W = Wife

جبکہ چھوٹے حروف درج ذیل پر دلالت کریں گے۔

s: son, d: daughter

اب دیکھتے ہیں کہ یہ علامات کس طرح جزیاتی تجزیہ میں استعمال ہوئی ہیں۔

ماہر بشریات گڈانف نے امریکی انڈین معاشرے (Iroquous) کے بارے میں لکھا کہ ان میں جنس اس بات کا تعین کرتی تھی کہ بھائی کی بیٹی، بھتیجی کہلائے گی یا بیٹی۔ یہ ہندیورپی زبانوں سے قطعاً مختلف ہے لیکن یہ حقیقت کی گروہ بندی کا طریقہ ہے جو کہ جزیاتی تجزیہ کے حوالے سے واضح ہو جاتا ہے۔ فارمولے یہ ہیں:

(1) مقدم نسل کے رشتہ دار کے لیے۔

کیا انا کے رابطہ جد اور بدل کے درمیان جنسی مساوات پائی جاتی ہے؟

(2) جو نئیر رشتہ دار کے لیے

کیا بدل اور انا کے رابطہ جد کے درمیان جنسی مساوات (Sex Equivalence) ہے؟

(3) ایک ہی نسل کا ایک جیسا رشتہ دار

کیا بدل کے رابطہ جد اور انا کے رابطہ جد کے درمیان جنسی مساوات پائی جاتی ہے؟

(1) For senior generation kin:
Is there a sex equivalence between ego's linking parent and alter?

(2) For junior kin:
Is there a sex equivalence between ego and alter's linking parent?

(3) Same kin of the same generation:
Is there a sex equivalence between ego's linking parent and alter's linking parent?

ان فارمولوں میں موجود اہم اصطلاحات کی وضاحت ذیل میں کی جارہی ہے۔

جنسی مساوات(Sex Equivalence): جن کی جنس ایک ہو مثلاً بھتیجے اور چچے کی جنس ایک ہوتی ہے۔

انا(Ego): وہ آدمی جس سے ایک تعلق کا آغاز دیکھا جاتا ہے۔

بدل(Alter): وہ آدمی رشتہ داری میں جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

رابطہ جد(Linking Parent): وہ جد جو رابطہ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر چچا یعنی باپ کا بھائی، باپ کے بھائی کا بیٹا وغیرہ ان میں رابطہ باپ ہے۔

آیئے اب مقدم نسل(Senior Generation) کی بات کرتے ہیں۔ سوال ہے کہ کیا باپ کا لفظ ایک سے زیادہ مردوں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب کا تعین درج ذیل سوال کے جواب سے کیا جا سکتا ہے۔

کیا بدل اور انا کے رابطہ جد کے درمیان جنسی مساوات(Sex Equivalence) ہے؟

آیئے اب ایک لڑکے کو انا کے طور پر لیتے ہیں۔ تعلق کی ابتداء اس سے تلاش کی جائے گی۔ چلیں اس کا باپ اس کا بدل ہے رابطہ جد بھی اس کا باپ ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں۔ رابطہ

جد اور باپ ایک ہی فرد ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ رابطہ جد اور بدل کے درمیان جنسی مساوات ہے۔ پس لڑکا اپنے اصل باپ کو باپ ہی کہے گا۔

ایک لڑکی اپنے باپ کو باپ کہے گی کیونکہ اس حالت میں بھی رابطہ جد اور بدل ایک ہی فرد ہے۔ آیئے اب دیکھتے ہیں دوسرے کتنے رشتہ دار رابطہ جد سے منسلک ہیں۔

| | |
|---|---|
| F B | Father's brother |
| F Mss | Father's mother's son's son |
| F F Bs | Father's father's brother's son |
| F M Bs | Father's mother's brother's son |
| F Fss | Father's father's son's son |
| F F F Bss | Father's father's father's brother's son's son etc. |

| | | |
|---|---|---|
| FB | Father's brother | باپ کا بھائی |
| F M ss | Father's mother's son's son | دادی کے بیٹے کا بیٹا |
| F F Bs | Father's father's brother's son | دادا کے بھائی کا بیٹا |
| F M Bs | Father's mother's brother's son | دادی کے بھائی کا بیٹا |
| F Fss | Father's father's son's son | دادا کے بیٹے کا بیٹا |
| F F F Bss | Father's father's father's brother's son's son etc | دادا کے باپ کے بھائی کے بیٹے کا بیٹا |

یہ تمام مرد ایک مذکر رابطہ جد کے ذریعہ انا یعنی لڑکے سے منسلک ہیں۔ اب چونکہ رابطہ جد اور بدل کے درمیان جنسی مساوات ہے یہ سب مرد باپ کہلائیں گے۔ اب انہی کا اطلاق جونیئر رشتہ دار پر کرتے ہیں سوال یہ ہے کہ کون بیٹا، بیٹی، بھتیجا، یا بھتیجی کہلائے گی۔ پوچھا جانے والا سوال یہ ہے کہ کہ انا اور بدل کے رابطہ جد کے درمیان جنسی مساوات ہے یا غیر مساوات۔

اب فرض کیا انا ایک آدمی ہے۔ لڑکا بدل ایک جونیئر نسل کا ہے۔ یہ آدمی اپنے بھائی کے ذریعہ لڑکے سے منسلک ہے کیونکہ لڑکا اس کے بھائی کا بیٹا (BS) ہے۔ انا یعنی آدمی اور بدل کا رابطہ جد دونوں مرد ہیں۔ پس دونوں میں جنسی مساوات ہے۔ پس لڑکا اس کا بیٹا کہلائے گا۔

اب اسی مرد کو دوبارہ لیں۔ اور فرض کیا کہ بدل جونیئر نسل کا لڑکا ہے تاہم یہ لڑکا اس مرد کی بہن کا بیٹا ہے۔ انا یعنی آدمی اور بدل یعنی لڑکے کے درمیان رابطہ جد مختلف جنس کے ہیں۔ ان کے درمیان جنسی مساوات نہیں ہے۔ پس لڑکا اس کا بھانجا کہلائے گا اور وہ بیٹا نہیں کہلائے گا۔

اب ایک عورت کی مثال لیتے ہیں۔ یعنی انا ایک مونث ہے اور بدل اس کا اپنا حیاتیاتی بیٹا ہے۔ انا یعنی عورت اور بدل یعنی اس کا بیٹا اپنے بیٹے کے درمیان رابطہ جد (یعنی وہ خود) ایک ہی جنس کے ہیں۔ پس ان دونوں کے درمیان جنسی مساوات ہے اور وہ لڑکا اس کا بیٹا کہلائے گا۔ تاہم اس کے بھائی کا بیٹا اس کا بھتیجا جبکہ اس کی بہن کا بیٹا اس کا بیٹا ہو گا۔ اس کی شرائط ذیل میں دی جا رہی ہیں۔

مذکر انا کے لیے:

son : s, Bs, MSss etc.

مونث انا کے لیے:

son : s, Ss, MSds etc.

آیئے اب آخری حالت زیر غور لاتے ہیں۔ اور وہ مشترک نسل کا ہے۔ یہاں پر سوال یہ ہے کہ کیا انا رابطہ جد اور بدل کے رابطہ جد کے درمیان جنسی مساوات ہے۔

اگر انا ایک لڑکا ہے اور بدل ایک لڑکا ہے جو کہ انا کے باپ کے بھائی کا بیٹا (FBs) ہے یعنی ان کے درمیان باپ رابطہ جد ہے اب چونکہ انا کا رابطہ جد اور بدل کا رابطہ جد ایک ہی جنس کے ہیں۔ اس لیے وہ آپس میں بھائی کہلائیں گے۔ اب اگر بدل اس کی بہن کا بیٹا ہوتا تو وہ بھائی کی بجائے کزن کہلاتے چونکہ ان کے درمیان رابطہ جد مختلف جنس کے ہیں۔

## جزیاتی تجزیہ میں لانسبری کا اصطلاح "متوازی" کا استعمال

لانسبری (Lounsbury) کے مطابق جنسی مساوات کی بجائے متوازی کی اصطلاح استعمال کر کے ان فارمولوں کو مزید آسان اور سادہ بنایا جا سکتا ہے۔ وہ خیال جس پر متوازی + کی بنیاد رکھی گئی ہے، تکمیلی تقسیم (Complementary Distribution) کہلاتا ہے۔ یہ عموماً علم الاصوات (Phonology) میں استعمال ہوتا ہے۔ نظریہ یہ ہے کہ اگر دو یا زیادہ لسانیاتی

عناصر (1) حالت میں ایک جیسے ہوں (2) فعل میں متصادم نہ ہوں وہ ایک ہی عنصر کے مختلف تغیرہ ہیں۔

جیسا کہ ہم نے صرفیات (Morphology) کے باب میں دیکھا صرفیہ (Morpheme) s کا تلفظ /iz/ , /z/ , /s/ بالترتیب cats, dogs اور buses کیا جاتا ہے۔ یہ تکمیلی تقسیم (Complementary Distribution) میں ایک ہی صرفیہ (Morpheme) کی مختلف حالتیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے ایک مخصوص مثال میں ان میں سے صرف ایک ہی واقع ہو سکتا ہے۔ ان کی تقسیم بے ترتیبی کی بجائے بنے ہوئے پکے قوانین کے تحت ہوتی ہے۔

اسی طرح جنسی مساوات بھی ایک ہی چیز ہے۔ لیکن اس کے تین قسم کے تقسیم کار ہیں۔ (1) مقدم نسل کے لیے (<) (2) اگلی نسل کے لیے (>) (3) مشترک نسل کے لیے (=)۔ اگر ہم اسے متوازی + کہیں تو دراصل ہم کسی چیز کے لیے ایک ہی اصطلاح استعمال کر رہے ہیں۔ جو کہ در حقیقت ایک ہی واقعہ ہے۔ متوازی + سے ہماری مراد جنس کی مساوات جبکہ متوازی – سے مراد جنس کی غیر مساوات ہے۔ جبکہ فارمولہ کچھ زیادہ خصوصی ہے۔

+ متوازی: کا مطلب ہے ایک نسل کے دو رشتہ داروں کے درمیان جنسی مساوات

- متوازی: ایک نسل کے دو رشتہ داروں کے درمیان اوپری انا یا بدل (جو کہ جونیئر ہے) میں جنسی غیر مساوات ہے۔

اب جیسا کہ ہم پہلے بنائے گئے تمام تعلقات کو بیان کرنے کے لیے ایک فارمولہ بنا چکے ہیں۔ یہ بظاہر پیچیدہ محسوس ہوتا ہے لیکن اس پر تھوڑا سا غور اس کو واضح کر دے گا۔ اب اس کی ایک مثال لیتے ہیں۔

باپ > نسل + متوازی + مذکر

آیئے صرف متوازی + پر توجہ کرتے ہیں۔ تعریف کے مطابق اوپری انا یا بدل جو کہ جونیئر ہے کی نسل کے دو رشتہ داروں کے درمیان جنسی مساوات ہونا چاہیے۔ آیئے اب صرف وضاحت کرتے ہیں:

F, FB, FMS, FFBs,

انا = لڑکا

بدل = اس کا حیاتیاتی باپ

اس حالت میں جونیئر انا ہے اس حالت میں دو رشتہ دار جو کہ اوپری انا ہیں وہ باپ اور
رابطہ جد جو کہ اس کا باپ ہی ہے۔ پس اس کا حیاتیاتی باپ ہی اس کا باپ کہلائے گا۔
اب FB لیتے ہیں۔ جونیئر اس بار بھی ہے۔ اب اوپری انا کی نسل کے دو رشتہ دار رابطہ
جد اور باپ کا بھائی ہیں۔ اب چونکہ دونوں ایک جنس کے ہیں FB باپ ہی کہلائے گا۔
اب FMSs کو لیں۔ جونیئر بے شک انا ہے جو کہ لڑکا ہے۔ اب اوپری انا کی نسل کے دو
رشتہ دار رابطہ جد اور باپ کی ماں کی بہن کا بیٹا ہیں۔ اب چونکہ دونوں ایک ہی جنس کے ہیں۔ اب
چونکہ دونوں ایک ہی جنس کے پاس اس لیے بدل اس کا باپ کہلائے گا۔ اسی طرح دوسرے رشتے
واضح ہوتے ہیں۔ اگر آپ تمام فارمولوں کو خود حل کریں تو آپ ان کو بخوبی سمجھ جائیں گے۔ کچھ
نیچے دیے گئے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| mother | : | kin > generation + parallel – male |
| uncle | : | kin > generation – parallel + male |
| son | : | kin < generation + parallel + male |
| cousin | : | kin = generation – parallel |
| sister | : | kin = generation + parallel – male |

(Adapted from Leech 1974: 246).

[6]

| | | |
|---|---|---|
| ماں | = | رشتہ دار > نسل + متوازی – مذکر |
| انکل | = | رشتہ دار > نسل – متوازی + مذکر |
| بیٹا | = | رشتہ دار < نسل + متوازی + مذکر |
| کزن | = | رشتہ دار = نسل – متوازی |
| بہن | = | رشتہ دار = نسل + متوازی – مذکر |

[6]

قرابتی تجزیہ سے ذہن جھنجلاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ رشتہ داروں کی تعداد کی
وجہ سے ہوتا ہے۔ کسی بھی حالت میں، زیادہ تر معاشروں میں رشتہ داری کے ایسے پیچیدہ فارمولے
نہیں ہیں۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ لسانیاتی نظریات کو قرابتی نظام سمجھنے کے لیے استعمال کیا جا
سکتا ہے۔

# حوالہ جات


[1] F. Boas, "Linguistics and ethnology," *Lang. Cult. Soc. (ed. by D. Hymes). New York Harper Row*, pp. 15–26, 1964.

[2] B. Malinowski, "Psycho-analysis and anthropology," *Nature*, vol. 112, pp. 650–651, 1923.

[3] C. Levi-Strauss, "Structural analysis in linguistics and anthropology," *WORD-JOURNAL Int. Linguist. Assoc.*, vol. 1, no. 1, pp. 33–53, 1945.

[4] W. H. Goodenough, "Componential analysis and the study of meaning," *Language (Baltim).*, vol. 32, no. 1, pp. 195–216, 1956.

[5] F. G. Lounsbury, *The structural analysis of kinship semantics*. Mouton, 1964.

[6] G. Leech, "Semantics. Hammondsworth." Penguin Books, 1974.

# سماجی لسانیات

زبانیں معاشرے میں رہنے والے لوگوں سے بولی جاتی ہیں۔ زبان کا سماج کے حوالے سے مطالعہ سماجی لسانیات (Sociolinguistics) کہلاتا ہے۔ یہ ایک وسیع مضمون ہے اور یہ باب اس مضمون کے تمام پہلوؤں کا تعارف بھی نہیں کروا سکتا، ان سے انصاف کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ کئی ایک موضوعات ہیں جن کی چھان بین کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہاں نہایت اہم موضوعات کی مختصر فہرست کو ہی زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ موضوعات یہ ہیں: زبان کی تنوعات؛ زبان اور ورلڈ ویو؛ زبان اور جنس؛ لسانیاتی شائستگی؛ اور شناخت اور لسانی منصوبہ بندی۔ کچھ موضوعات مثلاً زبان کا شناخت کا تعلق اور لسانی منصوبہ بندی وغیرہ اتنے وسیع ہیں کہ انہیں الگ سے ذیلی سرخیوں میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ نسلی شناخت اور لسانی منصوبہ بندی کے مختلف پہلوؤں کا اس کتاب میں لسانی سیاست کے تحت جائزہ لیا گیا ہے۔ یہاں پر تعلیم کی زبان اور ہدایات دینے کے ذریعہ (Medium of Instruction) کو شامل نہیں کیا گیا بلکہ انہیں تدریسی لسانیات کے باب میں ان پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ دوسرے معاملات جن کو یہاں بیان نہیں کیا گیا ان میں گفتگو کا تجزیہ اور ابلاغ کا نسلی جغرافیہ (Ethnography of Communication) شامل ہیں۔ ابلاغ کا نسلی جغرافیہ بشریاتی لسانیات (-Anthropo logical Linguistics) کا حصہ ہے۔ درحقیقت دونوں موضوعات آپس میں جزوی یا کلی طور پر ملے ہوئے ہیں کیونکہ دونوں انسانی زندگیوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعامل کو موضوع بحث بناتے ہیں۔

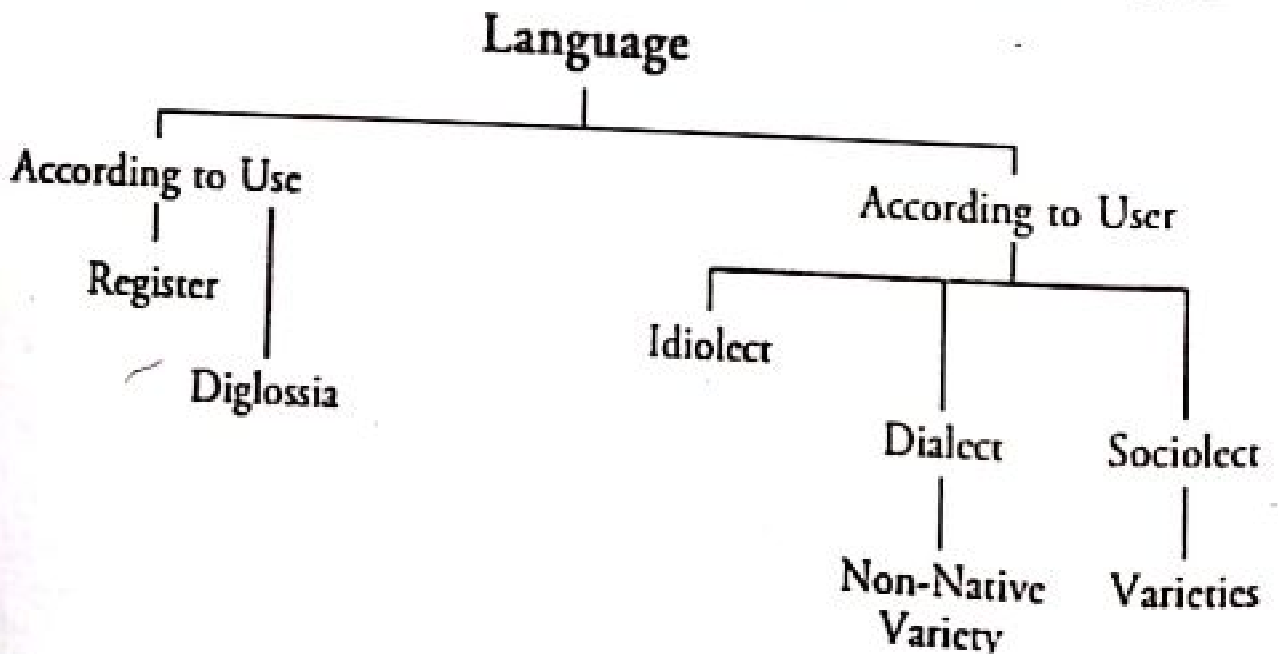
اب سماجی لسانیات کے بنیادی افکار کو سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے، کیا انسانی زبانیں بدلتی ہیں؟ یعنی جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انگریزی زبان تو کیا اس سے ہماری مراد اایک تلفظ میں موجود الفاظ کا صرف ایک سیٹ ہے اور گرامر ہیں جو کہ بالکل بدلتے نہیں ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر

انگریزی کیا ہے؟اس سوال کا جواب دینے سے پہلے زبان کے تنوعات کے متعلق نظریہ کو سمجھتے ہیں۔

## زبان کے تنوعات (Varieties of Language)

جن کو ہم زبانیں کہتے ہیں وہ محض مجردات ہیں اپنی مثال کی طرف واپس جاتے ہوئے انگریزی کے بارے میں سوچیں کیا آپ نے اسے دیکھا ہے؟ کیا اس کا وجود ہے؟ لغات تو موجود ہیں، گرامر کی کتابیں بھی ہیں لیکن زبانی زبان پہلے آئی اور تحریری مصنوعات بہت بعد میں آئیں۔ جب صرف زبانی زبان کا وجود تھا اور صرف بولنے والوں کا وجود تھا اور جو زبان وہ استعمال کرتے تھے ان کو اسی وقت انگریزی کہا جاسکتا تھا اگر دوسرے بولنے والے محسوس کرتے کہ وہ ایک ہی چیز کے لیے ایک ہی قسم کی آواز استعمال کرتے ہیں لیکن ایسا کرتے وقت بولنے والے اکثر دوسروں کے تلفظ، الفاظ یا گرامر کے اصولوں میں چھوٹے چھوٹے فرق نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اگر یہ فرق چھوٹے ہیں جیسا کہ ایک آدمی مخصوص الفاظ ہی استعمال کرتا ہے۔ ہم اسے ذاتی مزاج کا خاصہ کہتے ہیں۔ ہر فرد زبان کی مختلف حالت استعمال کرتا ہے۔ جسے اس ناطق کا طرزِکلام (Idiolect) کہتے ہیں۔

لیکن بعض اوقات ہم دوسرے ناطق کی بات ان کے تلفظ، معنی اور حتی کہ گرامر میں فرق کے باوجود سمجھ لیتے ہیں۔ اس کو ایک زبان کی تنوعات (Varieties) کہتے ہیں۔ تنوعات کی درج ذیل انداز میں گروہ بندی کی جاسکتی ہے۔



ایک زبان کے استعمال کے لحاظ سے تنوعات کا انحصار اس کے فعل پر ہے اور اسے رجسٹر (مجموعہ تا Register) کہا جاتا ہے۔ اگر آپ اسے میڈیسن سکھانے کے لیے استعمال کریں تو آپ اس میں میڈیسن کی خاص زبان میں داخل کریں گے جو کہ حتی طور پر لاطینی اور یونانی زبان سے ماخوز ہو گی۔ تب ایک موٹا آدمی (Obese) کہلائے گا۔ اور جگ رتے کا مریض (Insomnia) ہو گا۔

اسی طرح ایک نظری زبان (Theoretical Language) ہوتی ہے جسے میٹا زبان (Metalanguage) (زبانوں کو آسان کر کے سمجھانے والی زبان) کہتے ہیں یہ تعلیمی مقاصد اور پیشہ ورانہ مقاصد دونوں میں استعمال ہوتی ہے۔ برطانوی انڈین آرمی کی زبان میں (Rendezvous) کا مطلب ملنے کا وقت اور جگہ ہے اسے مختصراً RV کہا جاتا ہے۔ جبکہ اس کا عمومی مطلب ملنے کی جگہ ہے۔ یاد رکھیں کہ مجموعہ تان (Register) ایک خاص استعمال کے لیے ہوتا ہے۔ اس خاص مضمون یا پیشہ کے باہر یہ استعمال نہیں ہوتا بس صرف ایک شوخی باز اور نااہل آدمی ہی اپنے پیشے کی زبان میں ہر ایک سے بات کرے گا بہترین عوامی مقرر وہ بنتے ہیں جو لوگوں کی مہارت کا مجموعہ تان (Register) استعمال کرتے ہوئے توجہ کا مرکز بنے رہنے کا ہنر جانتے ہیں۔

ایک خاص صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک زبان کی خاص اعلیٰ تنوع (High Variety) ہوتی ہے جسے تمام رسمی معاملات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ عام گفتگو کم درجے کے تنوع (Low Variety) میں ہوتی ہے۔ ماہر لسانیات چارلس فرگوسن نے اس تصور کو ذولسانی (Diglossia) کہا۔

فرگوسن نے اس جدید دنیا میں عربی جدید یونانی، سوئس جرمن اور ہیٹی کری اول کے استعمال کا حوالہ دیا۔ اس نے نکتہ بیان کیا کہ ہائی ورائٹی کسی کی مادری زبان نہیں ہے اور نہ ہی کوئی یہ زبان عام بات چیت میں استعمال کرتا ہے۔ یہ سکول میں سیکھی جاتی ہے اور کلاس روم آفس کورٹ یا عبادت گاہوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ ہائی تنوع کو خاص مراعات حاصل ہیں کیونکہ یہ کلاسیکی ادب اور مذہبی ادب کی زبان ہے۔ مزید یہ کہ یہ لوگوں کو رسمی مقام پر ہی سبھی لوگوں کو تحریری طور پر اکٹھا کرتی ہے۔ تاہم لو تنوع عام لوگوں کی اصل زندہ زبان ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ لو تنوع ایک ہی زبان سے مل کر نہیں بنی بلکہ اس کی کئی ایک تنوعات ہوتی ہیں۔ اب ہم تنوع کا معاملہ صارف کے مطابق لیتے ہیں[1]۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا بولی (Dialect) ایک خاص تنوع ہوتی ہے جو کہ ایک فرد استعمال کرتا ہے۔ بولی ایک زبان کی تنوع ہوتی ہے جو کہ ایک خاص جغرافیائی رقبہ استعمال کرتا ہے۔ مثلا جنوبی وزیرستان کی پشتو پشاور کی پشتو سے مختلف ہے۔اسے پشتو کی بولی کہا جاسکتا ہے۔

بولی کے بارے میں اہم بات یہ ہے کہ وہ باہمی طور پر قابل فہم ہیں لوگ جو ایک بولی استعمال کرتے ہیں وہ دوسری بولی سمجھ سکتے ہیں اصل میں یہ ایک ہی زبان کی تنوع ہوتی ہے مختلف زبان نہیں ہوتی۔ تاہم بولیوں کے بارے میں دو آراء پائی جاتی ہیں: 1۔ روایتی نقطہِ نظر / مشہور رائے 2۔ جدید لسانی نقطہِ نظر۔

## روایتی نقطہ نظر (The Traditional View)

اس نقطہ نظر کے مطابق معیاری زبان (Standard Language) وہ ہوتی ہے جسے کتابیں لکھتے، لیکچر دیتے اور رسمی گفتگو کرتے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ طاقت کی اقلیم (domains of power) میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً اعلیٰ تعلیم، انتظامیہ، عدالت، مسلح افواج، اور سیاست۔

یہ بولیاں ان پڑھ لوگ بولتے ہیں۔ ان کو پڑھا لکھا طبقہ حقارت سے دیکھتا ہے۔ ان کو ناشائستہ، دیہاتی گنوار غیر معیاری اور کمتر سمجھا جاتا ہے۔ ان کو ذہنی اور باطنی طور پر ادب اور تعلیم کے لیے نااہل سمجھا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اسے اصل یا خالص زبان کی بگڑی ہوئی شکل سمجھتے ہیں۔ یہ علاقے کے لحاظ سے بھی محدود ہوتی ہے کیونکہ یہ خاص علاقے کے لوگ ہی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً مالدیوین صرف مالدیپ جزائر میں استعمال ہوتی ہے۔

روایتی نظریہ درجہ بندی (Hierarchical) کرتا ہے۔ یعنی لوگ زبانوں یا ایک زبان کی ایک تنوع کو دوسری تنوعات پر برتری دینے کا رجحان رکھتے ہیں۔ ان میں ان کلنک زدہ تنوعات (Stigmatized varieties) سے حقارت پیدا ہو جاتی ہے۔ دراصل، حقیقت یہ ہے کہ ان میں ناطقوں کے لیے پہلے سے ہی حقارت ہوتی ہے اور یہ ان کی بولی جانے والی زبان کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ درج ذیل میں اس طرح کے رویے کی ایک مثال کی جارہی ہے۔

"لباس سے لاپراہ اور گفتگو میں غافل، ان گلاں (Gullahs) نے ابتدائی دیہاتی آبادکاروں اور امیر نوآبادکاروں کے سفید ملازموں کی انگلش کو گرفت میں لیا، جتنی ہو سکتی انہوں

نے اپنی بھدی زبانیں اس کے گرد لپیٹ دیں، اور اسے عکاس (expressive) افریقی الفاظ سے مالا مال کیا، یہ ان کے چپٹے ناک اور موٹے ہونٹوں سے گفتگو کی ایسی قابل عمل حالت میں ظاہر ہوئی کہ اسے بتدریج دوسرے حبشی غلاموں نے اختیار کر لیا اور کچھ ہی عرصہ میں اسے جارجیا اور ساؤتھ کیرولینا کے نچلے اضلاع کی منظور شدہ حبشی بولی بن گئی۔[2]"

گلاں وہ افریقی امریکی غلام تھے جو کہ امریکہ کی جنوب کی کپاس اگانے والی ریاستوں میں لائے گئے تھے۔ مصنف کی افریقیوں کے بارے میں حقارت واضح ہے اور یہ صرف زبان کے بارے میں نہیں ہے۔ یہ ان کے "موٹے ہونٹوں" ، "چپٹے ناکوں" اور ان کی گہری رنگت کے بارے میں بھی ہے۔ مزید براں، انگلینڈ کے دیہاتیوں اور سفید ملازموں کے بارے میں بھی حقارت پائی جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں، تمام معاشروں کے کام کرنے والے ماتحت گروہوں کے ساتھ اس کی حقارت ہے جو کہ ان کی گفتگو تک پھیل جاتی ہے۔

یہ 1920 کی دہائی کے امریکہ سے مثال ہے جبکہ ہم جدید جنوبی ایشیاء میں اپنی بہت ساری زبانوں کو کمتر سمجھتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ذرا غور کریں کہ کونسی زبانوں کو آپ اعلیٰ تصور کرتے ہیں اور کونسی زبانوں کو آپ کمتر تصور کرتے ہیں۔ پھر یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ کمتر سمجھی جانے والی زبان یا تنوع ان لوگوں سے بولی جاتی ہے جن کے پاس آپ کے سماج کے مطابق اعلیٰ سماجی رتبہ نہیں ہے۔

زبانوں کے روایتی نقطہ نظر پر کیا جانے والا بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہ طرفداری کرتا ہے اور معاشرہ میں تعصبانہ رویہ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اب دوسرے نقطہ نظر کی طرف آتے ہیں۔

## جدید لسانیاتی نظریہ (Modern Linguistic View)

اس نظریہ کے مطابق، زبان کی معیاری تنوع بھی ایک بولی ہے۔ پس تمام بولیاں اصل میں تنوعات ہیں۔ جب میں باہمی تفہیم پائی جاتی ہے۔ یوں زبان تمام بولیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس کو ذیل میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

$$L = d_1 + d_2 + d_3 + \text{———————} d_n$$

اس میں L سے مراد زبان جبکہ $d_1$-----$d_n$ سے مراد اس کی بولیاں ہیں۔ ان کی تعداد مختلف ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم n لکھتے ہیں تاکہ یہ کسی بھی تعداد کو ظاہر کر سکے۔

جیسا کہ آپ بھی مشاہدہ کریں گے کہ بولیاں اصل ہوتی ہیں کیونکہ لوگ انہیں بولتے ہیں ہر کوئی ایک نہ ایک بولی بولتا ہے۔ اگر کوئی وہ زبان بولتا ہے جسے ہم معیاری زبان کہتے ہیں تو وہ بھی اصل میں ایک مجرد وجود زبان کی ایک بولی ہے۔

اگر آپ زبانوں کی تاریخی نشوونما پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ معیاری تنوع کی نشوونما لسانی منصوبہ بندی کے ذریعہ ہوئی۔ کسی ایک بولی کو معیار بنانا دراصل ایک سیاسی فیصلہ تھا۔ یہ بولی ان لوگوں کی زبان تھی جن کے پاس طاقت اور پیسہ تھا۔ یا کسی دوسری غیر لسانیاتی وجہ سے ان کو معیار بنایا گیا۔ پس انگلستان میں لندن کے گرد بسنے والے اعلیٰ طبقہ کی زبان کو معیار بنا دیا گیا۔ معیار بندی کا مطلب ہے ہجے وغیرہ مستقل کر دینا اور لغت اور گرامر وغیرہ لکھنا پس زبانوں کی غیر لسانیاتی وجوہات کی بناء پر معیار بنایا گیا۔

ایک اور بات آپ کو ذہن میں رکھنی چاہیے کہ تمام بولیاں برابر ہیں۔ ان کی ساخت ایک جیسی ہیں اور کوئی ایسی سائنسی وجہ نہیں جس کے تحت ایک کو برتر اور ایک کو کمتر کہا جا سکے۔ تاہم جو معیاری تنوع ہے اس کا مقصد کئی ایک افعال سرانجام دینا ہوتا ہے۔ مثلاً وہ تعلیم، قانون اور تجارت میں استعمال ہوتی ہے۔ اور اس کی لغت ذخیرہ الفاظ دوسری بولیوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے معیاری تنوع عملی طور پر جدید دنیا میں زیادہ مقاصد کے لیے کارآمد ہے۔ تاہم اگر کوئی اور بولی کو بھی معیاری بنایا جاتا تو وہ بولی بھی عملی طور پر اتنی ہی کارآمد ہوتی۔

بطور ماہرین لسانیات ہم کہتے ہیں کہ ہر شخص ایک بولی بولتا یا لکھتا ہے۔ اور زبان سے مراد ہماری باہمی قابل فہم بولیوں یا زبان کی تنوعات کا کل مجموعہ ہے۔ اگر ہم بولی کو اس کے روایتی مفہوم میں استعمال کریں تو ہم اسے ایک زبان کی غیر معیاری تنوع کہہ سکتے ہیں۔

آپ کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ غیر لسانیاتی وجوہات مثلاً قوم پرستی نسلی شناخت وغیرہ کی بناء پر باہمی قابل تفہیم تلفظ کی اقسام الگ زبان کہلا سکتی ہیں۔ جیسا کہ اردو اور ہندی باہمی طور پر قابل تفہیم ہیں (سوائے شدید فارسی آلود یا سنسکرت آلود تنوعات کے) مگر ان کو الگ زبان کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سویڈن اور ناروے کی زبانیں آپس میں بہت مماثلت رکھتی ہیں مگر قومیت کی وجوہات کی بناء پر الگ زبانیں کہلاتی ہیں۔ یہ لسانیاتی نظریہ میں مکمل طور پر شائد درست نہ ہو مگر یہ ایک آزمایا ہوا عمل ہے۔

کیا اب ہم اس حالت میں ہیں کہ انگریزی زبان کی پہچان کر سکیں؟ ہاں لیکن ہم ایک عجیب نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انگریزی جیسی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ کئی ایک تنوعات ہیں جو باہمی طور پر قابلِ فہم ہیں ان کو آپس میں جمع کرنے کے بعد بننے والے مجموعی کل کو انگریزی کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، دنیا میں برطانوی سٹینڈرڈ انگریزی، امریکی سٹینڈرڈ انگریزی، آسٹریلوی سٹینڈرڈ انگریزی، جنوبی افریقن سٹینڈرڈ انگریزی، نیوزی لینڈ سٹینڈرڈ انگریزی، اور کینیڈین سٹینڈرڈ انگریزی موجود ہیں۔ یہ مادری انگریزی تلفظ رکھنے والوں کی معیاری تنوعات ہیں۔ لیکن برطانیہ میں ہی کئی ایک غیر معیاری تنوعات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً کوکنے (Cockney)، سکاٹش انگریزی (Scottish English)، یاک شائر انگریزی (Yorkshire English) وغیرہ۔ امریکہ میں بھی زبان کی کئی ایک تنوعات پائی جاتی ہیں جیسا کہ امریکی انگریزی کی تنوعات اس کو ثابت کرتی ہے [3]۔

یہ تنوعات علاقے کے ساتھ ساتھ طبقے کے ساتھ بھی منسلک ہوتی ہیں۔ انگلینڈ میں اعلیٰ طبقے کے لوگ آر پی (Received Pronunciation) بولتے ہیں۔ امریکہ میں، افریقی امریکیوں کی انگریزی کو سیاہ فام انگریزی (Ebonics) یا دیسی افریقی انگریزی یعنی اے وی ای (African Vernacular English) کہلاتی ہے۔ یہ درمیانے طبقے کے سفید فام امریکیوں کی انگریزی سے مختلف ہے۔ لیکن یہ کہانی صرف مادری تلفظ کے ساتھ ہی ختم نہیں ہوتی۔ انگریزی جنوبی ایشیاء کے تعلیم یافتہ اعلیٰ طبقہ کی ثانوی زبان بھی ہے۔ وہ اسے قابلیت کی بدلتی سطح کے ساتھ اسے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان کی پہلی زبان کے اصول ان کے انگریزی بولنے اور لکھنے پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ یہ انگریزی کی غیر مادری تنوعات ہیں۔ المختصر، انگریزی زبان کا تصور اسی وقت سمجھ میں آتا ہے جب ہم اسے تمام تنوعات کا مجموعی کل کہیں۔ لیکن اگر یہ تمام تنوعات کا مجموعی کل ہے تو ایک ایسی صورت یا ایسا وجود نہیں ہے جسے ہم انگریزی کہہ سکیں۔ المختصر، زبانوں کا وجود نہیں ہے؛ صرف ان کی تنوعات کا وجود ہے۔ زبان ایک مجرد تصور ہے؛ تنوعات ٹھوس نظام ہیں جن کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

## زبان اور ورلڈ ویو (Language and Worldview)

تہذیب اور زبان کے متعلق موثر ترین نظریات میں سے ایک بنجامن لی وورف اور ایڈورڈ ساپر کی طرف سے آیا۔ ان سے منسوب نظریہ ورفین مفروضہ یا ساپر ورف مفروضہ ہے۔ اسے لسانیاتی اضافت کا نظریہ (Theory of Linguistic Relativity) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی دو حالتیں ہیں: 1۔ مضبوط لسانیاتی تعین (Strong Linguistic Determinism) 2۔ کمزور لسانیاتی اضافت (Weak Linguistic Relativity)۔

پہلی حالت زور دیتی ہے کہ زبان مکمل طور پر خیالات کا تعین کرتی ہے پس آپ کا ورلڈ ویو (Worldview) آپ کی زبان کے ذریعہ طے پاتا ہے کہ آپ دوسری زبان بولنے والوں کے لحاظ سے الگ کائنات میں بستے ہیں۔ دوسری حالت دلیل دیتی ہے کہ زبان کچھ خیالات کے اظہار کو دوسروں کی نسبت زیادہ آسان کر دیتی ہے۔ ہم دوسری تہذیبوں کو سمجھ سکتے ہیں لیکن ہم ان تہذیبوں کے خیالات اپنی زبان میں بڑی مشکل سے بیان کر پائیں گے۔

کچھ ماہرین لسانیات کے مطابق ساپر اور وورف نے مضبوط حالت بیان ہی نہیں کی[4]۔ ان کے بعض بیانات میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا تھا اور لوگوں نے سوچا کہ انہوں نے مضبوط حالت بیان کی ہے۔ جہاں تک لسانیاتی اضافت (Linguistic Relativity) کا تعلق ہے اس حوالے سے انسانی زبانوں کی تغیر کی حد بندی اور اس تغیر کی تہذیب سے وابستگی ثابت کرنے کے لیے اب تک کافی تجربات کئے گئے ہیں۔ اصل تصور یہ جاننا تھا کہ کیا وہ تہذیب جو زبان کو پیدا کرتی ہے اور استعمال کرتی ہے، اس کے ورلڈ ویو (Worldview) کو ظاہر کرتی ہے؟ درحقیقت یہ زبان کا تہذیبی تعین (Cultural Determinism) ہے۔ پھر یہ سوال ہے کہ کیا ایک زبان ہمیں مخصوص طریقے سے سوچنے پر مجبور کرتی ہے؟ (یعنی ہمارا ورلڈ ویو (Worldview) طے کرتی ہے) دوسرا سوال کم از کم اس کی انتہائی حالتوں میں متروک ہو چکا ہے۔ ہمارے تجربات لسانیاتی تعین کی صرف کمزور حالت کو ثابت یا رد کریں گے۔

لسانیاتی نسبت جانچنے کے بڑے طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ مختلف زبانوں میں رنگوں کی اصطلاحات میں تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے۔ برلن اور کے (1969) نے 98 زبانوں کے ناطقوں کو 329 رنگوں والے چوکور ان ہدایات کے ساتھ دیئے کہ وہ ان میں سے اپنی زبان کے بنیادی رنگوں کے مطابق ترتیب دیں[5]۔ بنیادی رنگوں سے ان کی مراد ایسے رنگ نہیں تھے جو

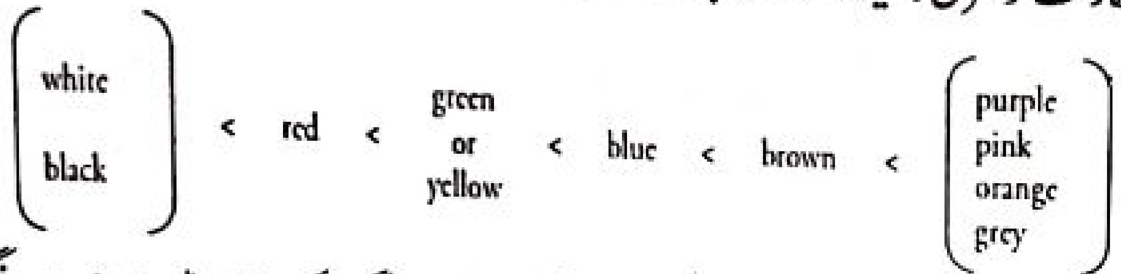
دو رنگوں کو ملا کر بنتے ہیں مثلاً سرخ نارنجی یا انگوری سبز وغیرہ۔ انہوں نے دریافت کیا کہ رنگ مختلف زبانوں میں چند اصولوں کے تحت پھیلے ہوئے تھے۔ اگر ایک زبان میں رنگوں کے لیے صرف دو اصطلاحات ہوں تو وہ صرف دو ہوں گی سفید اور سیاہ۔ اگر تیسرا رنگ ہوتا تو وہ سرخ ہوتا۔ زبانوں کے اگلے زمرے میں پیلا، نیلا اور سبز کے درمیان سے انتخاب کی گنجائش موجود تھی (برلن اور کے نے اس کو grue کہا)۔ اس سے اگلے زمرہ کے پاس نیلا اور سبز ہیں۔ پھر براؤن رنگ کو شامل کیا گیا اور آخری زمرہ کے پاس 11 رنگوں کی اصطلاحات تھی اور وہ ارغوانی، گلابی، نارنجی، اور سرمئی تھیں۔ اس مظہر کو دونوں محققین نے اشاراتی کلیات (Implicational Universals) کا نام دیا۔

تصور یہ تھا کہ رنگوں کی اصطلاحات ایک یونیورسل مظہر ہے اور قابلِ پیشن گوئی ہے۔ یعنی اگر ایک زبان میں رنگوں کے لیے صرف تین اصطلاحات ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ سیاہ، سفید، اور سرخ ہونگے اور نیلا، جامنی اور نارنجی نہیں ہونگے۔ یہ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ انسانی دماغ اس انداز میں سوچنے پر پروگرام کیا گیا ہے اور یہ کہساپر—وورف مفروضہ کی مضبوط حالت غلط ہے۔ ہمارا ادراک صرف ہماری زبان سے ہی متعین نہیں ہوتا بلکہ یہ عمومی انسانی طریقوں یا حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت (Competence) کے ذریعہ متعین ہوتا ہے (ادراکی کلیات)۔ تاہم، ناطق لازمی طور پر جو کچھ دیکھتا ہے اس کو اپنے پاس موجود رنگوں کی اصطلاحات کے مطابق زمروں میں تقسیم کرتا ہے۔ انسان ایک جیسے رنگوں کو دیکھتے ہیں لیکن الفاظ کی اسی جماعت بندی سے رجوع کرتے ہیں جو ان کے پاس پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ یہ ساپر—وورف مفروضہ کی کمزور حالت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ زبان ادراک پر اثر انداز ہوتی ہے۔

## زبان اور رنگوں کی اصطلاحات (Language and Colour Terms)

اگر ایک زبان میں اس رنگ کا نام موجود نہیں ہوتا تو اس زبان کے لوگ اس رنگ کو اس زبان میں موجود کسی دوسرے رنگ کا شیڈ کہا۔ پشتو میں، مثال کے طور پر، لفظ شین سبز اور نیلے دونوں رنگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سبز اور نیلا ایک سے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کو ایک رنگ کے مختلف شیڈ کے طور پر دیکھا جاتا ہے جو کہ ایک بڑے زمرے شین کے اندر آتا ہے۔ بعض دفعہ کوئی گھاس کے ذریعہ سبز اور آسمان کے ذریعہ نیلے رنگ کا حوالہ دے سکتا

ہے۔ تاہم ایک پشتو بولنے والے کے لیے وہ طریقہ جس سے طیف کے رنگوں (Colour Spectrum) کو مختلف تقسیم کیا جاتا ہے اس شخص سے مختلف ہوگا جس کی زبان میں سبز اور نیلا کے لیے مختلف اصطلاحات ہیں۔ اسی طرح ہم سکارلٹ، پنک، شاکنگ پنک، پرپل اور سرخ کے دوسرے شیڈز کو سرخ کے طور پر لیتے ہیں۔ دوسری کسی ثقافت کی کسی زبان میں ہو سکتا ہے ایسے الفاظ ہوں جو سرخ کے شیڈ کے بجائے علیحدہ رنگ مانیں۔ پھر ان زبان کے بولنے والے پنک اور سکارلٹ کو سرخ کا شیڈ ماننے کے بجائے مختلف رنگ مانیں گے۔ اس کی ترتیب درج ذیل ہوگی:




> کے نشان کا مطلب ہے کہ تیر کی نوک جس طرف ہے وہ رنگ ایک زبان میں موجود ہونگے اگر دوسرے حصے پر موجود رنگ اس زبان میں موجود ہے پس ایک زبان جس میں براؤن ہے تو اس زبان میں نیلا اور دوسرے تمام رنگ جو اس کے بائیں طرف موجود ہونگے۔ آیئے انہیں برلن اور کے کے چارٹ کے مطابق ترتیب دیں۔

| Type of Language | Number of Terms | Colours | Example |
|---|---|---|---|
| 1 | Two | white, black | Jale (New Guinea highlands) |
| 2 | Three | white, black, red | Tiv (Nigeria) |
| 3 | Four | white, black, red, green | Hanunoo (Philipines) |
| 4 | Four | white, black, red, yellow | Ibo (Nigeria) |
| 5 | Five | white, black, red, green, yellow | Tzeltal (Mexico), Pashto (Pakistan and Afghanistan) |
| 6 | Six | white, black, red, green, yellow, blue | Plains Tamil (India) |
| 7 | Seven | white, black, red, green, yellow, blue, brown | Urdu and Hindi (South Asia) |
| 8 | Eight, Nine, Ten or Eleven | white, black, red, green, yellow, blue, brown, purple, and/or pink, and/or orange, and/or grey | English |

Adapted from Leech 1974: 235

جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ 3 اور 4 قسم میں صرف ایک پہلو میں مختلف ہیں۔ قسم 3 میں سبز چوتھا رنگ ہے۔ اور قسم 4 میں یہ پیلا رنگ ہے۔ دونوں چار اصطلاحی زبانیں ہیں۔ اسی طرح ارغوانی گلابی اورنج اور خاکستری میں کوئی ترتیب نہیں ہو سکتی۔ رنگوں کا کوئی بھی سیٹ کسی بھی زبان میں موجود ہو سکتا ہے۔

برلن اور کے نے ایک ارتقائی مفروضہ بھی دیا کہ زبانیں رنگوں کے کم ناموں سے زیادہ ناموں کی طرف ارتقاء کرتی ہیں۔ تصور یہ ہے کہ جیسے جیسے ایک معاشرہ زیادہ سے زیادہ پیچیدہ ہوتا جاتا ہے اس کو پہلے دوسرے رنگوں کے شیڈز تصور کیے رنگوں میں زیادہ واضح انداز میں فرق کرنا پڑتا ہے اس لیے انہیں رنگوں کا درجہ دیا جاتا ہے۔ پس رنگوں کے لیے نئی اصطلاحات فرہنگ میں شامل کی جاتی ہیں۔

کیا آپ اردو، ہندی، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی میں رنگوں کے ناموں کے اضافوں کے بارے میں سوچ سکتے ہیں؟ ان زبانوں میں رنگوں کے نام کو ترتیب دیں اور دیکھیں کہ آپ برلن اور کے کے مفروضے کو ثابت کرتے ہیں یا ان کی تردید کرتے ہیں۔

## رشتہ داری کی اصطلاحات اور ورلڈ ویو (Kinship Terms and Worldview)

آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا ہمارا ورلڈ ویو (Worldview) ہمارے رشتہ داری کی اصطلاحات میں نظر آتا ہے۔ انگریزی میں، ہمارے پاس صرف کزن کی اصطلاح ہے۔ اگر ہم زیادہ واضح ہونا چاہیں تو ہم لڑکیوں کو فی میل کزن جبکہ لڑکوں کو میل کزن کہتے ہیں۔ انگریزی کا درج ذیل جملہ دیکھیں۔

(1) I met my cousin.

یہ جملہ نہیں بتاتا کہ وہ کزن مرد تھا یا عورت، ماں کی طرف سے تھی یا باپ کی طرف سے تھا۔ اب دوسرا جملہ دیکھیں۔

میں خالہ زاد بہن سے ملا۔
(میں اپنی ماں کی بہن کی بیٹی سے ملا)

اس جملہ سے واضح ہے کہ بولنے والا ایک مونث رشتہ دار سے ملا جس کا اس سے فلاں اور فلاں طریقے سے رشتہ تھا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ زبان مختلف خیالات کے اظہار کو آسان بناتی

ہے۔ مثلاً رنگوں کے لیے اصطلاحات یا پھر رشتہ داری کی اصطلاحات۔ بعض دفعہ زبان میں ایسی اصطلاحات موجود نہیں ہوتی۔ جن سے متعلقہ چیز ہمارے ذہن میں ہوتی ہے۔ یہی چیز ہے جو ترجمہ کو ایک مشکل کام بناتی ہے۔ یہ لسانیاتی تعین (Linguistic Determinism) کی کمزور حالت کی حمایت کرتا ہے اور مضبوط حالت کو رد کرتا ہے۔

اہم چیز یہ ہے کہ ہم ایک زبان کے ذریعہ اس تہذیب کے بارے میں بہت کچھ جان سکتے ہیں۔ ہم اس کی مثال کے طور پر ورلڈ ویو (Worldview) کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ اگر کسی زبان میں کزن کے لیے کئی نام موجود ہیں جیسا کہ سرائیکی میں موجود ہیں تو یہ ایسے کلچر کی زبان ہوگی جس میں گھر اور رشتوں کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ جدید مغربی انفرادیت پسند طرز کی تہذیب نہیں ہوگی۔

## زبان اور جنس (Language and Gender)

جنس ایک حیاتیاتی حقیقت ہے یعنی زیادہ تر انسان بطور مذکر اور مؤنث پیدا ہوتے ہیں۔ تاہم شاذ و نادر ہی ایسے افراد پیدا ہوتے ہیں جن میں دونوں جنسوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ بعض عضویاتی طور پر مذکر ہونے کے باوجود مونث احساسات محسوس کرنے کی طرف رجحان رکھ سکتے ہیں اور اس کے برعکس بھی وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ تاہم یہ استثنائی امثال ہیں۔

جنس دوسری طرف یہ بتاتی ہے کہ جنسی فرق کو کس طرح معاشروں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اس رویہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی مرد اور عورت سے معاشرہ میں توقع کی جاتی ہے۔ ہماری روایتی جنوب ایشیائی تہذیبوں میں، ان لوگوں کے لیے جو تذکیر و تانیث کے طے شدہ جنسی اصولوں پر پورے نہیں اترتے ان لوگوں کے لیے بھی ایک خاص جگہ ہے۔ ان میں خواجہ سرا، ہیجڑے اور زنانے شامل ہیں۔ المختصر، جنس (سیکس) کا تعین تو حیاتیاتی طور پر ہوتا ہے لیکن تذکیر و تانیث (Gender) ہمارے معاشروں میں انسان مرتب کرتے ہیں۔ ہم مرتب کرنا اس لیے کہتے ہیں کہ ہم بچوں کو جب پالتے ہیں تو انہیں بتاتے ہیں کہ لڑکے بڑے بال نہیں رکھتے اور لڑکیاں اپنے کان چھدوا کر اس میں بالیاں ڈالتی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ لڑکے گلابی رنگ کے کپڑے نہیں پہنتے اور لڑکیاں لڑکوں پر سیٹیاں نہیں مارتی۔ دوسرے لفظوں میں ہم اپنے بچوں کو اس متوقع

جنسی کردار کے مطابق رہنا سہنا سکھاتے ہیں جو ہم انہیں چاہتے ہوتے ہیں کہ وہ قبول کریں اور اسی کے مطابق معاشرے میں زندگی گزاریں۔

کوئی بھی تاریخ کا علم رکھنے والا آپ کو بتا سکتا ہے کہ اٹھارویں صدی تک یورپ میں مردوں اور لڑکوں کے بال لمبے ہوتے تھے۔ جنوبی ایشیاء میں، سکھ حضرات اپنے بال اس لیے نہیں کاٹتے تاکہ ان کے بال لمبے ہو سکیں۔ وزیرستان کے کچھ پشتو بولنے والے قبائلیوں کے بھی لمبے بال ہوتے ہیں۔ وہ کاجل بھی استعمال کرتے ہیں جسے شہروں میں عورتوں کے استعمال کی چیز سمجھا جاتا ہے۔ ماضی میں، دنیا کے کئی حصوں میں مرد اپنے کانوں کو چھدوایا کرتے تھے اور آج بھی جنوبی ایشیاء کے کئی شہروں میں فقیروں کو کانوں میں بالیاں ڈالے دیکھا جا سکتا ہے۔ کچھ سادھو اور ملنگ اچھی شگون کے طور پر چوڑیاں اور انگوٹھیاں بھی پہنتے ہیں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جامنی رنگ بادشاہوں کا رنگ تھا اور آج بھی بشپ اور اعلیٰ پادری سرخ رنگ کے شیڈ استعمال کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، مردانگی کے یہ دقیانوسی خیالات جن کو ہم درست کرنے کے قابل سمجھتے ہیں، حالیہ مظاہر ہیں۔ یہ انیسویں صدی کے یورپی تصورات ہیں۔ یہ اس لحاظ سے قدرتی اور یونیورسل نہیں ہیں کہ آج اور نہ ہی ماضی میں تمام انسان ان کے سچ ہونے پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

جنسی کردار (Gender Roles) جو کہ ہم بچوں پر لاگو کرتے ہیں وہ ان کو قدرتی سمجھتے ہیں لیکن یہ حقیقت کہ یہ ایک معاشرے سے دوسرے معاشرے تک وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ بنائے گئے ہیں۔ ایک ماہر بشریات مارگریٹ میڈ کے مطابق، اس نے 1931 سے لے کر 1933 کے درمیان نیو جنیوا کے قبائل کا مطالعہ کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا اس معاشرے میں موجود مرد و عورت کا کردار مغربی معاشروں سے مختلف تھے۔ مثلاً آراپش کے مرد تعاون کرنے والے، صلح پسند اور دیکھ بھال کرنے والے تھے اور Mundugumor کی عورتیں جارحیت پسند اور بے رحم تھیں اور Tchambuli قبیلے میں سیکس کا کردار درج ذیل تھا۔

"ہم نے اپنے کلچر میں موجود جنسی رویوں سے اصلی برعکس رویے پائے، جس میں عورتیں غالب، غیر شخصی، اور رہنمائی کرنے والا پارٹنر ہیں جبکہ مرد کم ذمہ دار اور جذباتی طور پر انحصار کرنے والے پارٹنر ہیں۔"[6]

المختصر، ان کے مرد ایسے دقیانوسی تھے جیسے ہمارے ہاں عورتیں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ وہ 1950 کے ایڈیشن کی تمہید میں بیان کرتی ہے، کہ مرد 'کینہ پرور ہیں، گھنگریالے کپڑے پہنتے ہیں، اور شاپنگ کرنے جاتے ہیں' جبکہ عورتیں پھرتیلی، منتظم اور سادہ پارٹنرز ہیں[6]۔

وہ جنھوں نے داستانیں پڑھیں ہیں انہیں یاد ہوگا کہ ان کہانیوں میں مرد دل پھینک عاشق ہوتے ہیں جو ایک محبوبہ کی خوبصورتی کو دیکھ کر حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ وہ بآسانی رونے لگتے ہیں جیسا کہ طاقت ور جذبات ان پر قابو پالیتے ہیں اور وہ اپنی عورتوں کے ساتھ شاعری میں لمبی لمبی گفتگو کرنے کے ذریعہ عشق لڑانے سے لے کر ان کے لیے بے باک کرتب کرنے تک کے لیے موزوں ہیں۔ استعاری لکھنؤ کے بانکے بڑا اچھا لباس پہنتے تھے اور خوشبو لگا کے گھومتے تھے اور در حقیقت ایسے ہی اٹھارویں صدی میں پیرس کے ڈینڈی اور 1890 کی دہائی کے لندن (جنھیں fin de siècle کہا جاتا تھا) کے عیاش کرتے تھے۔ در حقیقت، کسی طرح کی خوشبو لگانا مسلمانوں کے نزدیک مبارک سمجھا جاتا ہے اور مرد عید کے دن اور جب وہ کسی عظیم صوفی بزرگ کی درگاہ جیسے دہلی میں شیخ نظام الدین اولیاء کی درگاہ یا ملتان میں شیخ بہاء الدین زکریا کی درگاہ پر حاضری دیں تو عطر استعمال کرتے ہیں۔

اس طرح جنس کی تعمیر ہوتی ہے۔ جنس کی تعمیر میں زبان اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ ہمارے مرد غالب معاشروں میں، جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو یہ کردار منفی ہوتا ہے۔ ذیل میں ان آلات کی لسٹ دی گئی ہے جو انگریزی میں عورت کے خلاف تعصب کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ لیا لیٹوسیلی ٹی کی کتاب جنس اور زبان سے لی گئی ہے[7]۔ اس لسٹ کو ہماری جنوب ایشیائی زبانوں کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ دی گئی مثالیں اس طرف اشارہ کرتی ہیں۔

### 1۔ جنسی تصریحات (Sex Specification)

جنس کی وضاحت کی جاتی ہے جب کوئی کسی کاروبار، پروفیشن یا کردار کا ذکر کرتا ہے۔ انگریزی اصطلاح 'authoress' یا مصنفہ اس کی مثال کے طور پر دی جاتی ہے۔ اب ہم زیادہ غیر جانبدار اصطلاح 'author' زیر غور فرد کی جنس کا تعین کیے بغیر استعمال کر سکتے ہیں۔

2۔ غیر ضروری ترمیم کنندہ (Gratuitous modifiers)

یہ وقار کو ختم کر کے جنس کی طرف توجہ دلانے کے لیے کہے جاتے ہیں۔ ہم اکثر لیڈی ڈاکٹر کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں کیونکہ جب ہم صرف لفظ ڈاکٹر استعمال کریں گے تو اس سے یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ہم مرد کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ یہ عورت کو محسوس کرواتا ہے کہ جبکہ مرد کے لیے ڈاکٹر ہونا ایک عام بات ہے لیکن ان کے لیے یہ اتنی غیر معمولی بات ہے کہ ان کی جنس کا تعین کرنا پڑتا ہے اسی طرح، میل نرس کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے کیونکہ صرف لفظ نرس سے مراد ایک فی میل نرس ہوتی ہے۔

3۔ لغوی فرق یا زیر لغویت (Lexical Gaps or Under-Lexicalization)

اس سے مراد ایک ہی طرز کے رویے کو مرد و عورت دونوں میں بیان کرنے کے لیے ایک مناسب الفاظ نہ ہونا۔ مثال کے طور پر، دونوں مرد و عورت مشہور (Promiscuous) ہو سکتے ہیں لیکن اس طرح کی اصطلاحات مردوں کی نسبت عورتوں کے لیے بہت زیادہ ہیں۔

4۔ معنویاتی تحقیر (Semantic Derogation)

ایک لفظ جب عورت کے لیے استعمال ہو تو حقیر ہو جاتا ہے لیکن جب مرد کے لیے استعمال ہو تو ایسا نہیں ہوتا۔ اصطلاح مسٹرس پر غور کریں جو کہ لفظ ماسٹر کے ہم اثر ہے۔ لیکن اب مسٹرس سے مراد وہ عورت لی جاتی ہے جسے جنسی مقاصد کے لیے رکھا جائے جبکہ ماسٹر سے آج بھی مراد وہ ہے جو مالک ہے یا جس کے کنٹرول میں کوئی چیز ہے۔

بہر حال، یہ صورت حال کم درجہ پیشوں میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، مہتر کا فارسی میں مطلب 'اعلیٰ و ارفع' ہے۔ لیکن یہ جنوبی انڈیا کے مختلف حصوں میں صفائی کرنے والوں کے لیے استعمال کیا جانے لگا تو اس کا درجہ کم ہو گیا۔ اسی طرح جمعدار جو کہ قابل قدر رتبے کا مالک سرکاری افسر تھا جب یہی اصطلاح صفائی کرنے والوں کے لیے استعمال کی جانے لگی تو اس قدر کم درجہ اصطلاح ہو گئی کہ آرمی کے افسر جو کہ جمعدار

کہلاتے تھے اس سے اس قدر شرمسار ہوئے کہ اس کی جگہ پاکستان میں کافی عرصہ سے ان کے لیے صوبیدار کی اصطلاح استعمال کی جانے لگی ہے۔

### 5۔ بے آہنگ جنسی لسانی اشیاء (Asymmetrically Gendered Language Items)

انفرادی الفاظ عورتوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں جبکہ مردوں کے لیے اس طرح کے الفاظ نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر، مسز کا لقب شادی شدہ عورت کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن مرد کو شادی شدہ ظاہر کرنے کے لیے ایسا کوئی لفظ نہیں ہے۔ اسی طرح، ایک غیر شادی شدہ عورت کے لیے مس کا لفظ استعمال ہوتا تھا جبکہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ مردوں دونوں کے لیے مسٹر کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ تانیثیت پرستوں نے اس پر اعتراض کیا کہ اس سے مراد تھا کہ عورتیں، مردوں کے برعکس مردوں سے تعلق کی بناء پر پہچانی جاتی تھیں (اگرچہ شادی انہیں سے ہوتی تھی)۔

دوسری ایسے پیشے مثلاً چیئرمین، پولیس مین، فائرمین، وغیرہ یہ مذکر جنس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اب ان کو مؤنث جنس کی طرف بھی اشارہ کرنے کے لیے تبدیل کیا گیا ہے جیسا کہ "چیئرپرسن"۔

### 6۔ الفاظ کے اصطلاحی معنی (Connotations of Words)

ایک لفظ سے لفظی طور پر ایک چیز مراد ہو سکتی ہے جبکہ اس سے منفی پوشیدہ معنی ہو سکتے ہیں۔ پہلا اس کے تعبیری معنی ہے جبکہ دوسرا معنی اصطلاحی ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، گرم کا لفظی معنی زیادہ درجہ حرارت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ اس کے اصطلاحی معنی جنسی طور پر پرکشش لیے جاتے ہیں۔ کسی لڑکی کو گرم کہنا جنوبی ایشیاء میں اکثر صورتوں میں بے عزتی کے مترادف (Synonymy) سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اصطلاحات جیسے "Girl, Girlish" وغیرہ کو نسوانیت کو ظاہر کرنے کے ناپختگی اور بچگانے پن کی طرف دلالت کرتی ہیں۔

بنیادی طور پر، اس تعصب کو جنسی تعصب کی زبان کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ زبان جو عورتوں کے خلاف ان سے امید کیے جانے والے جنسی رول اور ان کے بارے میں بنائے گئے دقیانوسی

خیالات کی بنیاد پر تفریق کرے۔ حال ہی میں تانیثیت پرست اس طرح کے الفاظ کی مخالفت شروع کر چکے ہیں کیونکہ یہ الفاظ عورت کو جنسی چیز، ماں یا پرورش کرنے والے کے طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ وہ عورت کی جانچ پڑتال اور بے قدری بھی کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ عورت کو سنجیدگی سے نہیں لیتے اور ان پر جنس کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کر دیتے ہیں اور اس چیز کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ وہ کیا کر چکی ہیں اور کیا نہیں۔ مثال کے طور پر، اگر مرد اونچی آواز سے بات کریں تو اسے دوستانہ ماحول کہا جاتا ہے لیکن اگر عورتیں ایسا کرتی ہیں تو ان کی باتونی اور گپی کے طور پر بدنامی ہوتی ہے۔

غیر متعصبانہ زبان تخلیق کرنے کی کوشش میں، جہاں تک انگریزی کا تعلق ہے، تو تذکیر مرکزہ (Androcentric Generics) کی مخالفت کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں تانیثی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کے مرکزے اس مفروضہ پر مذکر کی طرف منسوب ہوتے ہیں کہ مونث اس میں خود بخود شامل ہو جاتی ہیں۔ تاہم یہ چیز عورتوں کو ایک سپیشل کیس یا نہیں پوشیدہ بنا دیتا ہے۔ پس، وہ تذکیر مرکزہ الفاظ کے لیے 'humanity, personnel, workforce' جیسے متبادل الفاظ دیئے جاتے ہیں۔ یہ مہم اس حد تک کامیاب ہو چکی ہے کہ سائنسی جرنلز جنسی تعصب کی زبان نہ استعمال کرنے کے حوالے سے ہدایات جاری کرتے ہیں۔ تاہم وہ نظریاتی قوتیں جو کہ عورتوں کو ماتحت کرتی ہیں کچھ زیادہ ست انداز سے بدل رہی ہیں[8]۔

زیادہ تر زبانوں میں جنس کو ظاہر کرنے کے طریقے موجود ہیں۔ مثال کے طور پر، انگریزی میں اگر ہم کہیں:

She went.

He went.

It went.

ضمیریں جیسے 'he' اور 'she' بالترتیب مذکر اور مونث جنس کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور 'it' غیر جنس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اردو، ہندی میں جملے اس طرح کے ہونگے:

وہ گیا۔

وہ گئی۔

اور تیسرے جملے 'it went' کا متبادل ہم نہیں حاصل کر سکتے کیونکہ اردو-ہندی میں ہر چیز کے لیے گرامری جنس موجود ہے۔ پس اگر ہم کہیں:

گرمی گئی' تو اس کی جنس گرامر کے لحاظ سے مونث ہے جبکہ جاڑا مذکر ہے۔ پس اگر ہم 'the winter went.' کہنا چاہتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ جاڑا گیا۔ تاہم 'winter' کے لیے ایک لفظ سردی بھی استعمال ہوتا ہے جو کہ مونث ہے۔ پھر جملہ اس طرح ہوگا: 'سردی گئی'۔

اب فارسی کو زیر غور لاتے ہیں۔

اورافت (وہ گیا/گئی)

اس زبان میں، نہ ہی ضمیر اور نہ ہی فعل کی صیغے جنس کو ظاہر کرتے ہیں۔ المختصر، مختلف زبانیں مختلف انداز سے جنس کو ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن زبان میں جنس کو ظاہر کرنے اور اس طریقہ میں جس کے تحت معاشرے میں عورتوں سے سلوک کیا جاتا ہے صرف زبان کے حوالے سے سمجھنے کے لیے بہت پیچیدہ ہے۔ فارسی زبان میں مرد و عورت دونوں کے لیے ایک ہی الفاظ استعمال کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے ساتھ معاشرے میں بھی ایک جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔

زبان اور جنس کے حوالے سے دوسرا پہلو عورتوں کی زبان (Women's Language ; WL) کا مطالعہ ہے۔ رابن لاکوف نے اس لحاظ سے کلاسیکی مطالعہ کیا۔ اس نے کہا کہ عورتوں کی زبان میں مخصوص خصوصی خاصیتیں پائی جاتی ہیں، جیسا کہ ٹیگ سوال، توضیحات پر ابھرتی آواز، اور 'charming' جیسے الفاظ وغیرہ [9]۔

خیال یہ تھا کہ اجتماعیت کے لحاظ سے عورتیں کمزور ہیں، اور اس لیے مضبوطی اور اختیار کی زبان کی بجائے ترغیب کی زبان کی استعمال کرتے ہیں۔ بعد میں کچھ سکالرز نے ترغیب دی کہ کہ عورتیں خوش گفتار ہونے کے حوالے سے زیادہ باہمی طور پر معاون ہیں اور دوسروں کی انا کی دیکھ بھال کرتی ہیں [10]۔ تاہم، مغربی سماجی لسانیات کی تحریروں میں، ان چیزوں کو ایک نیکی کے طور پر نہیں دیکھا جاتا۔ یہ عورتوں کے ساتھ ماتحت اور کمزور ہونے کے حوالے سے منسلک ہیں۔ اس وجہ سے کئی عورتیں زیادہ جارحانہ انداز میں بولنے کی کوشش کرتی ہیں جیسا کہ ان کے خیال میں مرد کرتے ہیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سٹائل کی اس قسم میں عورتوں کی زبان کی خاصیتیں موجود ہیں جس کا تعلق ہم ایک صدی پہلے کی لکھنؤ کی روایتی اپر کلاس سے جوڑتے ہیں۔ اس کو زنانہ سمجھنے کے بجائے شائستہ اور شریفانہ سمجھا جاتا تھا۔ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

تاہم، عورتوں کی زبان کی کچھ خصوصیات جنوبی ایشیاء کے ذیلی کلچروں میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے شواہد اردو شاعری کی ایک قسم ریختی سے ملتے ہیں ( یہ لفظ ریختہ نہیں ہے جو کہ اردو کا ایک نام ہے)۔ یہ شاعری مرد لکھتے تھے تاکہ عورتوں کی غیر موجودگی میں اس سے خود لطف اٹھا سکیں۔ پس وہ اصل عورتوں کو ظاہر کرنے کے بجائے اسٹیریو ٹائپ کو ظاہر کرتے تھے۔ تاہم، اس دور کی حقیقی عورتوں نے بعض سماجی حلقوں میں جو الفاظ استعمال کئے ان کو یہاں پر دوبارہ لکھا جا رہا ہے:

ہاریاں۔ یہ کسی چیز یا آدمی کے لیے نامنظوری کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

زناخی۔ مونث دوست

ناوج۔ نامنظوری ظاہر کرنے کے لیے

مردوا۔ آدمی (ناپسندیدگی سے استعمال)

اوئی۔ اوہ

ہائے۔ اوہ

اردو تحریروں میں نظر آنی والی عورتوں کی زبان مردوں کی زبان کی نسبت زیادہ شائستہ نہیں ہے۔ تاہم اس میں کچھ خاص فارسی اور عربی الفاظ ہیں جو کہ ایک ہی سماجی جماعت میں رہتے ہوئے مردوں کی بجائے صرف عورتوں نے استعمال کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے مصلحین مثلاً الطاف حسین حالی اور مولانا اشرف علی تھانوی خواہش کی کہ عورتوں کو معیاری اردو سکھائی جانی چاہیے جو کہ بیگماتی زبان کی بجائے پڑھے لکھے نوجوانوں کی زبان ہے[11] ۔ المختصر، ہندوستان کے مسلمان مصلحین نے عورتوں کی زبان کو جنس کی ضروری خاصیت کے طور پر نہ دیکھا۔ انہوں نے اسے ایک بری عادت کے طور پر دیکھا جس کو تعلیم اور تربیت کے ذریعہ بدلا جا سکتا تھا۔

اگرچہ یہ رسوا کن اور تذلیل کی گئی عورتوں کی زبان کی علامتیں شمالی انڈیا میں غائب ہو چکی ہیں، پھر بھی کچھ خاصیتیں ابھی بھی باقی ہیں۔ پاکستان اور انڈیا میں عورتیں 'اف، ہائے، ہائے میں مر گئی، ہائے اللہ، ہائے رام' وغیرہ استعمال کرتی ہیں۔

کچھ تاثرات جنسی تفریق کی طرف راغب ہوتے ہیں اور جنسی کرداروں کے لحاظ سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ ان کی طاقت اور حوصلہ کی کمی کے آئینہ کار کے طور پر تشریح کی جاتی ہے۔ ان کو تکلیف دہ صورتوں میں استعمال کیا جاتا ہے جبکہ مردوں سے یہ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ ان صورتوں کا مقابلہ بے حسی سے کریں گے۔ اس طرح کے الحاق کی وجہ سے، یہ تاثرات مغربی

عورتیں اتنے زیادہ استعمال نہیں کرتی جتنا کہ یہ وہ لوگ استعمال کرتے ہیں جو کہ روایتی ذیلی کلچروں میں رہتے ہیں۔

جنوبی ایشیاء کے علاقوں میں عورت کے بارے میں زبان کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ان کو غیر متعلقہ مرد سے چھپایا جاتا ہے۔ یہ الگ کرنے کا عمل، چاہے یہ برقعہ پہننے کی صورت میں ہو یا مردوں سے مناسب علیحدگی ہو، یہ دنیا کے مختلف حصوں میں روایتی ذیلی کلچروں کا حصہ ہے۔ اس کو زبان میں لفظ وائف کے لیے مختلف الفاظ لا کر ظاہر کیا جاتا ہے جو کہ اردو، پنجابی، پشتو اور انگریزی میں پاکستان میں استعمال ہوتے ہیں۔

اردو- اہل خانہ، گھر والے، اندرونِ خانہ

پنجابی- کروالے، کروں،

انگریزی- family, ladies

پشتو- کور ویلن، کور

مردوں میں الفاظ کی شائستگی دوسرے کی جوان مونث رشتہ داروں کا ذکر نہ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، ایک آدمی جو کہ دوسرے آدمی سے اس کی بیوی کی صحت کے بارے میں دریافت کرنا چاہ رہا ہے۔ اول تو یہ کہ وہ پوچھے گا ہی نہیں لیکن اگر وہ ایسا کرتا ہے، تو اس طرح کی کچھ حالتوں میں ہو گا (جیسا کہ پاکستان میں اس کے شواہد مل سکتے ہیں):

فیملی ٹھیک ہے؟

گھر والے ٹھیک ہیں؟

ہماری بہن ٹھیک ہیں؟

آپ کی مسز ٹھیک ہیں؟

زبان اور جنس کا میڈیا، کام کرنے کی جگہ، کلاس روم، اور دوسرے بہت سی قسموں کے بیانیوں سے تعلق کی بناء بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس میدان میں ریسرچ کا بہت سکوپ ہے کیونکہ جنوب ایشیائی معاشرے اسہال کی کیفیت میں ہیں اور اس معاملات پر بہت کم ریسرچ ہوئی ہے۔

## لسانیاتی شائستگی (Linguistic Politeness)

شائستگی کا اظہار زبان سے ہوتا ہے۔زبان کے علاوہ دوسرے تاثرات مثلاً مسکرانا، تعظیماً جھکنا، جسم کو موڑنا، ہاتھوں کو بند کرنا، سر کو نیچے کی طرف جھکانا، اور خوش دکھائی دینا بھی شائستگی کے اظہار کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان اشاروں کو باڈی لینگویج کہا جاتا ہے۔ یہ مختلف طرح کے رویوں اور جذبات کو ظاہر کرتے ہیں۔ تاہم ان سیکشن میں، ہم صرف لسانیاتی شائستگی کا مختصر تعارف دیں گے اور غیر لسانی تاثرات اس میں شامل نہیں ہونگے۔

لسانیاتی شائستگی کے حوالے سے کلاسیکی کام براؤن اور گلمین کا ہے جنھوں نے طاقت اور یک جہتی کی ضمیروں پر (1960) مشہور کام کیا۔ بنیادی طور پر، انہوں نے بحث کی کہ بنیادی طور پر ضمیروں کی دو بنیادی حالتیں ہیں: ایک 'تو' (tu) حالت ہے جبکہ دوسری 'ووس' (vos) حالت ہے۔ یہ دونوں لاطینی الفاظ ہے پہلے لفظ سے اردو میں مراد 'تم' جبکہ دوسرے لفظ کا اردو۔ ہندی متبادل 'آپ' ہے۔ وہ دعوی کرتے ہیں کہ 'تو' حالت سب کے لیے استعمال ہوتی تھی یہاں تک کہ رومی شہنشاہ دوسروں سے اتنا اعلیٰ وارفع ہو گیا کہ اس کا خصوصی مقام ظاہر کرنے کے لیے اس کے ساتھ جمعی حالت 'ووس' استعمال کی جانے لگی۔ جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ 'تو' والی حالت استعمال کرتے تھے تو وہ یک جہتی یا قربت دکھاتے تھے؛ جب وہ 'ووس' حالت کو استعمال کرتے ہیں تو وہ احترام کے ساتھ ساتھ فاصلہ بھی دکھا رہے ہوتے ہیں۔ جب ایک تو حالت استعمال کرے اور جواباً اسے ووس حالت موصول ہو تو، جس کے لیے تو کا استعمال ہوا ہو وہ اس کی نسبت جس کے لیے ووس کا استعمال ہوا ہو کم طاقت والا ہے۔ یہ ووس اور تو کا غیر معکوسی استعمال ہے۔ ہماری گروہوں کی درجہ بندی والے معاشروں میں، بچے اپنے بڑوں اور والدین کے لیے ووس حالت استعمال کرتے ہیں اور جواباً تو حالت موصول کرتے ہیں۔ اسی طرح نوکر بھی ووس حالت استعمال کرتے ہیں اور مالکوں سے تو حالت موصول کرتے ہیں۔

جیسے جمہوریت اور عقیدہ مساوات (Egalitarianism) انسانی مغربی معاشروں میں بڑھا، تو اور ووس کا غیر معکوسی (Non-reciprocal) استعمال کم ہونے لگا۔ آج کل، انگریزی اپنی تو حالت (ye) کھو چکی ہے اور اب ووس حالت (you) ہی ہر ایک کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ تاہم فرانسیسی میں، تو اور ووس حالتیں باقی ہیں، لیکن تو حالت کو دوستوں میں قربت اور برابری کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ عمومی طور پر معکوسی ہوتی ہے۔ کچھ مثالوں

میں جہاں پر یہ معکوس نہیں ہے، یہ فیملی حلقے تک محدود ہے جہاں پر والدین تو حالت استعمال کرتے ہیں اور اپنے بچوں سے ووس حالت وصول کرتے ہیں۔ تاہم، پبلک میں کام کرنے والا کے ساتھ ساتھ نوجوان لوگوں کے لیے بھی ووس حالت استعمال ہوتی ہے۔

تو اور ووس کے علاوہ، ناموں کے ساتھ تکریمی الفاظ اور القابات کا استعمال اور پہلے نام خود لسانیاتی شائستگی کا حصہ ہیں۔ امریکی انگریزی کے لحاظ سے پہلے نام بمقابلہ لقب اور آخری نام کے مظہر کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ یہ مطالعہ پہلے نام کے استعمال کو دوستانہ اور غیر رسمی پن کے ساتھ جوڑتا ہے [12] ۔ دوسرا مطالعہ کئی زبانوں میں ایڈریس کے نظام کا تجزیہ کرتا ہے، اور رائے پیش کرتا ہے کہ تو اور ووس کا استعمال اور اس طرح کے دوسرے آلات جو کہ لسانیاتی شائستگی کو ظاہر کرتے ہیں یہ دراصل طاقت کے اظہار کے ذریعے ہیں۔ تاہم، لسانیاتی علامتوں کے ایک سیٹ کو دوسرے کی بجائے چننے کی وجوہات ایک جیسی رہتی ہیں (یعنی قربت یا طاقت کا فرق ظاہر کرنے کی خواہش) اور اس طرح کرنے کا فیشن بدلتا رہتا ہے[13]۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ شائستگی کیا ہے۔

سکالرز نے اس کا جواب موزویت (adequacy) کی اصطلاحات میں دیا ہے یعنی ایڈریس کی وہ حالت جو کہ زیر غور کمیونٹی کے اصولوں کے ساتھ مطابقت میں ہے، اسے موزوں یا شائستہ (adequate or polite) تصور کیا جاتا ہے[14]۔ براؤن اور لیونسن شائستگی کی تعریف 'چہرے کی ضرورت' کے حوالے سے کرتے ہیں۔ بلا رکاوٹ ہونے کی خواہش (unimpeded) 'منفی چہرہ' ہے جبکہ قبول کیے جانے والا (approved) 'مثبت چہرہ' ہے[15]۔ میری اپنی شائستگی کی تعریف یہ ہے:

"شائستگی وہ ہے جسے مخاطب اپنے لیے پر لطف اور تسکین دہ محسوس کرے۔ یہ شخصی تاویل کا معاملہ ہے اور یہ ضروری طور پر زبانی یا غیر زبانی اشاروں میں سیاق وسباق کے حوالے کے حوالے کے بغیر مقید نہیں ہے۔"[16]

یہ تعریف تعامل کی موضوعیت (Subjectivity) پر زور دیتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر جوان لوگ اپنے دوستوں سے ملتے ہیں جو کہ ایک دوسرے کو چیخنے چلانے اور توہین آمیز الفاظ سے سلام کرتے ہیں، یہ گستاخی نہیں ہوگی کیونکہ اس کا مطلب ہو گا کہ دوست ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ مزید براں اگر آپ اپنے پروفیسر سے ملیں اور انہیں ان کے پہلے نام کے ساتھ مخاطب کریں جب کہ اس کا تعلق اس نسل سے ہے جس میں جوان لوگ تکریمی الفاظ

جیسے جی یا صاحب نام کے بعد اور ایک لقب جیسے پروفیسر یا ڈاکٹر نام سے پہلے استعمال کرتے تھے تو وہ صحیح ہو گا اگر وہ آپ نے پہلے نام سے مخاطب کرنے کو گستاخی اور عدم حساسیت سے تاویل کرتا ہے۔ دوسری طرف، مغربی ملک کا ایک پروفیسر جو کہ اپنے طلباء سے چاہتا ہے کہ وہ اسے پہلے نام سے مخاطب کریں تو وہ پہلے نام سے پکارے جانے کو اپنے ساتھ پر سکون یا آرام دہ ہونے کی علامت کے طور پر تاویل کرے گا۔

اس موضوع پر اپنے آرٹیکل میں، میں نے مفروضہ پیش کیا ہے کہ جنوب ایشیائی شہروں میں انگریزی استعمال کرنے والا چھوٹا سا اعلیٰ طبقہ اپنی شائستگی کے عام معیارات کے بارے میں حساس ہوئے بغیر اپنے بڑوں کے لیے پہلا نام استعمال کر رہا ہے۔ وہ یہ برابری، غیر رسمی پن اور تعامل کی سہولت کے نام کر رہے ہیں۔ تاہم، وہ یہ سب طاقت کے مقام سے کر رہے ہیں کیونکہ وہ بہت زیادہ پڑھے لکھے، مغربی طرز معاشرت اختیار کیے ہوئے ہیں (Westernized) اور اس طرح کے اداروں میں خدمات دیتے ہیں (این جی اوز، تھنک ٹینک، کارپوریٹ سیکٹر وغیرہ) جو کہ رویے کے علاقائی معیارات سے غیر جانبدار ہونے کے متحمل ہو سکتے ہیں[16]۔

تاہم لسانیاتی شائستگی اور طاقت کے درمیان تعلق کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ وقار کی اصطلاحات اس کو استعمال کرنے والی کمیونٹی کی طاقت کے مطابق بدلتی رہتی ہیں۔ مثال کے طور پر، جب برٹش نے جنوبی ایشیاء پر حاکمیت کرنا شروع کیا، تو پرانے القاب اور مخاطب کرنے کی حالتیں جو کہ پہلے عزت کی حامل تھیں، کم پروقار ہو گئیں اور برطانوی اصطلاحات وقار سے مزین ہو گئیں۔ ان اصطلاحات کی لسٹ ذیل میں دی گئی ہے۔

1850 کی دہائی میں شمال مغربی صوبوں میں انڈین اور برٹش اصطلاحات

| برٹش | مسلم | ہندو |
|---|---|---|
| ماسٹر صاحب | میاں جی | لالہ جی (بنیا یا کائستھ) |
| ٹیچر | ملا جی | نائی پانڈے |
| سر | منشی جی | پنڈت جی |
| مس (فی میل کے لیے) | شیخ صاحب | گرو جی |
| میڈم (فی میل کے لیے) | میر صاحب (شیعہ) | مہاراج جی |
| - | مرزا صاحب (مغل) | باجپائی جی |
| - | خان صاحب (پٹھان) | پروہت جی |

| | | |
|---|---|---|
| - | - | داو جی |
| ڈاکٹر صاحب | حکیم جی | وید جی |
| جج / جسٹس صاحب | قاضی جی | - |
| تھانیدار صاحب / پولیس آفیسر / ایس ایچ او | دروغہ جی | - |
| منسٹر | وزیر | دیوان |

Source: Reid 1852:81-82 and other sources

معاشرے کا زبان کے ساتھ تعلق کا مطالعہ دلچسپ ہے۔ یہ فیلڈ اتنی وسیع ہے کہ اس کو سمجھنے کے لیے برسوں کی ریسرچ کی ضرورت ہے۔ اس باب کا مقصد آپ کو بنیادی تصورات سے متعارف کروانا اور اپنی طور پر مزید ریسرچ کرنے کے لیے آپ کی آرزو کو ابھارنا تھا۔

# حوالہ جات


[1] C. A. Ferguson, "Diglossia revisited," *Southwest J. Linguist.*, vol. 10, no. 1, pp. 214–234, 1991.

[2] A. Gonzales, *The black border.* Applewood Books, 2010.

[3] R. I. McDavid, *Varieties of American English: Essays*. Stanford University Press, 1980.

[4] J. H. Hill, "Language, culture, and world view," *Linguist. Cambridge Surv. Vol. 4, Lang. Socio-Cultural Context*, vol. 4, p. 14, 1989.

[5] Berlin and Kay, *Basic Color Terms*. 1969.

[6] M. Mead, "Sex and temperament in three primitive societies.," 1935.

[7] L. Litosseliti, *Gender and language theory and practice*. Routledge, 2014.

[8] R. J. Cooper, *Language Planning and Social Change*. Cambridge University Press, 1989.

[9] R. Lakoff, "Language and woman's place," *Lang. Soc.*, vol. 2, no. 01, pp. 45–79, 1973.

[10] J. Coates, *Women talk. Conversation between women friends*. Wiley-Blackwell, 1996.

[11] G. Minault, "Begmati Zuban: Women's Language and Culture in Nineteenth-Century Delhi.," *India Int. Cent. Q.*, vol. 11, no. 2, pp. 155–170, 1984.

[12] R. Brown and M. Ford, "Address in American English," *J. Abnorm. Soc. Psychol.*, vol. 62, pp. 375–385, 1961.

[13] F. Braun, *Terms of Address: Problems of Patterns and Usage in Various Languages and Cultures.* New York and Berlin: Mouton de Gruyter, 1988.

[14] F. Braun and K. Schubert, *When Polite forms are Impolite, or what politeness Really is?* In Braun, 1988.

[15] P. Brown and S. Levinson, *Politeness: Some Universals in Language Use.* Cambridge: Cambridge University Press, 1987.

[16] T. Rahman, *Language, Education, and Culture.* Karachi: Oxford University Press, 1999.

# لسانی سیاست

سیاست کی تعریف طاقت کے تعاقب کے طور پر کی جاتی ہے۔ انسانوں کو کام کرنے کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ سب سے پہلے خوراک، حفاظت اور آرام گاہ کو محفوظ بنا کر بچے پیدا کرنے کے لیے۔ دوسرے نمبر پر اپنی بقاء کی ضروریات سے ہٹ کر مسرت آمیز تجربات، وقار کی علامتوں (اعلیٰ کاریں)، اور دوسری خوبصورت چیزوں کا حصول۔ اگر آپ کے پاس طاقت ہے تو آپ اپنی زندگی خوشگوار بنا سکتے ہیں۔ نیز آپ اپنے گاؤں، قصبہ اور ملک کو مزید آرام دہ بنا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر آپ میونسپلٹی میں چیرمین چنے جاتے ہو تو آپ اپنے علاقہ کے لیے روڈ اور سکول بنوا سکتے ہیں۔ اگر آپ وزیر اعظم بن جاتے ہیں تو آپ لاکھوں لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ تاہم لوگ طاقت کے تعاقب کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کیونکہ لوگ دوسروں کا حق چھین کر اس کا تعاقب کرتے ہیں اور کسی کی مدد کرنے کے بجائے اپنی، اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کوئی کسی کا کچھ بھی بھلا نہیں کر سکتا جب تک اس کے پاس طاقت نہیں ہے۔ مزید یہ کہ کمزور لوگوں پر دھونس جمائی جاتی ہے اور انہیں بد حال بنایا جاتا ہے۔ طاقت ہمیں اپنی خوشیاں برقرار رکھنے کے قابل بناتی ہے۔ یہ خوشی کے لیے ہوتا ہے کہ کوئی طاقت چاہتا ہے۔ بے شک طاقت کی تلاش اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے ورنہ ہمارا اختتام جنگ لڑنے پر ہوتا ہے جو سب کی خوشیوں کو کم کر دیتا ہے۔ دراصل جدید ہتھیار اتنے تباہ کن اور زہریلے ہیں کہ اگر ہم طاقت کے لیے لڑیں تو ہم پوری نسل انسانی کو ختم کر سکتے ہیں۔

### زبان اور طاقت (Language and Power)

لیکن زبان کا طاقت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ طاقت زبان کے ساتھ اتنے ذریعوں سے جڑتی ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اول یہ کہ ہم زبان یا زبانیں گورنمنٹ، عدلیہ، انتظامیہ، تعلیم، کامرس، میڈیا، فلم اور کارپوریٹ سیکٹر میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر ہم ان زبانوں کو جانتے

ہیں تو ہم ان شعبوں میں نوکری حاصل کرسکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم یہ زبانیں نہیں سیکھتے تو ہمیں پیچھے چھوڑ دیا جائے گا۔ کام کے ان شعبوں کو طاقت کے علاقے (Domains of Power) کہا جاتا ہے کیونکہ جدید ریاستیں اور پرائیوٹ سیکٹر ان کے ذریعہ حاکمیت کرتا ہے۔ طاقت کی زبانیں وہ ہیں جو جدید شعبوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ اس رائے کی آپ بھی قدر کرو گے کہ جنوبی ایشیاء میں طاقت کی سب سے بڑی زبان انگریزی ہے۔ اگر آپ انگریزی اچھی طرح جانتے ہیں تو بہت ممکن ہے آپ طاقت کے حلقوں میں داخل ہو جائیں۔ اگر آپ طاقت کے نچلے حلقوں میں استعمال ہونے والی دوسری زبانیں جانتے ہیں تو آپ نوکری تو حاصل کریں گے لیکن اتنی اچھی نہیں ہو گی۔ اگر آپ ایسی کوئی زبان نہیں جانتے جو کہ طاقت کے حلقوں میں استعمال ہوتی ہے تو عین ممکن تھا کہ آپ یہ کتاب نہ پڑھ رہے ہوتے۔ اس لیے اگر آپ اور آپ کے والدین کی دلی خواہش ہے کہ آپ انگریزی سیکھیں، تو وہ آپ کو بااختیار بنانا چاہتے ہیں۔ اور اگر ایک پورا گروہ اپنے آپ کو بااختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ طاقت والی زبان سیکھتے ہیں۔ جیسا کہ مسلم حکمرانوں، جن میں مغل بھی شامل ہیں، نے فارسی کو استعمال کیا، یہی وہ زبان تھی جسے برصغیر کے ان لوگوں نے سیکھا جو کہ طاقت کے حلقوں میں کام کرنا چاہتے تھے۔ کائستھ نام کی ایک ہندو جماعت فارسی میں بہت آگے بڑھ گئی اور انہوں نے اس زبان میں ادبی کلدنامے چھوڑے ہیں۔ جب برطانیہ نے انڈیا پر حکمرانی شروع کی، برصغیر کے لوگوں نے انگریزی سیکھی۔ راجہ رام موہن رائے نے، مثال کے طور پر، برطانوی حاکمیت سے درخواست کی کہ انڈیا والوں کو انگریزی سکھائی جائے۔ اسی طرح، نواب شاہ عبداللطیف اور سرسید احمد خان مسلمانوں سے چاہتے تھے کہ وہ انگریزی سیکھیں کیونکہ ان کی رائے میں، یہ اپنے آپ کو بااختیار بنانے کا بہترین ذریعہ تھا۔

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ طاقت اسم ضمیر کی مختلف حالتوں (آپ، تم، تو) کے ذریعہ ظاہر کی جاتی ہے اور یہ جنس کا حصہ ہے جو کہ زبان کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اب لسانی منصوبہ بندی (Language planning) (ایل پی) کو زبان استعمال کرنے کے ایک ذریعہ کے طور پر لیتے ہیں یا طاقت سے متعلقہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے زبان کو ناجائز طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

لسانی منصوبہ بندی کی اصطلاح مشہور ماہر لسانیات اینر ہاگن (Einar Haugen) نے مشہور کی۔ اس نے اس کی تعریف یوں کی:

"کثیر النوع معاشرہ میں مصنفین کی رہنمائی کے لیے تقعیدی رسم الخط، گرامر اور لغت تیار کرنے کی سرگرمی[1]"

مختصر یہ کہ لسانی منصوبہ ساز حروف تہجی بناتے ہیں۔ ڈکشنریاں لکھتے ہیں اور لوگوں کو بتاتے ہیں کہ زبان لکھتے یا بولتے وقت کن اصولوں کی پیروی کرنی چاہیے۔ بعض لوگ ایل پی کی سرگرمیاں کو مختلف سرخیوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ سرخیاں درج ذیل ہیں۔ ۱۔ منصوبہ بندی ۲۔ اکتسابی منصوبہ بندی ۳۔ منصوبہ بندی مواد

## رتبہ کی منصوبہ بندی (Status Planning) :

اس اصطلاح کا مطلب ہے ایک زبان کا رتبہ معلوم کرنا۔ رتبہ کا مطلب ہے آیا کہ یہ زبان قومی زبان کے طور پر استعمال ہوگی یا صوبائی، ابتدائی تعلیم کے لیے یا اعلیٰ تعلیم کے لیے یا انتظامیہ کی زبان کے طور پر وغیرہ وغیرہ۔ ایسے فیصلے حاکیت لیتی ہے اور حاکمیتی اہلکار اس پر عمل درآمد کرواتے ہیں۔ یہ اہلکار چاہے وہ ملٹری ہوں یا سویلین ایک ریاست کے لیے سامان کا کام سر انجام دیتے ہیں۔

پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ رتبہ کی منصوبہ بندی لسانی حکمت عملی کی طرح ہوتی ہے۔ اس حکمت عملی پر عمل درآمد حاکیت کے ذریعہ کروایا جاتا ہے۔ اگر کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے تو حاکیت اس کی مخالفت ختم کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کر سکتی ہے۔ بعض دفعہ تاہم حاکیت مفاہمت سے کام لے کر حکمت عملی میں تبدیلی کر لیتی ہے۔

## اکتسابی حکمت عملی (Acquisition Planning):

اکتساب سے مراد ایک زبان کو سیکھنا یا حاصل کرنا ہے۔ اگر ایک زبان سیکھائی جاتی ہے یا یہ ٹی وی ریڈیو وغیرہ پر استعمال ہوتی ہے تو لوگ اسے حاصل کرتے ہیں۔ ایسی حکمت عملی جس کے تحت زبان حاصل کرنے والوں کی تعداد کو بڑھایا جائے اسے اکتسابی حکمت عملی کہتے ہیں۔ آج کل اسے لسانی انتقال (Language Shift) کہتے ہیں۔ بعض دفعہ لوگ ایک زبان اچھی نوکری، معاشرتی مراعات یا سیاسی طاقت کے لیے اس حد تک سیکھتے ہیں کہ وہ اپنی زبان بھول جاتے ہیں۔ بعض حالتوں میں لوگ اپنی اصل زبان کو مکمل طور پر بھول جاتے ہیں اس واقعہ کو مرگ

زبان (Language Death) کہتے ہیں۔ آئر لینڈ میں آئرش گیلک (Irish Gaelic) جو کہ برطانیہ کے آئر لینڈ فتح کرنے سے پہلے اس علاقے کی زبان تھی، اب یہ مرچکی ہے۔ لوگوں نے انگریزی زبان اپنالی۔ ویلز میں بھی یہی واقعہ پیش رونما ہوا۔ تاہم ویلز میں بعض لوگوں نے ویلش کے استعمال کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی۔ اس عمل کو مقلوب لسانی انتقال (Reversing Language Shift) کہتے ہیں۔ اس کا تفصیلی مطالعہ اگلے باب میں ہو گا۔

بعض لوگ اکتسابی حکمت عملی کو منصوبہ بندی مقام گردانتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ایک زبان کو تعلیم اور میڈیا میں استعمال کرنے کا فیصلہ دراصل منصوبہ بندی مقام ہے۔ یہ زبان استعمال کرنے والوں کی تعداد بڑھا دیتی ہے۔ اس لیے اکتسابی حکمت عملی اور منصوبہ بندی مقام ایک ہی چیز ہیں۔

منصوبہ بندی مواد (Corpus Planning)

اس کا مطلب ہے ایک زبان میں حکمت عملی کے تحت تبدیلیاں کرنا۔ مثلاً زبان کا رسم الخط تبدیل کرنا، الفاظ کے ہجے مقرر کرنا یا بعض الفاظ کو خارج کرنا۔ منصوبہ بندی مواد کی دو بڑی سرگرمیاں ہیں۔ ا۔ معیار بندی ۲۔ تجدد

معیار بندی (standardization) کا مطلب ہے ایک معیار مقرر کر دینا۔ ماقبل جدید معاشروں میں کوئی طے شدہ معیار نہیں ہے کچھ لوگ زبان کی ایک نوع استعمال کرتے ہیں تو جبکہ دوسرے لوگ زبان کی دوسری نوع استعمال کرتے ہیں۔ حقیقت میں چند میل کے فاصلے پر زبان بدل جاتی ہے۔ زبان اگرچہ تحریری ہوتی ہے اس کے ہجے طے شدہ نہیں ہوتے۔ تحریر کے دوسرے اصول جیسے نیم وقفہ لگانا یا وقفہ کامل لگانا وغیرہ بھی تغیر پذیر ہو سکتے ہیں۔ جب ایک معاشرہ جدید ہو جاتا ہے تو اسے طے شدہ معیار کی ضرورت ہوتی ہے۔ چھاپہ خانے لاکھوں تحریری صفحات مختلف علاقوں کے لوگوں کے لیے چھاپتے ہیں۔ اگر علاقوں کے لحاظ سے لوگوں کے ہجے مختلف ہوں تو پریس کو الگ الگ چھاپنا بہت مہنگا پڑتا۔ مزید براں یہ ایک صنعتی ملک میں غلط فہمی کا سبب بنتا جہاں ایک ہی چھپا ہوا لفظ پورے ملک میں استعمال ہوتا ہے۔ پس زبان کی مختلف تنوعات میں سے ایک تنوع کی معیار بنا دیا جاتا ہے۔ ہجے مقرر کر دیے جاتے ہیں اور رموز و اوقاف کے اصول کا فیصلہ کر لیا جاتا ہے۔ یہ معیاری لسانیاتی اصول، لغات، گرامری کتب اور رہنما کتب میں

لکھے جاتے ہیں۔ یہ سکولوں اور دوسرے تربیتی اداروں میں سکھائے جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جدید ریاست کا پورا نظام تعلیم جداگانگی ختم کر کے یکسانیت لانے کی کوشش کرتا ہے۔

منصوبہ بندی مواد کی دوسری بڑی سرگرمی تجدد (Modernization) ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا معیار بندی تجدد کا حصہ ہے۔ فرہنگ جدید بنانے کا عمل تولفظیت یا لغوی جدیدیت کہلاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان تصورات اور چیزوں کے لیے اصطلاحات تخلیق کرنا جن کا وجود اس زبان میں نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ نے پہلے پڑھا ہر زبان کا ایک مقصد اس کلچر کی حقیقت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ جس میں اس کی تخلیق ہوئی۔ سرائیکی اور عربی زبانوں میں اونٹ کے لیے کئی ایک الفاظ موجود ہیں کیونکہ اونٹ یہ زبانیں بولنے والوں کے لیے بہت اہم ہے۔ جو معاشرے جہاز، کار، راکٹ یا کمپیوٹر وغیرہ بناتے ہیں وہ ان کے لیے الفاظ بھی بناتے ہیں۔ وہ پہلے سے موجود الفاظ کے معانی بدل دیتے ہیں یا پھر وہ دوسری زبانوں سے الفاظ ادھار لے کر ان کو نئے تصورات دیتے ہیں۔ یہ تولفظیت یا لغوی جدیدیت (Lexical Modernization or Neologism) ہے۔

منصوبہ بندی مواد کی دوسری سرگرمیاں بھی ہیں جیسا کہ زبان کو بعض الفاظ سے صاف کرنا، رسم الخط بدلنا، یا نیا سکرپٹ بنانا وغیرہ۔ اگر آپ اس بارے میں مزید سیکھنا چاہتے ہیں تو (Cooper 1989) پڑھیں[2]۔

## لسانی منصوبہ بندی اور سیاست (Language Planning and Politics)

بظاہر، یہ اوپر بیان کی گئی تمام سرگرمیاں زبان کے بارے میں ہیں۔ تاہم، تھوڑا سا مشاہدہ آپ کو بتائے گا کہ آپ سیاست سے جڑے ہوئے ہیں۔ پاکستان اور انڈیا دونوں ممالک میں مغرب زدہ اعلیٰ طبقہ انگریزی استعمال کرتا ہے۔ وہ انگریزی جانتے ہیں پس یہ ان کے فائدہ میں ہے کہ وہ طاقت کے حلقے میں اسے استعمال کرتے رہیں۔

فرانس میں فرانسیسی اکادمی نے (Parisian French) کو پورے فرانس کی معیاری زبان قرار دیا۔ اس کا سیاسی فائدہ یہ حاصل ہوا کہ دوسری فرانسیسی تنوعات اور زبانیں اس لحاظ سے کم معیار دیہاتی بولیوں میں تبدیل ہو گئی۔ کوئی شخص بھی اعلیٰ سماجی مقام اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا تھا جب تک اسے یہ زبان نہ آتی تھی۔ دوسرا یہ کہ فرانس کو فرانسیسی زبان کے ذریعہ متحد کیا

گیا۔ اس طرح ایک طرف تو انہوں نے اپنے اقتدار کو یہ کہہ کر مضبوط کیا کہ فرانس میں ہر کوئی فرانسیسی بولتا ہے جبکہ دوسری طرف چونکہ دیہاتی بولیاں کم تر سمجھی جانے لگی اس لیے عوام کو اقتدار سے دور رکھا۔ اگرچہ ذہین طلبہ معیاری فرانسیسی سیکھ سکتے تھے۔ مگر یہ بیسویں صدی تک ممکن نہ تھا۔ اس کے بعد سکول کی تعلیم ہمہ گیر ہو گئی۔

## نسلی سیاست اور زبان (Ethnic Politics and Languages)

حاکمیتی امرا کی بعض پالیسیوں کو بعض اوقات اقتدار سے محروم لوگ چیلنج کر دیتے ہیں۔ ان چیلنج کرنے والوں کو بعض دفعہ پیش اشرافیہ (Proto-Elite) کہا جاتا ہے۔ جدید دنیا میں ان کے رہنما دانشور اور پڑھا لکھا طبقہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے علامت کی ضرورت ہوتی ہے بعض اوقات یہ علامت مذہب ہوتی ہے جبکہ اکثر اوقات یہ زبان ہوتی ہے۔ زبان وحدت کا احساس دیتی ہے۔ یہ شناخت دینے والی چیزوں میں سے ایک ہے۔ حاکمیت مخالف لوگ زبان کی بنیاد پر پریشر گروپ بناتے ہیں۔ کچھ لوگ محسوس کرتے ہیں کہ اگر ان کی اپنی زبان طاقت کی اقلیم میں استعمال ہوتی تو انہیں فائدہ حاصل ہوتا۔ اس طرح نسلی قومیت (Ethno-nationalism) یا نسلیت پرستی (Ethnicity) پیدا ہوتی ہے۔

بعض لوگ محسوس کرتے ہیں کہ نسل پرستی ماضی میں واپس لے جانے کا عمل ہے۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ ماضی میں لوگ نسل اور مذہب کے لحاظ سے اپنا تعارف کرواتے تھے۔ جبکہ جدید لوگ قومیت پرست ہیں۔ یہ اساسی نظریہ نسل پرستی (Primordialist Theory of Ethnicity) کہلاتی ہے۔ یہ نظریہ دعویٰ کرتا ہے کہ زبان ایک اساسی بندھن (Primordial bond) ہے جس پر زور دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسے کبھی پس پشت نہیں ڈالا گیا۔ دوسرے لوگ دلیل دیتے ہیں کہ یہ جدیدیت ہے جو لوگوں کو نسل پرستی پر زور دینے کے لیے اکساتی ہے۔ جدید ریاست میں نوکری اور طاقت کے لیے بہت زیادہ مقابلہ ہے۔ اگر لوگوں کا ایک گروہ محسوس کرتا ہے کہ انہیں اشیا، طاقت، اور سروس میں مناسب حق نہیں ملتا تو وہ مظلوم محسوس کرتے ہیں۔ لوگوں کو متحرک کرنے کے لیے زبان کو ایک علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور لوگوں میں مشترک شناخت پیدا کرتے ہیں۔ یہ متحرک لوگ پریشر گروپ بن جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ زبان کی بنیاد پر نسل پرستی جدید حالات کا نتیجہ ہے۔ یہ نسل پرستی کا آلاتی نظریہ (Instrumental theory of Ethnicity) ہے۔

یہ سچ ہے کہ جدید حالات نسل پرستی پر زور دیتے ہیں لیکن لسانی تحریکوں میں موجود لوگوں کے اساسی اور آلاتی دونوں محرک ہوسکتے ہیں۔ لوگ محسوس کرسکتے ہیں کہ ان کا کلچر جس کی علامت زبان ہے ان سے چھینا جارہا ہے۔ یہ ایک جذباتی وجہ ہے وہ یہ بھی محسوس کرسکتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے دوسرے گروپ کی طاقت اور پیسہ کے مقابلے میں پیچھے رہ جائیں گے۔ یہ آلاتی وجوہات ہیں۔

اگر آپ پاکستان اور انڈیا میں زبان کی بنیاد پر نسلی تحریکوں پر غور کریں تو مختلف نظریات کو بہتر انداز سے بیان کیا جاسکتے ہیں[3]۔

## مواد کی منصوبہ بندی اور سیاست (Corpus Planning and Politics)

یہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ لوگ ایک رسم الخط سے منسلک ہوسکتے ہیں وہ اس کو اپنی شناخت کا حصہ قرار دے کر اس میں تبدیلی ناپسند سکتے ہیں۔ یہ بھی بیان کردینا چاہیے کہ جب نئے الفاظ بنتے ہیں تو ان کے صرفیے ان لوگوں کے سیاسی نظریات کے مطابق ادھار لیے جاتے ہیں۔ پس جب جدید ہندی کی بنیاد رکھی گئی تو لسانی منصوبہ سازوں نے اس میں سنسکرت الاصل الفاظ اس میں شامل کئے اور اس کو ہندوستان کی علامت بنادیا۔ پاکستان کی سرکاری پالیسی اسلام اور پاکستانی شناخت پر زور دینا ہے۔ اس طرح جو نئی اصطلاحات پاکستان میں بنیں ان کو عربی اور فارسی سے ادھار لیا گیا۔ مثال کے طور پر جب پیپر کا اردو ترجمہ کیا جاسکتا تھا جبکہ اس کو قرطاس ابیض ترجمہ کیا گیا۔ یہ دونوں الفاظ عربی سے ماخوذ ہیں۔ (قرطاس کا مطلب ڈاکومنٹ جبکہ ابیض کا مطلب سفید) دوسری طرف نسلیاتی قومیت کے لسانی منصوبہ ساز اپنی آبائی جڑوں کو ظاہر کرنے کے لیے مقامی زبانوں کے صرفیے استعمال کرتے ہیں۔ درج ذیل میں پاکستان میں اس کی بنیاد پر بنائے گئے الفاظ کی مثالیں دی جارہی ہیں۔

## PUNJABI

| Word commonly used | Punjabi Coinage | Meaning |
|---|---|---|
| *lafz* | *akhar* | word |
| *salana* | *varhe var* | yearly |
| *bhejna* | *ghalna* | to send (a letter) |
| *sailab* | *harh* | flood |
| *taqreeb* | *ikath* | gathering |

## PASHTO

| Word commonly used | Pashto coinage | Meaning |
|---|---|---|
| *sumreen* | *dub mako* | submarine |
| *vai jaaz* | *alvatak* | aeroplane |
| *profesar* | *pohand* | professor |
| *dastkhat* | *las lik* | signature |
| *rasmulkhat* | *lik dud* | script |

## BALUCHI

| Word commonly used | Baluchi coinage | Meaning |
|---|---|---|
| *mauzu* | *bangapp* | subject |
| *lavz, labz* | *gal* | word |
| *lahja, boli* | *galwar* | dialect |
| *kitab* | *wanagi* | book |
| *film* | *tamur* | film |

## SINDHI

| Word commonly used | Sindhi coinage | Meaning |
|---|---|---|
| *brake* | *hawai brake* | air brake |
| *horn* | *narghat* | air horn |
| *automatic* | *khudkar* | automatic |
| *seedha hath* | *sajir* | right hand drive |
| *ulta hath* | *kabir* | left hand drive |

**SIRAIKI**

| Word commonly used | Siraiki coinage | Meaning |
|---|---|---|
| *ilm* | *bhum* | knowledge |
| *alim* | *bhum val* | intellectual, erudite person |
| *lisaniyat* | *boli bhum* | linguistics |
| *radio* | *sur vaja* | radio |
| *atom bomb* | *suth gola* | nuclear bomb |

نتیجے کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کہ لسانی منصوبہ بندی سیاست سے منسلک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبان، رسم الخط، اور الفاظ کے مباحث صرف انہی چیزوں کے بارے میں نہیں ہیں بلکہ یہ اختلاف ان چیزوں کی وجہ سے ہیں جو اس سے بہت گہری ہیں۔ اصل تنازع زندگی کے طریقہ، سوچنے کے انداز، کس کو کیا ملنے والا ہے، کے بارے میں ہے۔ یہ مخاصمت صرف زبان کے بارے میں نہیں ہے۔

# حوالہ جات

[1] E. Haugen, "Planning for a Standard language in Modern Norway," *Anthropol. Linguist.*, vol. 1, no. 3, pp. 8–21, 1959.

[2] R. J. Cooper, *Language Planning and Social Change*. Cambridge University Press, 1989.

[3] T. Rahman, *Language and politics in Pakistan*. Oxford University Press, USA, 1996.

# زبان کی موت

زمین پر انسانی وجود لگ بھگ ایک کروڑ سال سے موجود ہے۔ زبان کے آغاز وارتقاء کی حقیقت سے لاعلمی کے باوجود تمام معلوم معاشروں نے زبان کو استعمال کیا ہے۔ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ماقبل تاریخ ادوار میں دس ہزار سے پندرہ ہزار تک زبانیں موجود تھیں۔ زبانیں ہمیشہ اس وقت مریں جب ان کے اسپیکر مر گئے یا انہوں نے دوسری زبانیں استعمال کرنا شروع کر دیں۔ ماضی میں زمین کے بڑے حصے پر بولی جانے والی عظیم زبانیں آج صفحہ ہستی سے غائب ہو چکی ہیں۔ آج زبانیں ماضی کی نسبت تیزی سے غائب ہو رہی ہیں۔ اب بھی ہمارے پاس قریباً چھے ہزار سے زائد زبانیں موجود ہیں لیکن تیزی کے ساتھ قریب المرگ ہو رہی ہیں۔ محققین اس بات پر متفق ہیں کہ کم از کم ایک پاکستانی زبان (بادیشی) مر چکی ہے، دوسری زبان (دوماکی) قریب المرگ ہے، جبکہ تین زبانیں (چلیسو، گورو اور اوشوجو) اتنی کمزور ہیں کہ اگر ان کی صحت یابی کے لیے کچھ نہ کیا گیا تو وہ مر جائیں گی[1]۔

زبان کی موت بنیادی طور پر دو طریقوں سے واقع ہوتی ہے۔ زبان کا آخری اسپیکر مر جائے یا زبان کے ناطق دوسری زبان کی طرف منتقل ہو جائیں۔ اس مظہر کو لسانی انتقال (Language Shift) بھی کہتے ہیں[2]۔ لوگ بیرونی دباؤ کے بغیر مادری زبان سے دوسری زبانوں کی طرف منتقل نہیں ہوتے۔ دوسری زبانوں میں منتقلی کی سب سے بڑی وجہ مادری زبان میں تعلیم یا نوکری کی عدم موجودگی ہے۔ تاریخ میں ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی گروہ پر مادری زبان استعمال کرنے کی قدغن لگا دی گئی۔ لیکن آج بعض زبانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان سے توہین آمیز سلوک کیا جاتا ہے۔ ایسے میں لوگ نوکری، تعلیمی نظام، میڈیا، کامرس، اور قابلِ احترام کمپنیوں میں استعمال ہونے والی زبان کو ترجیح دیتے ہیں۔ پس زبان مرتی نہیں ہے بلکہ اس کو مارا جاتا ہے۔ یعنی وہ حالات پیدا کر دیے جاتے ہیں جن میں لوگوں کو مادری زبان سیکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ان کا معاشی و معاشرتی معیار گر جانے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو کمتر سمجھنا

شروع کر دیتے ہیں۔ یوں ایک معاشرہ اپنی زبان چھوڑ کر غاصب زبان اختیار کر لیتا ہے۔ اس عمل کو لسانی نسل کشی بھی کہا جاتا ہے [3]۔

آج زبانوں کے مرنے کی سب سے بڑی وجہ عالمگیریت اور جدیدیت ہے۔ جدیدیت کے باعث لوگ متحرک و تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور اپنے آبائی پیشوں اور قصبوں کو چھوڑ کر شہروں کو پر ہجوم بنا دیتے ہیں۔ شہری ملازمتیں انہیں مجبور کرتی ہیں کہ وہ اپنی مادری زبان چھوڑ کر قومی یا دوسری طاقتور غالب زبانوں کو استعمال کریں اور استعمال کرنا سیکھیں۔ چونکہ سکول بھی زبانیں سکھاتے ہیں اور میڈیا انہیں زبانوں کو استعمال کرتا ہوتا ہے اس لیے انہیں اپنے آپ کو نئی زبان کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے۔ جدیدیت کے زیر اثر شروع ہونے والے اکثر رجحانات کی عالمگیریت کے زیر اثر پذیری بہت بڑھ گئی ہے۔ بہتر ذرائع ابلاغ کی وجہ سے انسان تاریخ نسل انسانی میں متحرک ترین دور سے گزر رہا ہے۔ انٹرنیٹ، ٹی وی، مختلف علاقوں اور ممالک میں سفر کی سہولت کی وجہ سے لوگ زیادہ تیزی سے غالب زبانوں کی طرف تبادلہ کر رہے ہیں۔

پاکستان میں اردو اور انگریزی بڑی زبانیں ہیں جو دوسری چھوٹی زبانوں پر دباؤ ڈالتی ہیں۔ اسی طرح دنیا کے ہر حصے میں کوئی نہ کوئی زبان دوسری زبانوں کے لیے خطرہ بن رہی ہے۔ یونیسکو نے اقلیتی زبانوں میں تعلیم کی تائید کے بارے میں ایک پوزیشن پیپر 2003 میں شائع کیا اور کثیر اللسانی تعلیم کے موضوع پر ایک کانفرنس نومبر 2003، بنکاک میں منعقد ہوئی۔ اسی موضوع پر دوسری بڑی کانفرنس بنکاک میں جولائی 2008 میں منعقد ہوئی جس میں شرکاء کی کثیر تعداد نے اس تجویز کی تائید کی کہ بچوں کو مادری زبانوں میں تعلیم دینے سے ان زبانوں کو مرنے سے بچایا جا سکتا ہے۔

اس مقام پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ہمیں زبانوں کو مکمل طور پر معدوم ہونے سے بچانا چاہیے؟ اس سلسلہ میں ایک نقطہ نظر یہ پایا جاتا ہے کہ زبانوں کی کثرت کسی بھی ملک کے لیے سماجی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی پیچیدگیوں کا باعث بنتی ہے کیونکہ ان زبانوں کو سیکھنے سکھانے، اور ان کے تخلیقی افق کو اس دور کی ضروریات کے مطابق وسیع رکھنے کے لیے ان پر زر کثیر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ مزید یہ کہ ان زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے والے افراد کو مطالعاتی مواد، اساتذہ، اور نوکریوں کی ضرورت ہوگی اس کے بغیر ان زبانوں کو سکھانا اور فروغ دینا ممکن نہیں ہوگا۔ یہ اور اس جیسی دوسری بہت سی پیچیدگیوں کی وجہ سے بعض لوگ کثیر لسانی معاشرہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ بعض لوگ اس نقطہ نظر کے بھی قائل ہیں کہ ایک سرکاری قومی زبان کے ساتھ دوسری

علاقائی زبانوں کا وجود بھی باقی رہنا چاہیے لیکن یہی علاقائی زبانیں بالآخر ثقافتی علامت بنا کر ابھاری جاتی ہیں اور اسی کی بنیاد پر مخالفت کا آغاز کیا جاتا ہے۔ ایک عالمی زبان کی تائید کرنے والے صرف انگریزی کو عالمی زبان کے طور پر دیکھتے ہیں۔ جبکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نو آبادیاتی علاقوں میں بولی جانے والی انگریزی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بہر صورت ایک زبان کی حاکیت دوسروں میں احساس کمتری کا جذبہ ابھارتی ہے جس سے کمزور معاشرتی طبقے مزید غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔

ڈیوڈ کرسٹل نے دنیا میں لسانیاتی تنوع کو محفوظ بنانے کے لیے درج ذیل پانچ وجوہات دی ہیں:

1. تنوع ہماری ضرورت ہے۔
2. زبانیں شناخت کا اظہار کرتی ہیں۔
3. زبانیں علم کے ذخائر ہیں۔
4. زبانیں مجموعی انسانی علم میں حصے دار ہیں۔
5. زبانیں اپنے آپ میں دلچسپ ہیں[4] ۔

اس مقام پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا زبانوں کو محفوظ کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب اندرونی بے چینی کے ساتھ یوں دیا جا سکتا ہے کہ ہاں، ماضی کے برعکس آج زیادہ تعداد میں اور زیادہ موثر انداز میں زبانوں کو محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے لیے مقامی انسانی شناخت، لسانیاتی قابلیت اور عالمگیر باہمی انحصاریت کی بنیاد پر قائم منصوبوں کے اجراء کی ضرورت ہوگی[5] ۔

زبانوں کو محفوظ کرنے کا سب سے بہترین طریقہ ان کو ذریعہ تدریس بنانا ہے۔ اس سے ایک طرف اس زبان میں پیچیدہ تصورات کی ترسیل بہتر ہو جاتی ہے تو دوسری طرف بچے اپنی زبان اور شناخت کی عزت کرنے لگتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اساتذہ اور بچوں کے دوسرے رول ماڈل لوگوں کو بھی لازمی طور پر اپنی زبان اور کلچر کا احترام کرنا ہوگا وگرنہ طلباء اپنی زبانوں کو ناپسندیدہ اور اضافی بوجھ تصور کریں گے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پر لسانی پالیسی تعلیمی پالیسی سے مل کر سماجی نفسیات اور فن تدریس کے بنیادی ڈھانچے کی تشکیل کرتی ہے۔

# حوالہ جات

1. RAHMAN, T. Urdu as an Islamic Language. **Annual of Urdu Studies**, v. 21, p. 101-119, Jan 2006.
2. WINFORD, D. **An introduction to contact linguistics**. [S.l.]: Wiley-Blackwell, 2003.
3. SKUTNABB-KANGAS, T. Linguistic genocide: Tribal education in India. **Indian Folklife**, n. 32, 2009.
4. CRYSTAL, D. **Language death**. [S.l.]: Ernst Klett Sprachen, 2000.
5. FISHMAN, J. A. **Can threatened languages be saved.** [S.l.]: Clevedon: Multilingual Matters , 2001.

# تدریسی لسانیات

تدریسی لسانیات سے مراد ایک زبان کا تعلیم میں استعمال ہے۔ یہ در حقیقت بہت وسیع موضوع ہے۔ لسانیاتی منصوبہ بندی کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے اکتسابی منصوبہ بندی کا حوالہ دیا تھا[1]۔ اکتسابی منصوبہ بندی صرف زبان سیکھنے کا عمل نہیں ہے بلکہ یہ اس کا بہت اہم حصہ ہے۔ تعلیم کے ساتھ، دوسرے ذرائع مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم، گیت، کھیل اور دوسری گیمز کے ذریعہ ایک زبان کو جاننے والے افراد کی تعداد بڑھانے کی منصوبہ بندی کی جا سکتی ہے۔ بے شک، سکولوں میں سکھائی جانے والی تعلیم ایک زبان پھیلانے کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ لیکن زبان سکھانا کسی طرح سے بھی سادہ معاملہ نہیں ہے۔ یہ اتنا پیچیدہ ہے کہ لسانیات کی باقاعدہ شاخیں ہیں جو فارن لینگویج ٹیچنگ، سیکنڈ لینگویج ٹیچنگ، اور کلاسیکل/ڈیڈ لینگویج ٹیچنگ وغیرہ سے بحث کرتی ہیں۔ جنوبی ایشیاء کے سیاق وسباق میں کالج جانے والے اکثر لوگوں نے ای ایل ٹی (انگلش لینگویج ٹیچنگ، تدریس زبانِ انگریزی)، ای ایس پی (انگلش فار سپیشل پرپزیز، انگریزی برائے خاص امور)، ٹیفل (ٹیچنگ آف انگلش ایز فارن لینگویج، تدریس زبانِ انگریزی بطور غیر ملکی زبان) وغیرہ کا نام سنا ہوگا۔ پاکستان میں 'سوسائٹی آف پاکستان انگلش لینگویج ٹیچرز' (سپیلٹ) ذکیہ سرور کی سرپرستی میں 1984 میں قائم ہوئی تھی[2]۔

## تدریسی لسانیات میں مباحث (Debates in Educational Linguistics)

تدریسی لسانیات کے حوالے سے کئی ایک مباحث پائی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ کسی کے زبان ثانوی یا فارن ہونے کے حوالے سے واضح اتفاقِ رائے نہیں پایا جاتا۔ جرمن بلاشبہ پاکستان کے لحاظ سے فارن لینگویج ہے کیونکہ یہ ملک کے کسی حصے میں بھی استعمال نہیں کی جاتی۔ اگر آپ اسے سیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو مخصوص اداروں میں جانا پڑے گا جو اس زبان میں کورسز آفر کرتے ہیں۔ لیکن انگریزی میڈیا، تدریسی اداروں، مسلح افواج کے آفیسر حلقوں، اعلیٰ عدلیہ، اعلیٰ

بیوروکریسی وغیرہ میں استعمال ہوتی ہے۔ بعض لوگ اسے عام گفتگو میں بھی اچانک استعمال کرنے لگتے ہیں کیونکہ وہ اس میں رواں ہوتے ہیں۔ اس طرح کیا انگریزی فارن لینگوتج کی بجائے ثانوی زبان ہوگی؟ زیادہ تر ای ایل ٹی نظریہ دانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ درحقیقت انگلش زیادہ تر جنوبی افریقہ کے لحاظ سے ثانوی زبان ہے اور ٹیسل (ٹیچنگ آف انگلش ایز اے سیکنڈ لینگوتج، تدریس انگریزی بطور ثانوی زبان) میں استعمال ہونے والے طریقہ کار استعمال کرتے ہوئے سکھائی جانی چاہیے۔ یہی کچھ انڈیا اور پاکستان میں پچھلی صدی کے آخری ربع میں ہوتا رہا ہے۔ تاہم یہ حقیقت واضح رہتی ہے کہ ہمارے معاشرے گہرائی سے تقسیم ہیں اور انگریزی سے براہ راست تعلق رکھنے والی جماعت صرف شہروں میں پائی جاتی ہے اور وہ بھی صرف اعلیٰ سماجی و معاشی مقام پر پائی جاتی ہے۔ آخر کار، یہ صرف امیر اور طاقتور ہی ہیں جو گھر اور سکول دونوں جگہوں پر انگریزی کا سامنا کرتے ہیں۔ لیکن عام لوگوں کے لیے اردو اور ہندی ایک ثانوی زبان ہو سکتی ہے جبکہ انگریزی ایک فارن لینگوتج ہوگی۔ تاہم اس سلسلہ میں ماہرین لسانیات میں اس بات پر اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ اگر ایک ملک ایک غیر ملکی زبان کو اپنے مختلف علاقوں میں استعمال کرتا ہے تو یہ فارن لینگوتج ہونے کی بجائے ثانوی زبان ہوگی۔ پس حتمی تجزیہ میں ہم ان چیزوں کا روایت اور باہمی اتفاقِ رائے سے فیصلہ کرتے ہیں اگرچہ اس میں پریشان کرنے والے اندیشے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی چیز کا حتمی فیصلہ ہو چکا ہے کیونکہ سائنسی جذبہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم مسلسل چھان بین کرتے رہیں، سوالات پوچھتے رہیں اور اپنی دلچسپی برقرار رکھیں۔

## کیا ہم اپنی زبان سے آغاز کر کے دوسری زبانیں بہتر طور پر سیکھتے ہیں؟

ایک اور سوال یہ ہے کہ کیا ہم دوسری زبانیں بہتر طور پر سیکھتے ہیں اگر ہم جتنا جلدی ممکن ہو سیکھنا شروع کر دیں یا پھر اپنی پہلی زبان (مادری زبان) سیکھنے ان میں اس وقت مہارت حاصل کریں؟ جنوبی ایشیاء کے زیادہ تر شہروں میں واقع انگلش میڈیم سکول بڑے فخر سے ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ بچوں کو سکول میں علاقائی زبانیں بولنے کی اجازت نہیں دیتے۔ حتی کہ چھوٹے بچوں کو بھی انگریزی بولنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور اسے بہت بڑا امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ اس کی متلقط یہ ہے کہ بچے ٹارگٹ لینگوتج یعنی انگریزی میں اپنی ابتدائی عمر میں مستغرق ہو جائیں ورنہ وہ کبھی اس میں مہارت حاصل نہ کر سکیں گے۔ جہاں تک مادری زبان کا سوال ہے وہ اسے کسی صورت میں

بھی سیکھ لیں گے کیونکہ یہ ان کے گرد موجود ہے۔ اس عام فہم نقطہ نظر کو کئی ایک ماہرین لسانیات غلط ثابت کرتے ہیں۔ ان ماہرین لسانیات میں یونیسکو (United Nations Educational Scientific and Cultural Organization) کے ریسرچر بھی شامل ہیں جس کی تازہ ترین رپورٹ کہتی ہے کہ:

1. یونیسکو مادری زبان میں تدریس کی تائید کرتا ہے اس لحاظ سے کہ یہ سیکھنے والوں اور اساتذہ کے علم اور تجربہ کی بنیاد مضبوط بنا کر تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے کا ذریعہ ہے۔
2. یونیسکو دو زبانی اور کثیر زبانی تعلیم کی سماجی اور جنسی برابری کو بڑھاوا دینے کے ذریعہ اور لسانیاتی بنیاد پر متنوع معاشروں میں بنیادی عنصر کے طور پر تمام سطحوں پر تائید کرتا ہے۔
3. یونیسکو زبان کی بین الثقافتی تعلیم میں بنیادی عنصر کے طور پر تائید کرتا ہے تا کہ آبادی کے مختلف گروہوں کے درمیان سمجھ بوجھ کی حوصلہ افزائی کی جاسکے اور بنیادی حقوق کے احترام کو یقینی بنایا جاسکے [3]۔

کم از کم ایک چیز کے حوالے سے کثیر ثبوت موجود ہیں کہ بچے اگر وہ فارن لینگوئج سے آغاز کریں تو اپنی زبان اچھے انداز سے نہیں سیکھتے۔ وہ جنوب ایشیائی بچے جو بچپن میں انگریزی سے آشکار ہو جاتے ہیں وہ نہ صرف اپنی زبانوں سے بے بہرہ ہوتے ہیں بلکہ ان کے لیے حقارت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ یہ قابل افسوس ہے کیونکہ اس برصغیر کی کئی ایک زبانوں میں عالمی ادب کے کلاسیک پائے جاتے ہیں۔ لیکن آپ کو کئی ایک انگلش میڈیم کے بچے بڑی سرگرمی سے ہمارے خطے کے زرخیر ادب کی اہمیت کو نظر انداز کرتے، پرہیز کرتے اور اہمیت کم کرتے نظر آئیں گے۔

اس دعوی کا دوسرا حصہ کہ وہ بچے جو ٹارگٹ لینگوئج بہتر طور پر سیکھتے ہیں اگر انہیں ابتدائی بچپن میں دوسری زبانیں نہ سکھائی جائیں، بھی درست نہیں ہے۔ بے شک انڈیا اور پاکستان میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو بڑی اچھی انگریزی بولتے ہیں۔ ان کی اس زبان میں لکھنے کی صلاحیتیں اتنی ہی اچھی ہیں جتنی کہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بہترین انگریزی لکھنے والوں کی ہیں اور وہ اس زبان میں ادب تخلیق کرتے ہیں [4]۔ تاہم یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ انگریزی میں ماہر نہ ہوتے اگر انہوں نے سکول میں پہلے صرف اپنی مادری زبانیں ہی پڑھی ہوتیں اور ساتھ ہی انہوں نے انگریزی سیکھی۔ المختصر، زبان سیکھنے کے متعلق مطالعے میں Tove Skutnabb-Kangas دلیل دیتی ہے کہ یہ لسانیاتی سامراجیت کا ایک حصہ ہے کہ پہلی زبان کی قیمت پر دوسری زبان

سیکھائی جائے۔ یہ منہا کرنے والی دوزبانی (Subtractive bilingualism) ہے یعنی یہ ایک زبان کو منفی یا دور کر دیتی ہے، جبکہ یہ صرف جمعی دوزبانی (Additive bilingualism) ہے یعنی یہ پہلی زبان کو دور کرنے کے بغیر ایک زبان کا اضافہ کرتی ہے جسے خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ وہ اس طرز کی سامراجیت کو نسل پرستی کے برابر قرار دیتی ہے اور بحث کرتی ہے کہ یہ بچوں کے اپنی زبانوں کو جاننے اور احترام دینے کے حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ وہ بیان کرتی ہے:

"تنوع کو بڑھاوا دینا قراردادوں میں ایک قبول شدہ اصول ہے۔ مغربی لسانی پالیسیاں کافی حد تک باطل ایدر آر تھنکنگ (Either-or thinking) کی بنیاد پر ہیں۔ (آپ کو زبانوں میں سے چننے کی ضرورت ہے، آپ دونوں زبانیں، وہ زبان یا دوسری بھی نہیں چن سکتے۔) اس نے جمعی کے بجائے منہائی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کی ہے اور انگریزی اور دوسری غالب زبانوں کا منہائی پھیلاؤ واقع ہوا ہے۔ ایک غالب زبان کے سیکھنے کو ایک اضافے کی بجائے مغلوب زبان کی قیمت پر ہونے والے ضروری وقوعہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ تنوع ختم ہو گیا ہے۔" [5]

مرکزی سوال یہ ہے کہ آیا کہ انگریزی میں بہتر ہونے کے لیے صرف انگریزی سیکھنا زیادہ آسان ہے، یا یہ بہتر ہے کہ انسان پہلے اپنی مادری زبان انگریزی کے ساتھ سیکھے یا انگریزی سے بھی پہلے مادری زبان سیکھے۔ مصنفین سماجی انصاف کے لیے کثیر زبانی تعلیم (MLE) کے حق میں دلیل دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب چند غالب زبانیں سکھائی جاتی ہیں اور دوسری نظام سکول سے نکال دی جاتی ہیں تو یہ ناانصافی ہے۔ لوگوں کی اہمیت کم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو کمتر محسوس کرتے ہیں اور لٹریسی ریٹ سست روی سے آگے بڑھتا ہے۔ اس موضوع پر مزید یہ کہ اس عمل امتیاز کی نفسیاتی قیمت خوفزدہ کر دینے والی ہے۔ مصنفین کے الفاظ میں:

"پھر کیوں مادری زبانوں سے کیوں اعراض کیا جاتا ہے جبکہ اس کی مخالفت میں قائل کرنے والے دلائل موجود ہیں؟ جیسا کہ بے زبان اقلیتیں مادری زبانوں کی منحوس بے دخلی میں مبتلا ہوتی ہیں، خاموش اعلیٰ طبقہ غالب زبانوں، جیسا کہ انگریزی، کی فضیلت سے لطف اٹھاتا ہے۔ استعماری دنیا میں، قاتل زبانیں بشمول انگریزی، دوسری زبانوں کی قیمت پر پنپتی ہیں اور کئی ایک ممالک میں انگریزی میڈیم کے اعلیٰ ہونے کا پروپیگنڈا غریبوں اور پس ماندہ کے نقصان کے لیے کیا جاتا ہے۔ انگریزی اور دوسری قاتل زبانیں زبانوں کی درجہ بدرجہ گروہ بندی کو عمل میں لاتی ہیں جس سے دوسری زبانوں کو شدید نقصان ہوتا ہے۔ خاص طور پر مقامی لوگوں اور اقلیتوں کا۔ اور

تاہم اس کو ایسا نہیں ہونا نہیں پڑتا ہے۔ایک حقیقی کثیر زبانی نظام میں، تمام زبانوں کا جائز مقام ہوتا ہے۔مادری زبانیں، علاقائی زبانیں، ملکی اور وسیع تر ابلاغ۔"[6]

پہلے جملے کی طرف دیکھیں۔ہاں، اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر مادری زبان پہلے سکھائی جائے تو دوسری زبانیں جیسا کہ انگریزی موثر انداز سے سیکھی جاتی ہیں۔یہ خیال کہ ہمیں لازمی طور پر انگریزی سے آغاز کرنا چاہیے، تحقیق سے ثابت نہیں ہے۔ تاہم، سماجی سائنسز میں ریسرچ بشمول زبان سیکھنے کے حوالے سے بہت پیچیدہ ہے۔انسان خود پیچیدہ ہیں اور ماحول انجان طریقوں سے بدلتا رہتا ہے۔ پس ریسرچ لٹریچر کے حوالے متضاد(Antonymy) دعوے والے افراد ملیں گے۔ تاہم، میرا اپنا نقطہ نظریہ ہے کہ طاقت بہت اہم جز ہے۔اگر ایک سماج طاقت ور ہے اور اس کی زبان محترم ہے، تو اسے ہر متعلقہ فرد آسانی سے سیکھ لیتا ہے۔ لیکن اگر سماج کم طاقت ور ہے اور اس کی زبان حقارت سے دیکھی جاتی ہے تو اسے سکول کے ماحول میں سیکھنا مزید مشکل ہے۔ انسان طاقت اور گلیمر سے متاثر ہوتا ہے اور محض ذاتی تحریک سے ہی محترم و پر وقار زبان سیکھنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کم وقار والی زبانیں سکھائی نہیں جانی چاہیں۔ بے شک جو بھی ہو اسے زیادہ وقت دینا چاہیے، زیادہ مطالعاتی مواد دیا جانا چاہیے ساتھ ہی ساتھ اس کی توثیق کرنے کے لیے ریڈیو اور ٹی وی پر پروگرام پروڈیوس کرنے چاہیں۔ ہماری کثیر زبانی دنیا ہے اور اگر یہ ایک ہونے لگی ہے تو ہمیں زبانی حقوق، تنوع اور تکثیریت کا خیال کرنا چاہیے۔اس کے لیے ہمیں تمام زبانیں جمعی انداز میں، ممکن حد تک پہلی زبان سے آغاز کرتے ہوئے، سکھانی چاہیں۔

حل؟

یہ واضح طور پر ایک سیاسی اور معاشی مسئلہ ہے۔ بہر حال، کسی کو تو فیصلہ کرنا ہوگا کہ کونسی زبانیں پہلے سکھائی جائیں گی اور کون ان کے مطالعاتی مواد اور اساتذہ کے لیے معاوضہ دے گا۔ یہ آخر کار سیاسی سوالات ہیں جیسا کہ پاکستان میں زبان سیکھنے پر میری کتابیں رائے دیتی ہیں[7],[2]۔

المختصر، اگر انگریزی چند ممتاز ترین بچوں کو اچھے انداز سے سکھائی جائے، تو وہ بچے زیادہ تر جنوب ایشیائی ممالک میں بہترین نوکریوں کی استعداد پر پورا اترتے ہونگے۔ لیکن جب یہ واقع

ہوتا ہے، تو دوسرے بہت سارے بچوں کے لیے انگریزی ایک چھلنی یا رکاوٹ کی طرح ہوگی جو انہیں پسماندہ رہنے پر مجبور کرتی ہے جب تک کہ وہ بہت ذہین ہے یا پھر وہ اپنے انگلش میڈیم ہم مرتبہ سے زیادہ شدید محنت سے کام کرتے ہیں۔ اس طرح انگریزی طبقاتی حد بندی برقرار رکھتی ہے۔ جبکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم طبقاتی برتری کی بجائے میرٹ کی بات کر رہے ہیں۔ لیکن جو بات بن بتائے رہ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ انگریزی ایک طبقاتی سرمایہ ہے ( یہ تصور فرانسیسی ماہر عمرانیات بورڈیو نے دیا، (Bourdieu 1991:55)) جس پر اعلیٰ طبقے کا قبضہ ہوتا ہے اور اسی کو سماجی، معاشرتی اور دانشورانہ طور پر برتری کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ پس، ماہرین تدریسی لسانیات کسی مرحلہ پر جا کر ماہرین سیاسی لسانیات اور لسانی پالیسی سے مل جاتے ہیں۔ یہ کلی لسانیات کی بہترین خوبصورتیوں میں سے ایک ہے۔ یہ سیاست، معیشت، معاشرہ، کلچر اور تعلیم کے بارے میں بصیرتیں مہیا کرتی ہے۔

# حوالہ جات

[1] R. J. Cooper, *Language Planning and Social Change*. Cambridge University Press, 1989.

[2] T. Rahman, *Language Ideology and Power: Language Learning Among the Muslims of Pkaistan and North India*. Karachi: Oxford University Press, 2002.

[3] UNESCO, "No Title," in *Position Paper: Teaching in the Mother Tongue*, 2003.

[4] T. Rahman, *Pakistani English: The Linguistics Description of a Non-Native Variety of English*. Islamabad: National Institute of Pakistani Studies, 1990.

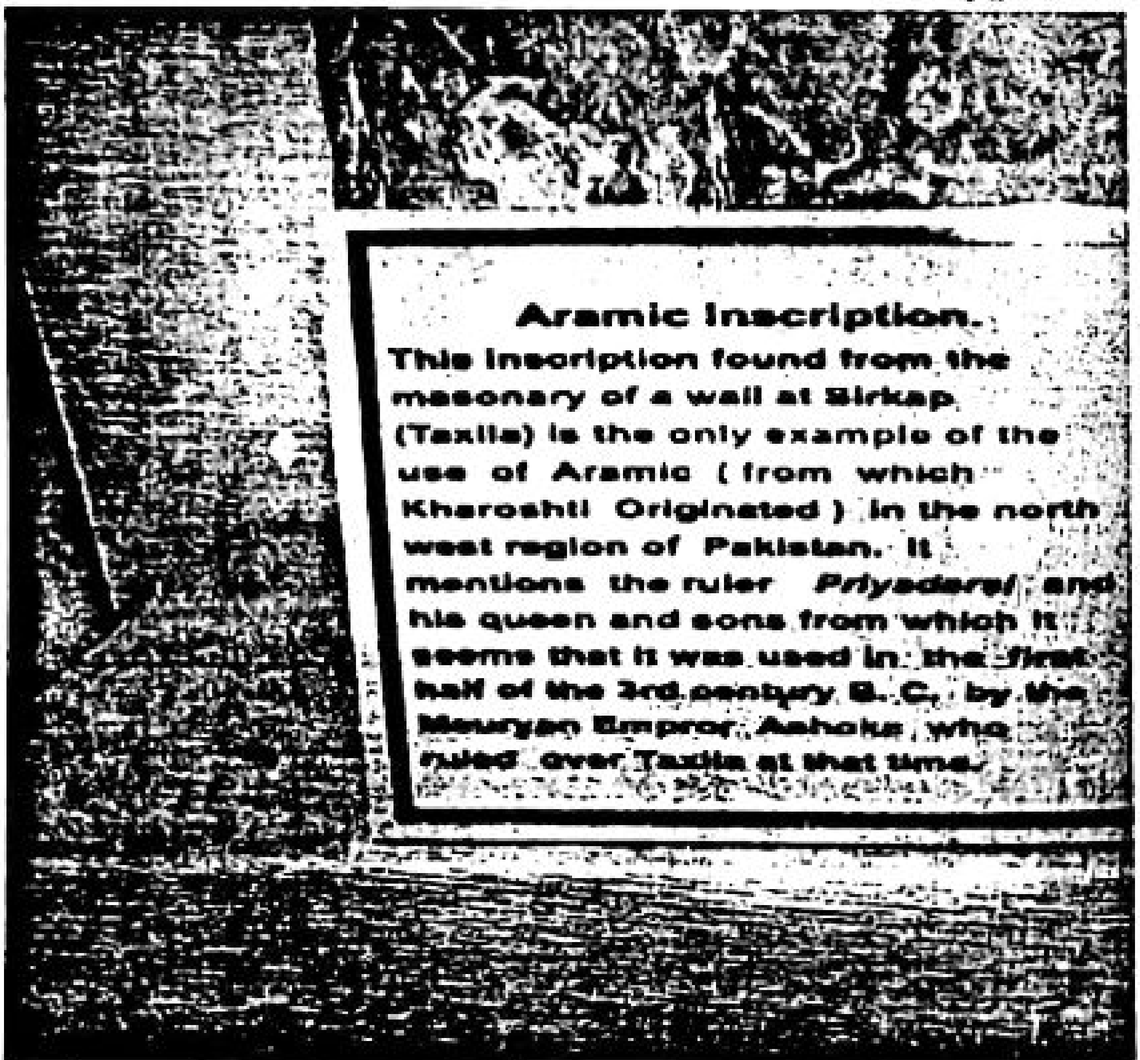
[5] T. Skutnabb-Kangas, *Linguistic Genocide in Education or worldwide Diversity and Human Rights*. London, The United Kingdom: Erlbaum, 2000.

[6] A. K. Mohanty, M. Panda, R. Phillipson, and T. Skutnabb-Kangas, *Multilingual Education for Social Justice: Globalising the Local*. Delhi: Orient Blackswan, 2009.

[7] T. Rahman, *Language, Education, and Culture*. Karachi: Oxford University Press, 1999.

# جنوبی ایشیاء میں تحریر

کیا آپ جانتے ہیں کہ جنوبی ایشیاء قدیم تحریری نظاموں کا گھر ہے؟ ٹیکسلا کے میوزیم میں قدیم ترین رسم الخطوط کے کئی ایک نمونے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک آرامی (Aramaic) ہے جو فونیقی تحریر سے پروان چڑھا اور ایک ہزار سال تک مؤثر رہا۔ اس کا تفصیلی ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

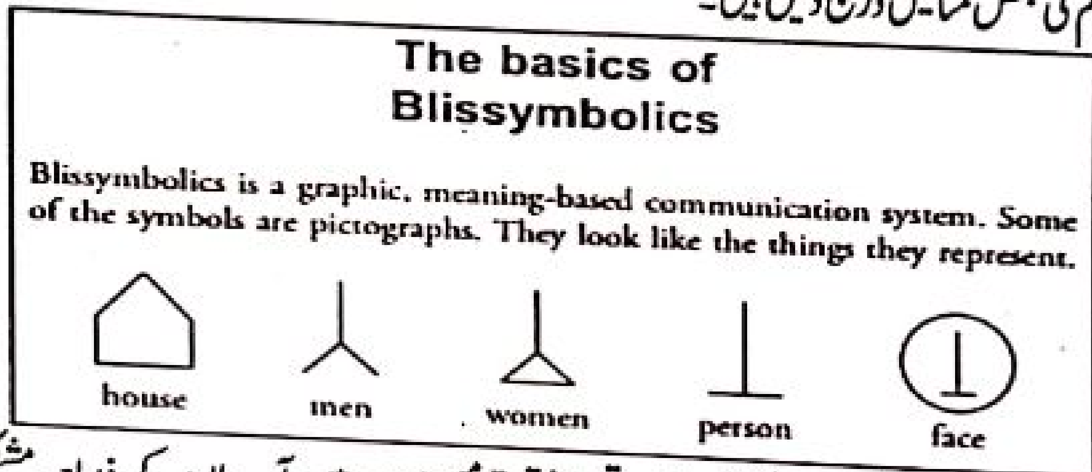



دنیا میں استعمال ہونے والے مختلف رسم الخطوط کے بارے میں بحث سے پہلے آپ کو تحریر کی اکائیوں سے متعارف کروایا جارہا ہے۔ آپ متفق ہونگے کہ تحریر آج کے دور میں بہت اہم

ہے۔ یہ خیالات کی نظر آنے والے نشانات کے ذریعہ ترسیل کر کے ایک خاص زبان کے اندر مستقل ریکارڈ تخلیق کرتی ہے۔ یہی نشانات آپس میں مل کر مختلف اصولوں کے تحت معنی تخلیق کرتے ہیں۔

## معنی کے حامل نشانات (Marks Carrying Meaning)

اگر نظر آنے والے نشانات اپنا معنی براہ راست ترسیل کریں تو جس نظام میں یہ استعمال ہو اسے نظام تصعلامتی ترمیم (SEMASIOGRAPHIC SYSTEM) کہتے ہیں۔ یہ نظام اب بھی تصاویر میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سکول کے باہر سڑک پر بھاگتے بچے کی تصویر ہے اس کا مطلب ہے کہ بچے سڑک کراس کر سکتے ہیں۔ ڈرائیور کو گاڑی احتیاط سے چلانی چاہیے۔ بے شک یہ تصویر ڈرائیور کے دنیا کے متعلق علم میں اضافہ کرتی ہے۔ مریخ سے آنے والا شائد اس کا صحیح مطلب نہ جان پائے اور نہ ہی یہ جان پائے کہ کسی عمل کی ضرورت ہے بھی یا نہیں۔ تصعلامتی ترمیم کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں۔




آپ نوٹ کریں گے کہ نظام تصعلامتی ترمیم محدود ہیں آپ ان کے ذریعہ مشکل پیغامات کی ترسیل بمشکل کر پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گلوٹوگرافک نظام (GLOTTOGRAPHIC SYSTEM) پروان چڑھا۔ گلوٹا ایک زبان کا نام ہے اور GRAPHEIN یونانی زبان میں تحریر کو کہتے ہیں۔ یہ آواز کا بصری مظاہرہ پیش کرتے ہیں۔ یعنی آواز سے مراد با معنی آواز ہے۔ گلوٹوگرافک نظام تمام زبانوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ زبان چاہے اردو ہندی ہو یا چینی زبان۔ تاہم مختلف زبانوں کے لکھنے کے نظام مختلف اصولوں پر قائم ہیں۔

کچھ گلوٹوگرافک نظام کو لفظِ علامتی خط (Logographic) بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ logos کا مطلب سمجھ، عقل، خیال، متلفظ یا تصور ہوتا ہے۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے جیسے sense یا خیال

تحریر میں براہ راست پیش کیا جاتا ہے۔ یہ چینی زبان کے بارے میں عام رائے ہے۔ لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ آیئے اس زبان کے بارے میں کچھ تفصیلات میں جاتے ہیں۔ لفظ آواز کے یونٹ صوتیہ (Phoneme) اور معنی کے یونٹ صرفیہ (Morpheme) پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر ہم صرفیے کی نمائندگی کرتے ہیں تو ہمارا نظام لفظِ علامتی خط (Logographic) ہوگا۔ اگر ہم صوتیہ (Phoneme) کی نمائندگی کریں تو تحریری نظام فونو گرافک یا قطعاتی ہوگا۔ ایک قطعہ ایک مصوتہ (Vowel) یا مصمتہ (Consonant) ہوتا ہے۔

چینی زبان کا لکھنے کا نظام غالب طور پر لفظ علامتی تحریر ہے۔ اس زبان میں صرفیے علیحدہ GRAPHEMES کے ذریعہ پہچان دیئے جاتے ہیں۔ چینی زبان میں جیسے یہ واقع ہوتا ہے کہ ایک لفظ عام طور پر صرفیہ (Morpheme) ہوتا ہے پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر لفظ علیحدہ ترسیمیہ (Grapheme) سے ظاہر کیا جائے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں لکھ کر چینی زبان میں تبادلہ خیال کے لیے کئی ہزار مختلف شکل کے ترسیمیوں کی ضرورت ہوگی۔ یہ واضح طور پر چینی زبان سیکھنے والے لیے ناموافق ہے۔

اس کا فائدہ یہ ہے کہ تحریری رسم الخط زبان کی مختلف بولیوں کو متحد کرتا ہے۔ حقیقت میں یہ بولیاں اتنی مختلف ہوتی ہیں کہ بعض اوقات باہمی تفہیم بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ آپس میں مختلف زبانوں کی طرح ہیں لیکن علامات چونکہ تلفظ کو ظاہر نہیں کرتی اس لیے ایک جیسی علامتیں استعمال کی جاتی ہیں۔ پس ایک لفظ ایک ہی طرح سے لکھا جاتا ہے۔ اگرچہ چینی زبان کی مختلف بولیوں میں اسے مختلف انداز میں تلفظ کیا جاتا ہے۔

## آواز کی حامل علامات (Marks Carrying Sounds)

فونو گرافک اصول وہ ہے جس سے ہم جنوب ایشیائی زبانوں اور انگلش کے ذریعہ واقف ہیں۔ تصور یہ ہے کہ ہر آواز ایک ترسیمیہ (Grapheme) سے ظاہر کی جانی چاہیے۔ (دیکھا جا سکنے والا مستقل نشان)۔ یہ ترسیمیہ (Grapheme) حروف تہجی بناتے ہیں۔ ان کا انگریزی متبادل Alphabet ہے۔ یہ یونانی حروف تہجی Apha اور Beta سے مل کر بنا ہے۔ جو کہ A اور B ہیں۔ اصولی طور پر ہر آواز ایک اور صرف ایک ترسیمیہ (Grapheme) سے ظاہر کی جانی چاہیے۔ حقیقت میں یہ عام طور پر وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ انگریزی اس لحاظ سے بدنام ہے کہ اس کے صرف

پانچ ترسیمیہ (Grapheme) ہیں۔ (A,E,I,O,U) جو کہ سولہ مصوتوں اور دو مصوتوں(Diphthongs) کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے ترسیمیہ (Grapheme) مختلف جگہوں پر مختلف آوازیں دیتے ہیں۔ /C/ اور /k/ کو دیکھیں۔ یہ صوتیہ(Phoneme) /k/ کو لفظ cut اور king میں ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن لفظ cent میں <c> s کی آواز کو ظاہر کرتا ہے اور اس کا تلفظ /sent/ بنتا ہے۔ اسی طرح <g> کی دو آوازیں ہیں۔ اور <x> تین آوازوں کے جوڑ /eks/ کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسا کہ لفظ rex جس کا تلفظ /reks/ ہے۔

اردو اور ہندی، بالترتیب عربی اور دیوناگری رسم الخط استعمال کرتے ہیں۔ دونوں فونو گرافک ہیں۔ لیکن بعض حروف کو بولا نہیں جاتا۔ اردو میں بعض حروف عربی سے مستعار لیے گئے ہیں۔ جن کا تلفظ بھی اسی انداز میں کیا جاتا ہے۔ مثلاً صوتیہ(Phoneme) /z/ کے اردو میں درج ذیل ترسیمے ہیں۔ /ذ/، /ظ/، /ض/، /ز/۔ اسی طرح ہندی میں بھی ایک ہی صوتیہ(Phoneme) کے لیے کئی ترسیمے ہیں۔

دوسری طرف عربی رسم الخط رکھنے والی زبانوں میں مصوتہ (Vowel) کے ترسیمیہ (Grapheme) نہیں پائے جاتے۔ اسی طرح دیوناگری رسم الخط میں چند مصوتوں کی کمی ہے۔ اگرچہ اس میں مصوتوں کے لیے انگریزی سے زیادہ علامات پائی جاتی ہیں۔ اس کی وجوہات بعد میں بیان کی جائیں گی۔ دیوناگری اور عربی رسم الخط میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے ترسیمیہ (Grapheme) کو جب آپس میں جوڑا جاتا ہے۔ تو وہ مختلف شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اردو کا ترسیمیہ (Grapheme) جس کو انگریزی میں /m/ سے ظاہر کیا جاتا ہے لفظ کے شروع میں /مہ/ جبکہ آخر میں /م/ کی صورت اختیار کرتا ہے۔

## اردو رسم الخط (The Script of Urdu)

اردو کا رسم الخط عربی کی بنیاد پر ہے لیکن یہ کسی حد تک مختلف انداز سے تحریر کی جاتی ہے۔ اصل عربی رسم الخط نسخ کہلاتا ہے۔ جبکہ اردو کا نستعلیق ہے۔ نستعلیق فارسی زبان کا رسم الخط ہے جو کہ عربی نسخ کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ پاکستان میں پنجابی، سرائیکی، ہندکو، بلوچی اور بھراوی زبانیں نستعلیق سکرپٹ استعمال کرتی ہیں۔ نسخ سندھی اور پشتو میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ تمام زبانیں عربی ترسیمیوں میں اپنی ضرورت کے مطابق تبدیلی کر کے انہیں استعمال کر رہی ہیں۔ یہی عمل

پاکستان کی دوسری زبانوں مثلاً بروشسکی شینا، واکھی، بلتی، کھوروار دوسری چھوٹی زبانوں کے ساتھ جاری ہے۔

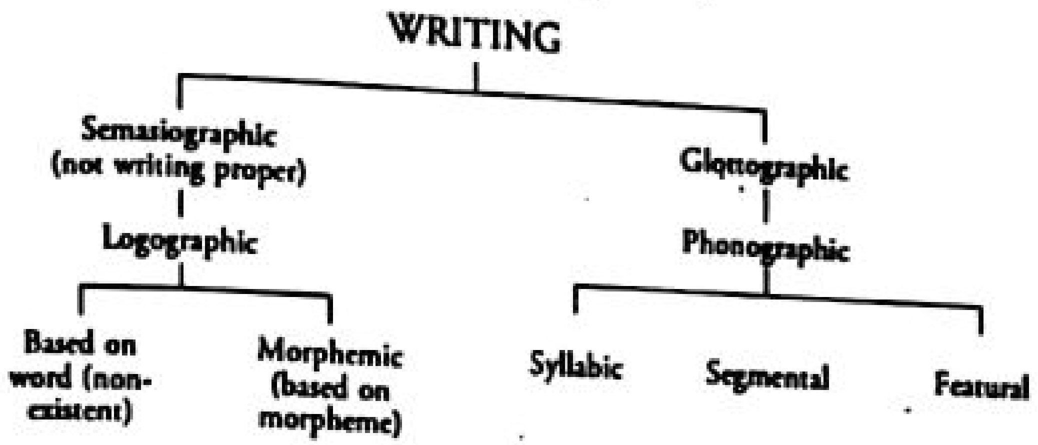
زبانوں کی قطعاتی (Segmental) خصوصیات کے علاوہ ان کی غیر قطعاتی خصوصیات جیسے دباؤ، لہجہ، ترنم وغیرہ کو اعراب سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

دوسرے رسم الخط اور اصول جن پر ان کی بنیاد ہے

قطعوں کی نمائندگی کے علاوہ ایک رسم الخط میں صوت رکن کے لیے بھی ترسیمیہ (Grapheme) ہو سکتے ہیں۔ مثلاً لفظ only کے دو صوت رکن ہیں۔ on اور ly ہم صرف دو ترسیمیوں کے ذریعہ اس کو بیان کر سکتے ہیں۔ اس طرح کے رسم الخط صوت رکن رسم الخط (Syllabic Scripts) کہلاتے ہیں۔

فونوگرافیکل رسم الخط کی تیسری قسم خصوصیاتی (Featural) ہے۔ خصوصیاتی رسم الخط کسی حد تک نایاب ہیں۔ خصوصیات وہ نشانات ہیں جو ہم آوازوں کی خصوصیات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ایک مصمتہ (Consonant) آواز کو ہم + مسموع (Voiced) کہتے ہیں۔ یہ مصمتی + مصوتی۔ ہو سکتا ہے۔ ایک آواز طور (Voiced) ہو سکتی ہے ہم اسے طور + کہتے ہیں۔ کوئی تحریری نظام میں ایسے ترسیمیے ہوں جو ان یا اس آواز کی خصوصیات کا اظہار کریں تو وہ خصوصیاتی رسم الخط ہو گا۔

اس طرح کا حقیقت میں ایک سکرپٹ ہے اس کو کوریا میں پندرھویں صدی میں بنایا گیا اور اس کو HANGAL کہا گیا[1]۔ اس میں ترسیمیوں کی تعداد 28 تھی جن کا تعلق آواز کی صوتیاتی خصوصیات سے تھا۔ اب 24 ہیں چار متروک ہو چکے ہیں۔ وہ ایک زبان کی آوازوں کی گروہ بندی کرتے ہیں۔ مثلاً متماد (Continuants)، بندشہ (Stops)، مصوتہ (Vowels) وغیرہ۔ اب ان تمام تحریری نظاموں کو ایک سادہ ڈایاگرام میں ترتیب دیتے ہیں۔




Adapted from Sampson 1985:3

تصعلامتی ترسیم (Semasiography) یعنی حسیات کا براہ راست نشان یا تصور کے ذریعہ اظہار، باقاعدہ تحریر نہیں ہے۔ نظام لفظ علامتی خط (Logographic) جن کی بنیاد الفاظ ہیں زیادہ مشہور نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد بھی مفروضیاتی امکان پر ہے۔ یہاں لفظ سے مراد کئی صرفیوں کا اتحاد ہے۔ چینی زبان کی بنیاد صرفیے ہے۔ یہ الفاظ کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ (یعنی صرف ایک صرفیے کے الفاظ)

## تحریر کی تاریخ (The History of Writing)

تمام تحاریر ایک ہی جد امجد سے نہیں آئیں۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ قطعاتی گراموفون (Segmental Phonographic) تحریر مثلاً اردو، پنجابی، انگریزی، فارسی اور سنسکرت کا ماخذ ایک ہو۔ آیئے اس سے پہلے کہ ہم اس دلچسپ نظریے کی بات کریں تحریر کی قدیم اشکال پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ سمیری رسم الخط معلوم تحریروں میں قدیم ترین ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے قریباً 4500 سے 1750 سال پہلے تک مشرق وسطیٰ (اندازہ کے طور پر عراق) میں پھلے پھولے۔ کچھ سکالرز تو ریسرچ کو باریک بینی کی آخری حد تک لے جا کر تحریر کی ابتداء موجودہ عراق کے شہر ارک سے قریباً 3300 سال ق م میں کرتے ہیں[2]۔ کوئی بھی اس بارے میں یقین سے نہیں بتا سکتا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ سمیریوں نے مٹی کی تختیوں پر لکھا۔ چیزوں کی فہرست، کامرس اور انتظامیہ سے متعلق چیزوں کا ریکارڈ رکھنے کے لیے مٹی پر خاص قسم کے نشانات لگائے جاتے تھے۔ نشانات لگانے کے لیے پانے کے منہ والی چھڑی (Wedge) استعمال کی جاتی تھی۔ بعد میں لاطینی الفاظ استعمال کرنے والے یورپی سکالرز نے ان شکلوں کو خطِ

میخی / سمیری خط (Cuneiform) کہا۔ ان شکلوں میں سے بعض نے ابتداء میں تصاویر کو ظاہر کیا۔ یعنی وہ تصویری ترسیمیہ (Pictograms) تھے۔ بعد کی آوازیں کو بھی ظاہر کیا۔ حمورابی وہ ہے جس نے نسل انسانی کو پہلا تحریری کوڈ آف لاء دیا۔

ha + am + mu + ra + bi
fish + wild bull + ear + ? + innkeeper

اہم بات یہ ہے کہ صرف مچھلی "ہا" ، جنگلی بیل، "ام" کان (ear) "مو" اور سرائے کا منتظم (Innkeeper) کی آواز "بی" کی آوازوں کو زیرِ غور لایا گیا اور معنی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ پس ترسیمیہ (Grapheme) خاص آوازوں کو ظاہر کرنے لگے۔ اور ایک گراموفون (phonographic) نظام پیدا ہوا۔

فونیقی رسم الخط (Phoenician Script) کی بنیاد پر استوار کیا گیا آرامی رسم الخط (Armaic Script) قدیم ہندوستان میں ایک ہزار سال سے زائد عرصے تک استعمال ہوتا رہا۔ یہ کئی ایک قدیم شہنشاہوں کا سرکاری رسم الخط رہا ہے۔ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسم الخط تاجروں کے ذریعہ قدیم ہندوستان میں لایا گیا جو کہ مصر، ترکی اور مشرق وسطیٰ سے ہندوستان تجارت کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ لیکن آرامی صرف ایک رسم الخط کا ہی نام نہیں تھا بلکہ یہ ایک زبان بھی تھی۔ دراصل یہ ایک اہم سمیری زبان تھی جس سے عربی اور عبرانی زبان کا تعلق ہے اور شائد اسی زبان کو یسوع مسیح کی مادری زبان ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ یہ مشرق وسطیٰ کے قدیم ہندوستان پر اولین اثرات میں سے ایک اثر ہے۔ اس وقت بھی ہندوستان کے پاس اپنے رسم الخط نہیں تھے۔

## تصویری تحریر اور مشرق وسطیٰ کے رسم الخط

مصر کا تحریری نظام، جس کو جدید سکالرز تصویری تحریر (hieroglyphics) کہتے ہیں، قریبا 3000 سال پہلے مصر میں استعمال ہوا۔ یہ تصویروں سے مل کر بنا ہے۔ (یعنی تصویری ترسیمیہ (Grapheme) Ideograms اور صوتی ترسیمیہ (Grapheme) phonograms) یہ نہایت پیچیدہ نظام تھا جس کو آج بھی حل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ سمیری حروف تہجی ایجاد کرنے والوں نے بعض تصاویر تصویری تحریر (Hieroglyphs) سے

ادھار لی اور ان سے آواز کلام (speech sound) کا اظہار کیا۔ یہ حروف تہجی کے بننے کا عمل ہے۔ جس کی طرف ہم اب توجہ کریں گے۔

| Phoenician | Early Greek | Modern Symbols | Hebrew | | Arabic | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | Form | Name | Form | Name |
| 𐤀 | Α | ' | א | aleph | ا | 'alif |
| 𐤁 | Β | b | ב | bēth | ب | bā' |
| 𐤂 | Γ | g | ג | gimel | ج | ğim |
| 𐤃 | Δ | d | ד | dāleth | د | dāl |
| 𐤄 | Ε | h | ה | hē | ه | ḥā' |
| 𐤅 | Ϝ | w | ו | waw | و | wāw |
| 𐤆 | Ζ | z | ז | zayin | ز | zāy |
| 𐤇 | Η | h | ח | heth | ح | ḥā' |
| 𐤈 | Θ | t | ט | teth | ط | ṭā' |
| 𐤉 | Ι | y | י | yod | ي | yā' |
| 𐤊 | Κ | k | כ | kāph | ك | kāf |
| 𐤋 | Λ | l | ל | lāmed | ل | lām |
| 𐤌 | Μ | m | מ | mēm | م | mim |
| 𐤍 | Ν | n | נ | nūn | ن | nūn |
| 𐤎 | | s | ס | samekh | س | sin |
| 𐤏 | Ο | ' | ע | ayin | ع | 'ayn |
| 𐤐 | Π | p | פ | pe | | |
| 𐤑 | Ϻ | s | צ | sade | ص | ṣād |
| 𐤒 | Ϙ | q | ק | qoph | ق | qāf |
| 𐤓 | Ρ | r | ר | reš | ر | rā' |
| 𐤔 | Σ | sh/s | ש | šin | ش | šin |
| 𐤕 | Τ | t | ת | taw | ت | ṭā |

مشرق وسطی نے خاص قطعاتی صوتی ترسیمہ (Grapheme) تحریر کی آغوش کا کردار ادا کیا۔ عبرانی، فونیقی اور عربی نے مصمتوں (Consonants) کو ان شکلوں کے ذریعہ ظاہر کیا۔ جو آج بھی تبدیل شدہ شکلوں میں ایشیاء اور یورپ کی زبانوں میں موجود ہیں۔ ان زبانوں میں

مصوتی (Vowel) آوازیں تو موجود تھیں۔ مگر ان کو بیان کرنے کے لیے علامات موجود نہیں تھیں۔ مثال کے طور پر، عربی میں مصمتہ (Consonant) لکھا جاتا ہے اور لوگ مصوتہ (Vowel) کو لکھے بغیر اس کو ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک پاکستانی کے لیے عرب ممالک میں چھاپا گیا قرآن پڑھنا بہت مشکل ہے۔ پس وہ زبانیں جنھوں نے اپنے رسم الخط کو مشرق وسطیٰ کی زبانوں کی بنیاد پر رکھا ان میں مصوتہ (Vowel) کے لیے علامات موجود نہیں ہیں۔ ان میں سے بعض نے مصوتہ (Vowel) کی علامات ایجاد کرنے کی کوشش کی مگر ان علامات کی تعداد مصوتہ (Vowel) کی تعداد سے کم ہے۔

## یورپ کے رسم الخط (The Scripts of Europe)

یونانیوں نے اپنے حروف تہجی مشرق وسطیٰ سے ادھار لیے۔ رومیوں نے اپنے رسم الخط یونان سے ادھار لیے اس طرح تمام یورپی رسم الخط یونانی یا رومی زبان سے ماخوذ ہیں۔ اسرائیل میں استعمال ہونے والی عبرانی کی طرح، عربی کا ماخذ بھی مشرق وسطیٰ ہے۔ فارسی، اردو، جدید ترکی، پنجابی، سندھی، کشمیری، اور دوسری مسلم ممالک کی زبانوں کی بنیاد عربی رسم الخط پر ہے۔

پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسم الخط کے حوالے سے یورپی اور مسلم ایشیائی زبانیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ ان کا جد امجد ایک ہے۔ تاہم یہ زبانیں لسانی خاندان سے تعلق نہیں رکھتیں۔ عربی اور عبرانی سمیری زبانیں ہیں۔ ترکش ایلٹی جبکہ انگریزی، اردو، سندھی، ہندی، بنگالی، پشتو اور فارسی وغیرہ زبانوں کے ہند یورپی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ رسم الخط جنوبی ایشیاء میں ہمارے لیے بہت اہم ہے کیونکہ یہاں بڑی تعداد میں مسلمان بستے ہیں۔ بہت ساری زبانیں بالخصوص اردو اس رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ اب جنوبی ایشیاء میں کثرت سے استعمال ہونے والے براہمی خاندان سے تعلق رکھنے والے رسم الخطوط کا ذکر کیا جائے گا۔

## فارسی و عربی رسم الخط کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے رسم الخط

براہمی اور سنسکرت زبان کے مسودے (Manuscripts) اور نمونے ٹیکسلا کے قریب جولیاں کے مقام پر ملے ہیں۔ یہ شیتل کی جلی ہوئی چھال پر کھدے ہوئے ہیں اور ان کا تعلق چوتھی اور پانچویں صدی سے ہے۔ سنسکرت برصغیر میں 1000 ق م سے موجود ہے۔ تاہم اس کو

ہمیشہ دنیاوی مقاصد کے لیے ہی استعمال نہیں کیا گیا۔ اس کے بارے میں ایک ہم عصر پروفیسر شیلڈن پولک (Sheldon Pollock) ہمیں بتاتا ہے:

"ایک ہزار سال قبل مسیح میں، جب جنوبی ایشیاء میں ظاہر ہونے سے لے کر ایک ہزار سال بعد مسیح کے آغاز میں سنسکرت کے تبادلہ کا ذریعہ بننے تک، یہ زبان اس لحاظ سے محدود رہی ہے کہ کون اس کو استعمال کر سکتا ہے اور یہ کس مقصد کے لیے استعمال ہو سکتی ہے۔"[3]

انڈیا اور دوسرے بہت سے ممالک میں پائے جانے والے اکثریت رسم الخطوط کے جد امجد براہمی سکرپٹ کے حروف تہجی (Graphemes) ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

ذیل میں بیان کیے گئے حروف تہجی کو قدیم ہندوستان کا قدیم ترین رسم الخط تصور کیا جاتا ہے۔ ایک غیر تسلیم شدہ رسم الخط، اگر اس کو رسم الخط مانا بھی جائے، تو وہ ہڑپہ اور موئنجوڈارو میں پایا جانے والا وادیِ سندھ رسم الخط (Indus Valley Script) ہے۔ براہمی رسم الخط بائیں سے دائیں لکھا جاتا تھا۔ یہ زیادہ تر ہندوستانی رسم الخط، بشمول دیوناگری کے، جد امجد کی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسرے بہت سارے رسم الخط مثلاً برمی، تھائی، لاؤ اور کیمر وغیرہ اسی سے نکلے ہیں۔ کھاروستی ان علاقوں تک محدود تھی جو آج پاکستان اور افغانستان کا حصہ ہیں۔ یہ دائیں سے بائیں لکھی جاتی تھی اور اشوکا کا شاہی فرمان بھی اسی رسم الخط میں ہے۔

a ā i ī u ū
e ai o
ka kha ga gha ṅa
ca cha ja jha ña
ṭa ṭha ḍa ḍha ṇa
ta tha da dha na
pa pha ba bha ma
ya ra la ḷa va
śa ṣa sa ha

Source: http://www.ancientscripts.com/brahmi.html

یہ دیوناگری کی نشوونما کے امکانات کم کر دیتی ہے۔ بعض لوگ سوچتے ہیں کہ یہ بھی سمندر کے راستے مشرق وسطیٰ سے آئی۔ ہندوستانی رسم الخط کے جد امجد کو براہمی نظام کہا جاتا ہے۔ جنوبی ہندوستانی شاخ کو گیتا برانچ جبکہ شمالی ہندوستانی برانچ کو گرانتھا کہا جاتا ہے۔ یہ سکرپٹ گجراتی لکھنے میں استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ انڈیا اور پاکستان دونوں ملکوں میں بولی جاتی ہے۔ یہ بے شک انڈیا کا سب سے بڑا رسم الخط ہے۔ تامل، تلگو، ملایالم، اور کناڈا کے رسم الخط کی بنیاد بھی گرانتھا نظام ہے۔ یہ نظام انڈیا سے باہر بھی جاوا، ویت نام، برما، سری لنکا اور تبت کی زبانیں لکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

انڈیا اور نیپال کے مشہور ترین رسم الخط

دیوناگری رسم الخط وہ ہے جو ہندی فلموں اور ڈراموں میں سکرین پر دکھایا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد تلفظی صوتیات (Articulatory Phonetics) پر ہے۔ پہلے لمبے اور چھوٹے بنیادی مصوتے آتے ہیں اس کے بعد ثانوی مصوتے آتے ہیں۔ ثانوی مصوتہ (Vowel)، ان دو مصوتوں کو کہتے ہیں جن میں ایک سے زائد مصوتے آپس میں ملا کر استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد Velar, Palatal, Retroflex, Dental اور Labial آوازیں آتی ہیں۔ چارٹ کو مزید منظم بنانے کے لیے غیر منفوس (unaspirated) آوازوں کو منفوس (aspirated) آوازوں کے بعد رکھا جاتا ہے۔ درج ذیل چارٹ اس کی وضاحت کر رہے ہیں۔ درج ذیل اہم مخففات چارٹ میں استعمال ہوئے ہیں۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| Guj: گجراتی | Pun: پنجابی | Ben: بنگالی | Ori: اوریا |
| Tel: تلگو | Kan: کناڈا | Tam: تامل | Mal: ملیالم |
| Sin: سنگھالی | | | |

Velars

| velars | DEV | GUJ | PUN | BEN | ORI | TEL | KAN | TAM | MAL | SIN |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| k | क | ક | ਕ | ক | କ | క | ಕ | க | ക | ක |
| kh | ख | ખ | ਖ | খ | ଖ | ఖ | ಖ | – | ഖ | ඛ |
| g | ग | ગ | ਗ | গ | ଗ | గ | ಗ | – | ഗ | ග |
| gh | घ | ઘ | ਘ | ঘ | ଘ | ఘ | ಘ | – | ഘ | ඝ |
| ṅ | ङ | ઙ | ਙ | ঙ | ଙ | ఙ | ಙ | ங | ങ | ඞ |

Palatals

| palatals | DEV | GUJ | PUN | BEN | ORI | TEL | KAN | TAM | MAL | SIN |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| c | च | ચ | ਚ | চ | ଚ | చ | ಚ | ச | ച | ච |
| ch | छ | છ | ਛ | ছ | ଛ | ఛ | ಛ | – | ഛ | ඡ |
| j | ज | જ | ਜ | জ | ଜ | జ | ಜ | ஜ | ജ | ජ |
| jh | झ | ઝ | ਝ | ঝ | ଝ | ఝ | ಝ | – | ഝ | ඣ |
| ñ | ञ | ઞ | ਞ | ঞ | ଞ | ఞ | ಞ | ஞ | ഞ | ඤ |

Retroflexes

| retro | DEV | GUJ | PUN | BEN | ORI | TEL | KAN | TAM | MAL | SIN |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ṭ | ट | ટ | ਟ | ট | ଟ | ట | ಟ | ட | ട | ට |
| ṭh | ठ | ઠ | ਠ | ঠ | ଠ | ఠ | ಠ | – | ഠ | ඨ |
| ḍ | ड | ડ | ਡ | ড | ଡ | డ | ಡ | – | ഡ | ඩ |
| ḍh | ढ | ઢ | ਢ | ঢ | ଢ | ఢ | ಢ | – | ഢ | ඪ |
| ṇ | ण | ણ | ਣ | ণ | ଣ | ణ | ಣ | ண | ണ | ණ |

Dentals

| dentals | DEV | GUJ | PUN | BEN | ORI | TEL | KAN | TAM | MAL | SIN |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| t | त | ત | ਤ | ত | ତ | త | ತ | த | ത | ත |
| th | थ | થ | ਥ | থ | ଥ | థ | ಥ | – | ഥ | ථ |
| d | द | દ | ਦ | দ | ଦ | ద | ದ | – | ദ | ද |
| dh | ध | ધ | ਧ | ধ | ଧ | ధ | ಧ | – | ധ | ධ |
| n | न | ન | ਨ | ন | ନ | న | ನ | ந | ന | න |

Labials

| labials | DEV | GUJ | PUN | BEN | ORI | TEL | KAN | TAM | MAL | SIN |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| p | प | પ | ਪ | প | ପ | ప | ಪ | ப | പ | ප |
| ph | फ | ફ | ਫ | ফ | ଫ | ఫ | ಫ | – | ഫ | ඵ |
| b | ब | બ | ਬ | ব | ବ | బ | ಬ | – | ബ | බ |
| bh | भ | ભ | ਭ | ভ | ଭ | భ | ಭ | – | ഭ | භ |
| m | म | મ | ਮ | ম | ମ | మ | ಮ | ம | മ | ම |

Glides (Semi-Vowels)

| glides | DEV | GUJ | PUN | BEN/ ASS | ORI | TEL | KAN | TAM | MAL | SIN |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| y | य | ય | ਯ | য | ଯ | య | ಯ | ய | യ | ය |
| r | र | ર | ਰ | র/ৰ | ର | ర | ರ | ர | ര | ර |
| l | ल | લ | ਲ | ল | ଲ | ల | ಲ | ல | ല | ල |
| v | व | વ | ਵ | -/ৱ | – | వ | ವ | வ | വ | ව |

Fricatives

| fric. | DEV | GUJ | PUN | BEN | ORI | TEL | KAN | TAM | MAL | SIN |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ś | श | શ | ਸ਼ | শ | ଶ | శ | ಶ | – | ശ | ශ |
| ṣ | ष | ષ | – | ষ | ଷ | ష | ಷ | ஷ | ഷ | ෂ |
| s | स | સ | ਸ | স | ସ | స | ಸ | ஸ | സ | ස |
| h | ह | હ | ਹ | হ | ହ | హ | ಹ | ஹ | ഹ | හ |

باب کے آخر میں دی گئی چار نمبر فگر تحریری نظاموں کی ابتداء اور ان کے آپس میں تعلق کے بارے میں بتاتی ہے۔

## رسم الخط اور کلچر (Scripts and Culture)

تحریر کی ایجاد انسانی تاریخ کی شائد سب سے بڑی ترقی ہے۔ اگر تحریر نہ ہوتی تو منظم علم کبھی بھی نہ بڑھ سکتا۔ اس کا مطلب ہے سائنس کا وجود نہ ہوتا اور جدید صنعتی انقلاب بھی وقوع

پذیر نہ ہوتا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی قسم کے نیوکلیئر، کیمیکل یا بائیولوجیکل ہتھیار نہ ہوتے جن سے نسل انسانی کے خاتمے کا خطرہ پیدا ہوتا۔ وہ اچھا ہوتا یا برا اس کا فیصلہ آپ پر ہے۔

رسم الخط کے بارے میں قابل توجہ چیز یہ ہے کہ یہ ثقافت، تاریخ اور شناخت کا حصہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان وہ رسم الخط چھوڑنا نہیں چاہتے جس میں عربی لکھی ہوئی ہے اگرچہ دوسرے رسم الخط استعمال کرنے کے بہت سارے فوائد ہیں۔ اسی طرح ہندو اور سکھ بھی اپنے رسم الخط چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اس لیے رسم الخط کا معاملہ سیدھا سادہ عقلیت پسندی یا سہولت کا معاملہ نہیں ہے جیسا کہ اکثر لوگ اسے غلط طور پر فرض کرتے ہیں۔ یہ سیاست، اکنامکس اور شناخت کا سوال ہے۔ ایک رسم الخط میں گروہوں کے ادبی اور ثقافتی خزانے گانوں، کہانیوں، پہیلیوں، کہاوتوں، ادب وفنون، اور دوسری ثقافتی چیزوں کی صورت میں جمع ہوتے ہیں۔ لوگ رسم الخط کو پڑھنے کی صلاحت کھو کر اپنے خزانے کو ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ اس لیے لوگ رسم الخط کو بچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اگرچہ یہ کوشش انہیں غیر عقلی ہی کیوں نہ محسوس ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رسم الخط تبدیل کرنے کے بارے میں فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ماہرین لسانیات کو یہ سارے مستزاد لسانی معاملات (extra linguistic matters) اس وقت اپنے ذہن میں رکھنے چاہیں جب وہ زبانی زبانوں (unwritten languages) کے لیے تحریر بنائیں یا پہلے موجود رسم الخط کو تبدیل کرنا تنازع کا باعث ہو۔

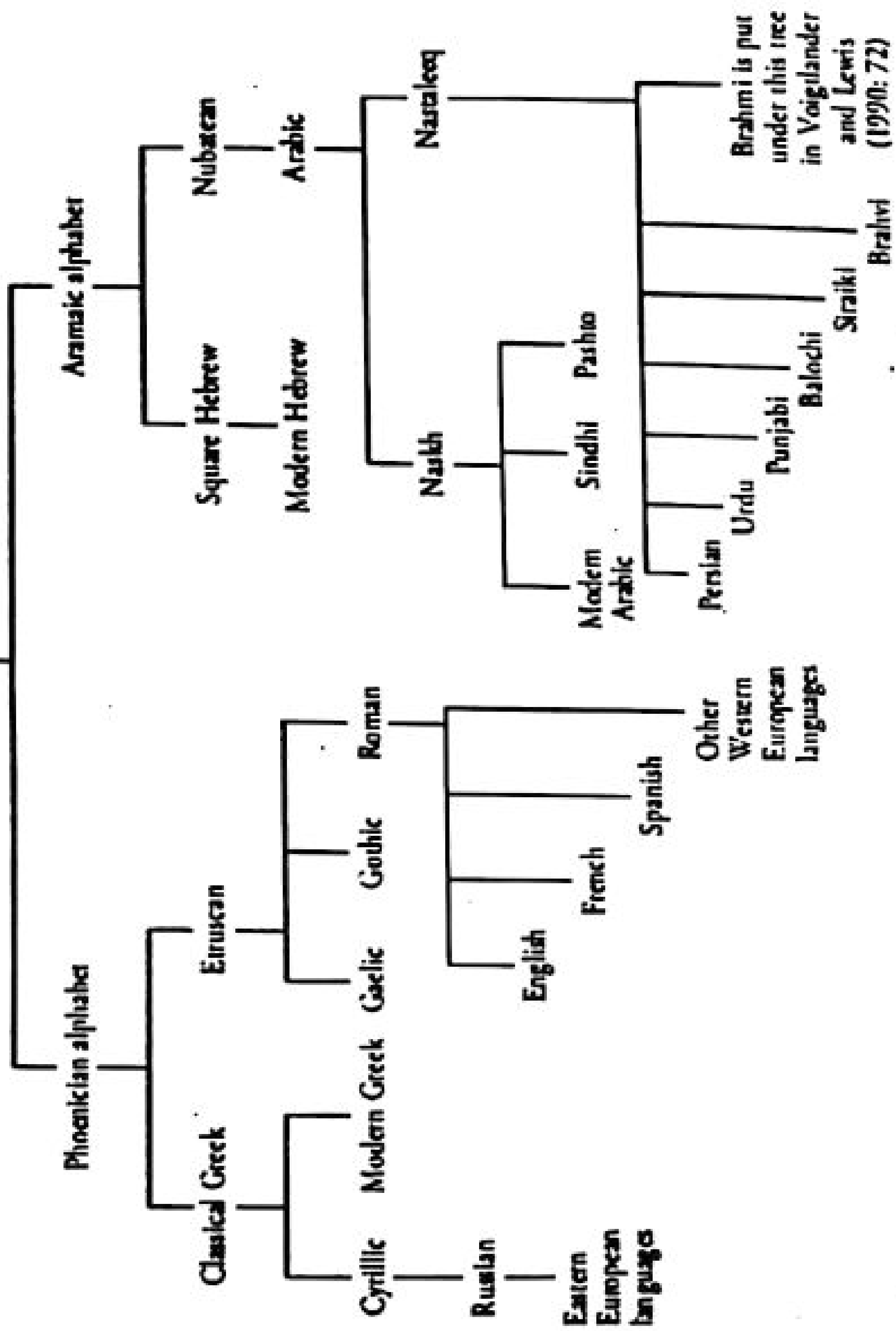



**Figure 4**
**Proto-Semitic alphabet**

# حوالہ جات

[1] F. Coulmas, *The Writing Systems of the World*. OXford, 1989.

[2] A. Robinson, *The Story of Writing Alphabets, Hieroglyphs and Pictograms*. London, The United Kingdom: Thames and Hudson Ltd, 1995.

[3] S. Pollock, *The Language of the Gods in the World of Men: Sanskrit, Culture, and Power in Pre-modern India*. New Delhi: Permanent Black, 2006.

# حاصل کلام

اس تعارفی کتاب کا مقصد طلباء کو لسانیات میں استعمال ہونے والے بنیادی تصورات اور تکنیکی اصطلاحات سے متعارف کروانا تھا۔ یہ کتاب پڑھنے کے بعد طلباء لسانیات کی دوسری کتب پڑھنے کے قابل ہو جائیں گے۔ لسانیات کے نظری پہلوؤں کے حوالے سے چامسکی کے علاوہ لسانیات کے دوسرے نظریات سے متعارف کروانے کی کوشش نہیں کی گئی۔

اگر آپ کی دلچسپی زبان اور معاشرے کے تعلق میں ہے تو آپ عمرانیاتی لسانیات اور بشریاتی لسانیات (Anthropological Linguistics) پڑھ سکتے ہیں۔ اگر آپ کمپیوٹر پسند کرتے ہیں۔ آپ کی دلچسپی شماریاتی / حسابی لسانیات میں ہو سکتی ہے۔ اگر بیالوجی میں شوق رکھتے ہیں تو عصبی لسانیات اور حیوانی ابلاغیات وغیرہ آپ کو پسند آ سکتے ہیں۔ جو فلاسفی میں شغف رکھتے ہیں وہ فلسفیانہ لسانیات پسند کر سکتے ہیں۔ اس کا ریاضیاتی پہلو بھی ہے۔ لسانیات بذات خود صرف زبان کے بارے میں نہیں ہے۔ اگرچہ لسانیاتی تھیوری اسی بارے میں ہے۔ بلکہ یہ حقیقت کے بہت سارے پہلوؤں کے بارے میں ہے۔ جس سے ہر کوئی لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ سیاسی ماہرین بھی تحقیق کر کے جان سکتے ہیں کہ کس طرح دنیا میں طاقت کی تلاش کا تعلق زبان سے ہے۔

آخر میں مختصر کتابیات دی گئی ہے۔ جو کہ ناکافی ہے اگر آپ واقعی مزید تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو ان کتابوں کے آخر میں دی گئی کتابیات دیکھنی چاہیے۔ آپ کو لسانیاتی علوم کی لامحدود دنیا میں پہنچا دے گی۔

# ببلوگرافی اور مزید مطالعہ


Abney, S. P. 'The English noun phrase in its sentential aspect', Ph.D dissertation. Cambridge, MA: MIT, 1987.

Aitichison, Jean. 1976. *The Articulate Mammal: An Introduction to Psycholinguistics.* London & New York: Routledge, 4e, 1998.

______ 1972. *Linguistics.* Sevenoaks, Kent: Hodder and Stoughton. 3rd ed., 1988. (First Edition entitled *General Linguistics*).

Akmajian, Adrian; Demers, Richard A., Farmer, Ann K., and Harnish, Robert M., eds. *Linguistics: An Introduction to Language and Communication.* 2001. MIT. (New Delhi: Prentice Hall of India Pvt. Ltd, 2006).

Battaner-Moro, Elena. 'Wittgenstein' in Strazny, 2005: 1179–1181.

Berlin, B., and Kay, P., *Basic Colour Terms.* Berkeley: University of California Press, 1969.

Bernstein, Richard J., *The Restructuring of Social and Political Theory.* Oxford: Basil Blackwell, 1976.

Blake, Barry, *Relational Grammar.* New York: Routledge, 1990.

Bloomfield, Leonard. *Language.* New York: Holt, Rinehart & Winston, 1933.

Bourdieu, Pierre. *Language and Symbolic Power.* Cambridge: Polity Press, 1991. Translated from the French by Gino Raymond and Matthew Adamson.

Braun, Friedrike and Schubert, Kloss. 'When Polite Forms are Impolite, or what Politeness Really Is?' in Braun 1988: 45–67.

Braun, Friedrike. *Terms of Address: Problems of Patterns and Usage in Various Languages and Cultures.* Berlin and New York: Mouton de Gruyter,1988.

Daniels, Peter T. and Bright, William. *The World's Writing Systems.* New York: Oxford University Press, 1996.

Brown, Penelope, and Levinson, Stephen. *Politeness: Some Universals in Language Use.* Cambridge: Cambridge University Press, 1987.

Brown, Roger, and Ford, Marguerite. 1961. 'Address in American English'. *Journal of Abnormal and Social Psychology* 62: 375–85.

Chomsky, Noam, *Syntactic Structures.* Mouton: The Hague, 1957.

______ *Aspects of the Theory of Syntax.* Cambridge, Mass: MIT Press, 1965. 1972.

______ *Language and Mind.* New York: Harcourt Brace Jovanovich, 1968.

______ *Reflections on Language.* New York: Pantheon, 1975.

______ *Barriers.* Cambridge, Mass: MIT Press, 1986.

______ *On Language. Chomsky's Classic Works* Language and Responsibility *and* Reflections on Language *in One Volume*. Translated from the French by Mitsou Ronat: New Delhi Penguin Books, 2003 edition.

Coates, J., *Women Talk: Conversation between Women Friends*. Oxford: Blackwell, 1996.

Cook, V., *Chomsky's Universal Grammar: An Introduction*. London: Blackwell, 1988.

Cook, W. A., *Introduction to Tagmemic Analysis*. Washington: Holt, Rinehart & Winston, 1969.

Cooper, Robert L., *Language Planning and Social Change*. Cambridge: Cambridge University Press,1989.

Corballis, Michael C., *From Hand to Mouth: The Origins of Languages*. Princeton and Oxford: Princeton University Press, 2002.

Coulmas, Florian. *The Writing Systems of the World*. Oxford: Basil Blackwell, 1989.

Crystal, David. *Cambridge Encyclopaedia of Language*. Cambridge: Cambridge University Press, 1988.

Crystal, David. *Language Death*. Cambridge: Cambridge University Press, 2000.

Culler, Jonathan. *Saussure*. Glasgow: Fontana/Collins, 1976.

Deutscher, Guy. *The Unfolding of Language: An Evolutionary Tour of Mankind's Greatest Invention*. New York: Henry Holt and Company, 2005.

Erwin-Tripp, Susan. 'On Sociolinguistic Rules: Alternation and Co-occurrence' in Gumperz, J. J. and Hymes, D., eds. *Directions in Sociolinguistics*. New York: Holt, Rinehart & Winston, 1972.

Ferguson, Charles H., 1959. 'Diglossia'. In Hymes 1964: 429–439. Originally published in *Word* 15: 325–340.

Fishman, Joshua. ed. *Can Threatened Languages be Saved?* Clevedon: Multilingual Matters, 2001.

Fishman, Joshua. *Reversing Language Shift: Theoretical and Empirical Foundations of Assistance to Threatened Languages*. Clevedon: Multilingual Matters, 1991.

Fromkin, Victoria, and Rodman, Robert. *Introduction to Language*. New York: Holt, Rinehart and Winston, Inc, 1974.

Gonzales, Ambrose E., *The Black Border*. Columbia, S.C: The State Co., 1922.

Goodenough, W. H., 1956. 'Componential Analysis and the Study of Meaning', *Language*. 32: 195–216.

Gordon, Raymond G. Jr., ed. 2005. *Ethnologue: Languages of the World*. 15e. Dallas,Tx: SIL International. Online version: http://www.ethnologue.com/.

Haegeman, Liliane. *Introduction to Government and Binding Theory*. Oxford: Blackwell, 1991.

Halliday, M. A. K., 1961. 'Categories of the Theory of Grammar', *Word* 17: 241–192.

Haugen, Einar. 1959. 'Planning for a Standard language in Modern Norway', *Anthropological Linguistics* 1; 3: 8–21.

Hill, Jane H., 1988. 'Language, Culture and World View' in Newmeyer (ed) 1988: 14–36.

Holmes, J., *Women, Men and Politeness.* London: Longman, 1995.

Hymes, Dell. ed. *Language in Culture and Society: A Reader in Linguistics and Anthropology.* New York: Harper and Row, 1964.

Jakobson, Roman, and Halle, Morris. *Fundamentals of Language.* The Hague: Mouton, 1956.

Katz, Jerrold J. and Fodor, Jerry. A. 1964. 'The Structure of a Semantic Theory'. In Katz and Fodor (eds). *The Structure of Language: Readings in the Philosophy of Language.* Englewood Cliffs, New Jersey: Prentice-Hall, Inc. 1964. pp. 479–518. Originally printed in *Language* 39 (Apr–Jun 1963), 170–210.

Ladefoged, P., *A Course in Phonetics.* 2e. New York/Harcourt Brace Jovanovich. 1982.

Lakoff, R., *Language and Women's Place.* New York: Harper and Row. 1975.

Lasnik, Howard and Otero, Carlos. 2005. 'Chomsky, Noam'. In Strazny, Vol. 1: pp. 205-208.

Leech, Geoffrey. *Semantics.* Harmondsworth: Penguin Books Ltd. 1974.

Lenneberg, Eric H., *Biological Foundations of Language.* New York: John Wiley & Sons. 1967.

Levi-Strauss, Claude. 1945. 'Structural Analysis in Linguistics and Anthropology'. in Hymes 1964: 40–52.

Litosseliti, Lia. *Gender and Language: Theory and Practice.* London: Hodder Education. 2006.

Lounsbury, F. G., 'A Formal Account of Crow and Omaha-type Kinship Terminologies: in Goodenough, W. H (ed). 1964. *Explorations in Cultural Anthropology.* New York: Mc Graw Hill.

Lyons, John. 1970. *Chomsky.* London: Fontana Press, 15th impression, 1985.

Malcolm, Norman. *Ludwig Wittgenstein: A Memoir.* Oxford: Oxford University Press.1958.

Matthews, Peter Hugoe. *Morphology.* Cambridge: Cambridge University Press. 1974.

——— *Linguistics: A Very Short Introduction.* Karachi: Oxford University Press. 2003.

McDavid, Raven I. (Jr)., *Varieties of American English.* Anwar S. Dil (ed). Stanford, CA: Stanford University Press. 1980.

Mead, Margaret. 1935. *Sex and Temperament in Three Primitive Societies.* New York: Mentor Book, 1950 edition.

Minault, Gail. 1984. '*Begmati Zuban:* Women's Language and Culture in Nineteenth-Century Delhi'. *India International Centre Quarterly.* 11: 2 (June): 155–170.

——— *Secluded Scholars: Women's Education and Muslim Social Reform in Colonial India.* Delhi: Oxford University Press. 1988.

Mohanty, Ajit K., Minati Panda, Robert Phillipson, and Tove Skutnabb-Kangas (eds). *Multilingual Education for Social Justice: Globalising the Local.* Delhi: Orient Blackswan. 2009.

Mohanty, Ajit K., 2009. 'Multilingual education: A Bridge too Far'. In Mohanty et.al. 2009: 5–17.

Nettle, David and Romaine, Suzanne. *Vanishing Voices: The Extinction of the Worlds' Languages.* New York: Oxford University Press. 2000.

Newmeyer, Fredereck (ed). *Linguistics: The Cambridge Survey.* (4 volumes) Cambridge: Cambridge University Press. 1988.

O' Connor, J. D., *Phonetics.* Harmondsworth: Penguin Books. 1973.

Ogden, C. K. and Richards, L. A., 1923. *The Meaning of Meaning.* London: Routledge and Kegan Paul, 1952.

Ostler, Nicholas. *Empires of the Word: A Language History of the World.* London: Harper-Collins Publishers. 2005.

——— *AD Infinitum: A Biography of Latin.* New York: Walker and Company. 2007.

Palmer, Frank. 1971. *Grammar.* Harmondsworth: Penguin Books. New edition 1983.

Phadnis, Urmila. *Ethnicity and Nation Building in South Asia.* New Delhi & London: Sage Publications. 1989.

Pollock, Sheldon. *The Language of the Gods in the World of Men: Sanskrit, Culture, and Power in Pre-modern India.* New Delhi: Permanent Black. 2006.

Pullum, Geoffrey K. and Ladusaw, William A. *Phonetic Symbol Guide.* Chicago: The University of Chicago Press. 1986.

Radford, Andrew. *Transformational Grammar: A First Course.* Cambridge: Cambridge University Press. 1988.

——— *Syntax: A Minimalist Introduction.* Cambridge: Cambridge University Press. 1997.

Rahman, Tariq. *Pakistani English: The Linguistics Description of a Non-Native Variety of English.* Islamabad: National Institute of Pakistan Studies, Quaid-i-Azam University. 1990.

——— *Language and Politics in Pakistan.* Pakistani edition, Karachi: Oxford University Press. 1996. Indian edition, Delhi: Orient Longmans, 2007.

______ *Language, Education, and Culture*. Karachi: Oxford University Press. 1999.

______ *Language, Ideology, and Power: Language Learning Among the Muslims of Pakistan and North India*. Karachi: Oxford University Press. 2002.

______ 2006. 'Urdu as an Islamic Language'. *The Annual of Urdu Studies* 101–119.

Roach, Peter. 1983. *English Phonetics and Phonology: A Practical Course*. Cambridge University Press, 1991 edition.

Robins, R. H. 1964. *General Linguistics: An Introductory Survey*. Longman, 3e. 1980.

Robinson, Andrew. 1995. *The Story of Writing: Alphabets, Hieroglyphs and Pictograms*. London: Thames and Hudson Ltd, 2007.

Russell, Peter. *The Brain Book*. London and Henley: Routledge & Kegan Paul. 1979.

Saleemi, Anjum P., Ocke-Schwen Bohn and Albert Gjedde (eds). *In Search of a Language for the Mind-Brain*. Aarhus, Denmark: Aarhus University Press. 2005.

Sampson, Geoffrey. 1985. *Writing Systems*. London: Hutchinson, 1987.

Sanders, Carol. 2005. 'Saussure, Ferdinand de'. In Strazny. 2005. Vol. 2: 930–932.

Saussure, Ferdinand de. 1916. *A Course in General Linguistics*. Trans. from French by Wade Baskim. London: Peter Owen, 1960.

Sew, Jhy Wae. 'Onomatapoeia' in Strazny. 2005: 796–797.

Skutnabb-Kangas, Tove. *Linguistic Genocide in Education or Worldwide Diversity and Human Rights* London: Erlbaum. 2000.

Strazny, Philipp. (ed). *Encyclopedia of Linguistics*. (2 vols.) New York & Abingdon (UK): Fitzroy Dearborn. 2005.

Tannen, D. *You Just Don't Understand: Women and Men in Conversation*. New York: William Morrow. 1990.

UNESCO. *Position Paper: Teaching in the Mother Tongue*. Paris: UNESCO. 2003.

Voigtlander, Katherine and Lewis, Karen. 1990. *The Alphabet Makers*. California: Summer Institute of Linguistics, 1991.

Wittgenstein, Ludwig. 1922 and 1961. *Tractatus Logico-Philosophicus*. London: Routledge and Kegan Raul. 1993 reprint.

Yule, George. *The Study of Language: An Introduction*. Cambridge: Cambridge University Press.1985.